سوادِ اعظم اہلِ سنت وجماعت
عقائد و معمولات
یٰس اختر مصباحی
دار القلم دہلی

سَوادِ اعظم اہلِ سنّت وجماعت

عقائد ومعمولات

تالیف

یٰسٓ اختر مصباحی

بانی وصدر دارُالقلم، ذاکرنگر، نئی دہلی

☆☆☆

طابع وناشر

دارالقلم، قادری مسجد روڈ، ذاکرنگر

جامعہ نگر۔نئی دہلی ۲۵۔فون:011-26986872

ای میل:misbahi786.mk@gmail.com

تفصیلات

نامِ کتاب	:	سَوادِ اعظم اہلِ سنّت وجماعت
مؤلّف	:	یٰسٓ اختر مصباحی
زیرِاہتمام	:	دارُالقلم، ذاکرنگر، نئی دہلی
طبعِ اول	:	شوال ۱۴۳۷ھ/جولائی ۲۰۱۶ء
صفحات	:	دوسوچوبیس(224)
قیمت	:	ایک سوپچیس(=/125)
تعدادِ اِشاعت	:	اِکیس سو(۲۱۰۰)

طابع وناشر

دارالقلم، قادری مسجد روڈ، ذاکرنگر

جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔فون:011-26986872

ای میل:misbahi786.mk@gmail.com

اِنتساب، بنام

مشائخ وعُلماے دہلی

(۱) قُطبُ الْاَقْطاب، خواجہ قطبُ الدین بختیار، کا کی، دہلوی	وصال ۶۳۳ھ
(۲) محبوبِ الٰہی، خواجہ نظام الدین اولیا، بدایونی، دہلوی	وصال ۷۲۵ھ
(۳) حضرت خواجہ نصیر الدین محمود، اَوَدھی، چراغ دہلی	وصال ۷۵۷ھ
(۴) حضرت سید ابراہیم، ایرجی، قادری، دہلوی	وصال ۹۵۳ھ
(۵) حضرت شیخ عبد العزیز شکر بار، دہلوی	وصال ۹۷۵ھ
(۶) حضرت خواجہ محمد عبد الباقی، باقی باللہ، نقشبندی، دہلوی	وصال ۱۰۱۲ھ
(۷) امامُ المحدِّثین، شیخ عبد الحق محدّث دہلوی	وصال ۱۰۵۲ھ
(۸) حضرت شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی	وصال ۱۱۷۶ھ
(۹) حضرت شاہ عبد العزیز، محدّث دہلوی	وصال ۱۲۳۹ھ
(۱۰) حضرت شاہ غلام علی، نقشبندی، مجدّدی، دہلوی	وصال ۱۲۴۰ھ

مشائخ وعُلماے لکھنؤ

(۱) مخدوم اَوَدھ، حضرت شاہ محمد مینا، چشتی، لکھنوی	وصال ۸۸۴ھ/۱۴۷۹ء
(۲) استاذُ الھند، مولانا نظام الدین محمد، فرنگی محلی، لکھنوی	وصال ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء
(۳) بحر العلوم، مولانا عبد العلی محمد، فرنگی محلی، لکھنوی	وصال ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء
(۴) عارفِ حق، مولانا نورُ الحق، فرنگی محلی، لکھنوی	وصال ۱۲۳۸ھ/۱۸۲۲ء
(۵) حضرت مفتی ظہورُ اللہ، فرنگی محلی، لکھنوی	وصال ۱۲۵۶ھ/۱۸۴۰ء
(۶) حضرت مولانا ولی اللہ، فرنگی محلی، لکھنوی	وصال ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء
(۷) حضرت مولانا جمال الدین، فرنگی محلی، لکھنوی	وصال ۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء
(۸) حضرت مولانا عبد الحلیم، فرنگی محلی، لکھنوی	وصال ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء
(۹) حضرت مفتی محمد یوسف، فرنگی محلی، لکھنوی	وصال ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء
(۱۰) ابو الحسنات، مولانا محمد عبد الحئی، فرنگی محلی، لکھنوی	وصال ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء

تہدیہ، بخدمت

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

جس کے دینی وعلمی فیضان نے، این وآں کے احسان سے مستغنی کرنے کے ساتھ اپنے اساتذہ ومشائخِ کرام کی بارگاہِ فیض مآب کا سعادت منداور اپنے اکابر واسلاف کا عقیدت مند بنا کر، چنیں وچناں سے بے نیاز کر دیا۔

جس نے فکر کی تابانی اور قلم کی جولانی سے مزیَّن و مسلَّح کر کے آفاقی سطح پر خدمتِ اسلام ومسلمین کے شعور و اِدراک اور تعارفِ سَوادِ اعظم کے سلیقہ وجذبۂ فراواں سے بَہرہ وَر اور سرفراز فرمایا۔ گویا:

شمعِ نظر، خیال کے انجم، جگر کے داغ
جتنے چراغ ہیں، تری محفل سے آئے ہیں

جس کے مخلص و باصلاحیت عُلما وفُضلاے کرام وفرزندانِ گرامی قدر، تحریر وتصنیف تعلیم وتدریس، صحافت وخطابت، امامت وقیادت، ارشاد وہدایت، نشر واشاعت اور دیگر شعبہ ہائے علم وتحقیق ودعوت وتبلیغ واصلاح میں، کشورِ ہند کے چپے چپے پر، ابرِ کرم بن کر مسلمانانِ اہلِ سنّت کو، فیض یاب وسیراب کر رہے ہیں۔

جس کی درس گاہِ علم وفکر وفن کے خوشہ چیں اصحابِ اخلاص وایثار، واَربابِ فضل وکمال کی **مساعیِ جمیلہ اور تُرک تازیوں کا دائرہ**

ایشیا سے افریقہ اور یورپ وامریکہ وآسٹریلیا تک، دراز ہو چکا ہے۔

اور، ہر چہار جانب، جن کے قبولِ عام ورُجحانِ خلق وجذب وکشش اور اثر ونفوذ کا، یہ عالَم ہے کہ:

ہمہ آہُوانِ صحرا، سَرِ خود نہادہ برکف
بأُمیدِ آں کہ روزے، بشکار خواہی آمد

یکے، از فرزندانِ اشرفیہ
یٰسٓ اختر مصباحی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيم

بَلَغَ الۡعُلیٰ بِکَمَالِہٖ — کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتۡ جَمِیۡعُ خِصَالِہٖ — صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَآلِہٖ

☆☆☆

کِرِیۡمُ السَّجَایَا جَمِیۡلُ الشِّیَمۡ — نَبِیُّ الۡبَرَایَا شَفِیۡعُ الۡاُمَمۡ
امامِ رُسُل، پیشوَاے سَبِیل — اَمینِ خدا، مَہۡبطِ جبرئیل
شفیعُ الوَریٰ، خواجۂ بَعث و نشر — اِمامُ الۡھُدیٰ، صَدرِ دیوانِ حَشر
یتیمے کہ، ناکردہ، قرآں، درست — کتب خانۂ چند مِلّت بشُست
تو اَصلِ وجود، آمدی از نخست — دگر، ہرچہ موجود، شُد فَرعِ تُست

☆☆☆

حُسنِ یوسف، دَمِ عیسیٰ، یدِ بیضا دارِی
آنچہ خوباں، ہمہ دارَند، تو، تنہا دارِی

☆☆☆

خلافِ پیمبر، کسے رہ گزید — کہ، ہرگز، بہ منزل، نخواہد رسید
محال است سعدؔی، کہ، راہِ صَفا — تَواں رفت، جُز، بَر پئے مصطفیٰ

فانوسِ ہدایت

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے منتخب دینِ اسلام کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ۔(سورۂ آلِ عمران: آیت نمبر۱۹)

ترجمہ: بے شک! اللہ کے یہاں، اسلام ہی، دین ہے۔"

فَمَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنۡ یَّھۡدِیَہٗ یَشۡرَحۡ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَام۔(سورۂ اَنعام: آیت۱۲۵)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دینا چاہتا ہے، اُس کا سینہ، اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔"

وَمَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَام دِیۡناً فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ۔(سورۂ آلِ عمران: آیت۸۵)

ترجمہ: اور جو، اسلام کے سِوا کوئی دین چاہے گا، وہ، ہرگز، اس سے قبول، نہ کیا جائے گا۔"

قبولِ اسلام سے سرفراز ہونے والے اہلِ اسلام کے نام کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ھُوَ سَمّٰکُمُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ مِنۡ قَبۡلُ وَ فِیۡ ھٰذَا۔(سورۂ حج: آیت۷۸)

ترجمہ: اللہ نے تمہارا نام، مسلمان، رکھا ہے۔ اگلی کتابوں میں اور اِس قرآن میں۔"

اہلِ اسلام کو، عطا کی جانے والی کتابِ ہدایت ورحمت کے بارے میں ارشاد ہے:

وَنَزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتَابَ تِبۡیَاناً لِّکُلِّ شَیۡءٍ وَّ ھُدیً وَّ رَحۡمَةً وَّ بُشۡریٰ لِلۡمُسۡلِمِیۡنَ۔(سورۂ نحل: آیت۸۹)

ترجمہ: اور ہم نے تم پر، یہ قرآن اُتارا، جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ اور مسلمانوں کے لئے ہدایت ورحمت اور بشارت ہے۔"

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔(سورۂ بنی اسرائیل: آیت۸۲)

ترجمہ: اور ہم، قرآن میں، اُتارتے ہیں وہ چیز، جو، ایمان والوں کے لئے، شفا اور رحمت ہے۔"

اِنَّ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَھۡدِیۡ لِلَّتِیۡ ھِیَ اَقۡوَمُ۔(سورۂ بنی اسرائیل: آیت۹)

ترجمہ: بے شک! یہ قرآن، وہ راہ، دکھاتا ہے جو، سب میں سیدھی ہے۔"

پیغمبرِ اسلام، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرۡسَلۡنٰکَ شَاھِداً وَّ مُبَشِّراً وَّ نَذِیۡراً۔ وَّ دَاعِیاً اِلَی اللّٰہِ بِاِذۡنِہٖ وَسِرَاجاً مُّنِیۡراً۔(سورۂ اَحزاب: آیت۴۶)

ترجمہ: اے نبی! بے شک، ہم نے تمھیں، شاہد ومبشِّر ونذیر بنا کر بھیجا۔ اور اللہ کے حکم سے

اس کی طرف بلانے والا، اور روشن چراغ بنا کر، بھیجا۔"

هُوَالَّذِی اَرْسَلَ رَسُولَهٗ بِالْهُدیٰ وَ دِیْنِ الْحَقِّ ،لِیُظْهِرَهٗ عَلیٰ الدِّیْنِ کُلِّهٖ۔

(سورۂ توبہ: آیت ۳۳۔سورۂ فتح: آیت ۲۸۔سورۂ الصّف: آیت ۹)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنا رسول، ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا۔

تاکہ، اسے، سب دینوں پر، غالب فرمادے۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام اَقوام ومِلَل کے درمیان، صرف اہلِ اسلام وایمان کو"خیرِ اُمَّت" کے لقب سے سرفراز فرماتے ہوئے، ان کا اصل فرضِ منصبی بھی، واضح ومتعین فرما دیا کہ:

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ ۔(سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۱۰)

ترجمہ: تم، اُن سب اُمّتوں میں بہتر ہو، جو، لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہو برائی سے منع کرتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

اور یہ خیرِ اُمَّت، اللہ تعالیٰ سے کمالِ وابستگی کے ساتھ ہی، ہدایت ونجات اور فلاح وکامرانی سے ہم کنار ہوسکتی ہے۔ جیسا کہ، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللهِ فَقَدْ هُدِیَ اِلیٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔(سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۰۱)

ترجمہ: اور جس نے اللہ سے وابستہ رہ کر، اس کا سہارا لیا، اُسے ضرور، صراطِ مستقیم کی ہدایت دی گئی۔"

اہلِ ایمان واسلام کے لئے سب سے اہم تاکید وہدایت، یہ ہے کہ:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِیْعاً وَّ لَا تَفَرَّقُوْا۔(سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۰۳)

ترجمہ: اور سب مل کر، اللہ کی رَسّی، مضبوط تھام لو، اور آپس میں متفرق، نہ ہوجانا۔"

اللہ سے تعلق ووابستگی کی اَساس وبنیاد، اِتّباعِ کتاب وسنّت اور پیرویِ صحابہ وتابعین وائمۂ مجتہدین ہے۔ رَضِیَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ۔

جس کی تعیین وتشریح کرتے ہوئے پیغمبرِ اسلام صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

تَرَکْتُ فِیکم اَمْرَیْن لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا، کتَاب اللهِ وَ سُنَّة رَسُوْلِهٖ ۔ رَوَاهُ فِي الْمُؤطَّا ۔ (اَلْفَصْلُ الثَّالِث ۔بَابُ الْاِعْتِصَام بِالْکتابِ وَ السُّنَّةِ ۔ مِشْکوٰةُ الْمَصَابِیْح ۔دارارقم۔ بیروت، لبنان)

ترجمہ: میں، تمہارے درمیان، **کتابُ اللہ اور سنّتِ رسول**، دو، ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ، جب تک، انھیں مضبوط، تھامے رہوگے، ہرگز، راہ سے، نہ بھٹکوگے۔"

فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِی وَ سُنَّةِ الْخُلَفاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْن ۔تَمَسَّکُوْا بِهَا وَعَضُّوا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذ۔الخ

(اَلْفَصْلُ الثَّانِی۔بابُ الْاِعْتِصام بِالْکتاب وَ السُّنَّة۔ مِشْکوٰةُ الْمَصَابِیح)

ترجمہ: تم پر لازم ہے کہ، میری سنّت اور میرے ہدایت یافتہ خُلَفا کی سنّت کی ہمیشہ، پیروی کرو۔ اور ان سنّتوں پر مضبوطی کے ساتھ، جمے رہو۔"

وَ یَدُ اللهِ عَلیٰ الْجَمَاعَة ،وَ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّار۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِی (حوالۂ مذکورہ)

ترجمہ: اور اللہ کی تائید ونُصرت، جماعت کے ساتھ ہے۔ اور جو، الگ ہوا، وہ، جہنم میں اکیلا گیا۔"

سنّت اور جماعت کا دامن، تھامے رہنے کی ہدایت نبوی کے مطابق ہی مسلمانوں کو، اور جمہور اُمَّت کو"اَهْلُ السُّنَّة وَالْجَمَاعَة "یعنی، اہلِ سنّت وجماعت، کہا جانے لگا۔

جیسا کہ، ہدایتِ نبوی کے مطابق ہی، اہلِ سنّت وجماعت کو، سَوادِ اعظم بھی کہا جاتا ہے۔

پیغمبرِ اسلام صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں:

اِتَّبِعُوْا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ، فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّار۔ رَوَاهُ ابن ماجه۔

(اَلْفَصْلُ الثَّانی ۔بابُ الاعتصام بِالْکتابِ وَ السُّنَّة ۔ مِشْکوٰةُ الْمَصَابِیح ۔ دارارقم۔ بیروت، لبنان)

ترجمہ: سَوادِ اعظم کی پیروی کرو۔ کیوں کہ، جو، الگ ہوا، وہ، اکیلے ہی، جہنم میں جائے گا۔"

"سُنَّت" اور"جماعت" کو، اختیار کرنے والے مسلمان، اہلِ سنّت وجماعت ہیں اور جمہور اُمَّت کے ساتھ، رہنے والے **مسلمانوں کا، ایک نام، سَوادِ اعظم ہے۔**

اِس طرح، صحیح العقیدہ مسلمانوں کا، پورا نام ہوا:

سَوادِ اعظم اہلِ سنّت وجماعت۔

اِس سَوادِ اعظم اہلِ سنّت وجماعت کے سلسلے میں، اپنی فکر انگیز وایمان افروز اور مشہور ومقبول کتاب"**عرفانِ مذہب ومسلک**" کے چند اہم اقتباسات، ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

"اہلِ سُنَّت وجماعت کے جُملہ طبقات ومسالک"سَوادِ اعظم" میں، شامل ہیں۔

اور، اہلِ سُنَّت وجماعت ہی، سَوادِ اعظم ہیں۔

چنانچہ، امامُ المُحدِّثین، شیخ عبدالحق، محدّث دہلوی (وصال ۱۰۵۲ھ) تحریر فرماتے ہیں:

وَبِالْجُمْلَه، سَوادِ اعظم، در دینِ اسلام، **مذہبِ اہلِ سُنَّت و جماعت** است۔''

(ص ۱۵۲۔ اَشِعَّةُ اللَّمعات۔ بابُ الْاِعْتِصَام)

ترجمہ:۔ دینِ اسلام میں، **مذہبِ اہلِ سُنَّت و جماعت ہی، سَوادِ اعظم ہے۔**''

سَیْفُ اللّٰہِ الْمَسْلُوْل، علّامہ فضلِ رسول، عثمانی، بدایونی (وصال ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) ارشاد فرماتے ہیں:

''اور، وہ سَوادِ اعظم، عقائد میں اَشْعَرِی، مَاتُرِیدِی اور فقہ میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ہیں۔ جو، اِن کے سِوا ہے، وہ، جماعت سے خارج اور سَوادِ اعظم کا تارِک اور دین کا مارِق ہے۔''

ص ۱۰۔ سَیْفُ الْجَبَّار۔ مولّفہ علّامہ فضلِ رسول، عثمانی، بدایونی۔ مطبوعہ بدایوں۔

(ص ۷ تا ص ۹۔ **عرفانِ مذہب و مسلک**۔ طبعِ اَخیر، مارچ ۲۰۱۴ء)

''یہ حقیقت، واضح رہے کہ:

عقائدِ قطعیہ اِجماعیہ میں، سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کی پیروی و اِتّباع، لازم ہے۔ اور فرعی اِعتقادیات کا جہاں تک سوال ہے، تو، اِن میں، اَشاعِرہ و ماتُرِیدیہ کا اختلاف، واضح ہے۔

اِسی طرح، **فقہی مذاہبِ اربعہ** ہیں۔ جن کے درمیان، ہزاروں اَحکام و مسائل اور خود، اُن کے اصولِ فقہ میں بھی، بہت سے اختلافات ہیں۔

یہ سب، اِس اُمّت کے لئے باعثِ خیر و برکت و رحمت ہیں۔ کیوں کہ، سُنَّتِ نبوی عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلوٰةُ وَالسَّلام کے ہر پہلو پر، ان کے ذریعہ، عمل ہو جاتا ہے۔

اِن اختلافات کے باوجود، اَشاعِرہ و ماتُرِیدیہ اور اَحناف و شَوافع و مالِکیہ و حَنابِلہ چوں کہ، عقائدِ قطعیہ اِجماعیہ میں، متحد و متفق ہیں، اِس لئے، یہ سب کے سب:

''سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت'' میں، شامل اور اہلِ سُنَّت کے ہی مختلف طبقات و مسالک ہیں۔

عالَمِ اسلام کے ہر خطے کے مسلمانانِ اہلِ سُنَّت و جماعت، اِعتقادی طور سے اَشْعَرِی یا۔ ماتُرِیدی، اور فقہِ اسلامی میں، **ائمۂ مذاہبِ اربعہ میں سے، کسی ایک کے، مقلِّد ہیں۔**

چنانچہ، اَحناف، عُموماً، ماتُرِیدی اور شَوافع، اَشْعَرِی ہوتے ہیں۔

سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت ہی، ہمیشہ، حق و ہدایت پر، اور کثیرُ التَّعداد، رہے ہیں۔ لیکن، بِالْفَرْض، کبھی، قلیلُ التَّعداد ہو جائیں، تب بھی، اہلِ حق و ہدایت، یہی رہیں گے۔

مذہب و مسلکِ حق ''**مذہب و مسلکِ سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت**'' ہی ہے۔

اور عالَمِ اسلام کے جُملہ عُلما و فُقَہا و مُجتہدین و اَولیا و صُلَحاے کاملین، مثلِ ائمۂ اربعہ، امامِ اعظم ابوحنیفہ و امام محمد بن ادریس شافعی و امام مالک و امام احمد بن حنبل و دیگر ائمۂ مجتہدین اور اکابر صوفیہ و مشائخ کرام، مثلِ ائمۂ سلاسلِ طریقت، غوثِ اعظم، سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی، بغدادی و سلطانُ الھند، خواجہ معین الدین چشتی، اجمیری و خواجہ بہاء الدین نقشبند و حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی و سیدنا الشیخ احمد کبیر رفاعی و سیدنا الشیخ ابوالحسن شاذلی و دیگر مشائخِ طریقت رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن، اِسی شاہراہِ سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت پہ، تاحیات گامزن رہ کر دُنیوی و اُخروی فلاح و سعادت سے، ہم کنار اور شاد کام ہوئے۔

متحدہ ہندوستان کے وہ مشاہیرِ اسلام، جو، تجدید و اِحیاے دین کے منصبِ عظیم پہ فائز ہوئے۔ مثلاً: امامُ المحدِّثین، شیخ عبدالحق، محدّث دہلوی (وصال ۱۰۵۲ھ) و مجدّدِ الفِ ثانی، شیخ احمد، فاروقی، سرہندی (وصال ۱۰۳۴ھ) و سیدنا میر عبدالواحد، بلگرامی، مؤلّفِ ''سَبع سَنابِل'' (وصال ۱۰۱۷ھ) و ابوالمظفّر محی الدین اورنگ زیب عالم گیر (وصال ۱۱۱۸ھ) و سراجُ الھند، شاہ عبدالعزیز، محدّث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ) و فقیہِ اسلام، امامِ اہلِ سُنَّت، مولانا الشاہ احمد رضا حنفی، قادری برکاتی، بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ) قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَھُمْ بھی، تاحیات، اِسی مذہبِ اہلِ سُنَّت و جماعت کے داعی و مبلّغ اور اِسی شاہراہِ سَوادِ اعظم پہ خود بھی قائم و دائم رہے اور مسلمانانِ اہلِ سُنَّت کو بھی، اِسی پہ گامزن رہنے کی تلقین و ہدایت کرتے ہوئے، اِس دنیا سے رخصت ہو کر اپنے ربِّ کریم کی بارگاہ میں، سُرخ رُو اور شاد کام ہوئے۔ فَرَحِمَھُمُ اللّٰہُ اَجْمَعِیْن۔

مندرجہ ذیل، نمائندہ اکابر و اسلاف و صوفیہ و مشائخ و عُلما و فُضَلاے کرام، ہمارے لئے بہترین نمونہ اور اُسْوہ و قُدْوہ ہیں۔ یہی، ہمارے ہادی و رہنما اور ہمارے پیشوا ہیں، جو، ہند و پاک کے مختلف علاقوں میں آرام فرما ہیں۔ اور ان کے فیوض و برکات کی نہریں آج بھی، رَواں ہیں جن سے مسلمانانِ ہند و پاک اپنی مذہبی و روحانی پیاس بجھاتے اور سیرابی حاصل کرتے رہتے ہیں:

رہنماے کاملاں، سید علی ہجویری، داتا گنج بخش لاہوری و حضرت بہاءُ الدین زکریا، سہروردی ملتانی و عطاے رسول، خواجہ معین الدین، چشتی، اجمیری و خواجہ قطب الدین بختیار، کاکی، دہلوی و بابا فرید الدین مسعود گنج شکر و محبوبِ الٰہی، نظام الدین اولیا، دہلوی و مخدوم علی احمد علاء الدین صابر کلیری و مخدومِ جہاں، شیخ شرفُ الدین یحییٰ منیری و امیرِ کبیر، سید علی ہمدانی، کشمیری و مخدوم

سید، اشرف جہاں گیر، سمنانی، کچھوچھوی ومخدومِ اَوَدھ، شاہ، محمد مینا، چشتی، لکھنوی وشاہ احمد عبدالحق چشتی، ردولوی وشیخ عبدالحق، محدّث دہلوی وصاحبُ البرکات، سیدشاہ برکتُ اللہ، قادری مارہروی و بحرالعلوم، مولانا عبدالعلی، فرنگی محلی، لکھنوی ومولانا شاہ انوارُالحق، فرنگی محلی، لکھنوی وشمسِ مارہرہ، سید شاہ آلِ احمد، اچھے میاں، مارہروی وشاہ عبدالعزیز، محدّث دہلوی ومولانا شاہ احمد سعید، مجدّدی، دہلوی ومولانا رشیدالدین خاں، دہلوی ومولانا شاہ محمد مخصوص اللہ، دہلوی ومولانا فضلِ حق، خیرآبادی ومولانا فضلِ رسول، عثمانی، بدایونی وخاتمُ الاُکابر، سیدشاہ آلِ رسول، احمدی مارہروی ومولانا حیدرعلی، فیض آبادی وغیرھُم۔ **رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِم اَجْمَعِین۔**"

(ص۱۷ تا ص۱۹۔ **عرفانِ مذہب ومسلک**۔ طبعِ اَخیر، مارچ ۲۰۱۴ء)

"فَرعی اِعتقادی اختلاف کے باوجود، ہرصحیحُ العقیدہ اَشْعَرِی وماتُرِیدی اورفرعی فقہی اختلاف کے باوجود، ہرصحیح العقیدہ سُنّی حنفی مسلمان، "مسلکِ اعلیٰ حضرت" کا ماننے والا، بلکہ، ہرصحیح العقیدہ شافعی، یا۔ مالکی، یا۔ حنبلی "مسلکِ اعلیٰ حضرت" سے وابستہ سمجھا جائے گا۔

اِسی طرح، ہرصحیح العقیدہ قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی، رفاعی، شاذلی اورکسی بھی صحیح سلسلۂ طریقت سے وابستہ، یا۔ عام سنّی مسلمان "مسلکِ اعلیٰ حضرت" کا ماننے والا ہی سمجھا جائے گا۔ خواہ، وہ، اِس اصطلاح کا استعمال کرے، یا۔ نہ کرے۔ اوراِس سے واقف ہو، یا۔ نہ ہو۔"

(ص۵۰۔ **عرفانِ مذہب ومسلک**۔ طبعِ اَخیر ۲۰۱۴ء)

"سَوَادِاعظم اہلِ سُنَّت وجماعت" اگرچہ، ہردَور میں، کثیرُ التَّعداد، رہے ہیں۔
لیکن، سَوَادِاعظم ہونے کا اصل پیمانہ، کثرت وقِلَّتِ تعداد نہیں، بلکہ، اِتّباعِ حق وہدایت ہے۔
اوراہلِ حق وہدایت ہی، ہمیشہ، سَوادِاعظم رہیں گے۔
خواہ، وہ، کسی دَور میں، قلیلُ التَّعداد کیوں نہ ہوجائیں۔

یہاں، یہ حقیقت، ذہن نشین رہے کہ:
سَوَادِاعظم اہلِ سُنَّت وجماعت کے کسی باہمی فرعی اختلاف کے موقع پر
یہ کہنا، غلط اور بالکل غلط ہوگا کہ:
اگر، چندافراد بھی، حق پر ہوں، تو، وہی،، سَوَادِاعظم ہیں۔"
ہاں! اہلِ باطل کے بِالمقابل، یہ کہنا، صحیح اور بالکل صحیح ہوگا۔

کیوں کہ، جواہلِ باطل، کسی دَور میں بھی، اہلِ سُنَّت کے عقائدِ قطعیہ اِجماعیہ کے مخالف ہیں

وہ، سَوَادِاعظم میں، داخل ہی نہیں ہیں۔

اورجواہلِ سُنَّت واہلِ حق، جُملہ عقائدِ قطعیہ اِجماعیہ میں، متفق ومتحِد ہیں، وہ، سَوادِاعظم میں داخل ہیں۔ اورکسی اَمرِ فرعی میں، ان کا کوئی اختلاف، اُن میں سے کسی کو بھی، سَوادِاعظم سے خارج کرنے کا، باعث، ہوہی نہیں ہوسکتا ہے۔ **فَافْھَمْ وَتَدَبَّرْ۔**

(ص۸۔ **عرفانِ مذہب ومسلک**۔ طبعِ اخیر، مارچ ۲۰۱۴ء)

"تاریخِ اسلامی کے ہرعہدوعصرمیں، اَکابر واَسلافِ اسلام اورمشاہیرِ اُمَّت کے ایسے مختلف طبقات کا وجود، ساری اُمَّت اورمِلَّتِ اسلامیہ کے درمیان، نشانِ امتیاز بن کر زندہ وتابندہ رہا، جن کی، روشن خدمات اورزَرِّیں کارناموں کے بےشمار نقوش قلبِ مومن میں، **منارۂ نوراورفانوسِ ہدایت** بن کر، جگمگارہے ہیں۔

متحدہ ہندوستان کی صدیوں پر مشتمل تاریخِ ماضی میں، اکابرصوفیہ ومشائخِ اسلام اورممتاز ونمائندہ عُلمائے کرام کا وجودِ مسعود، سارے مسلمانانِ متحدہ ہندکی مشترکہ امانت ووراثت بن کر اُن سب کے لئے آج بھی، باعثِ صدافتخار ہے، جن کی کتابِ حیات اورصحیفۂ ہدایت کا ہرباب وعنوان، اُن کے لئے، متاعِ عزیزاورحرزِقلب وجان وایمان ہے۔

ممتاز طبقۂ عُلمائے متحدہ ہندمیں، ایسے نفوسِ قُدسیہ کے درمیان
مندرجہ ذیل، چنداَسمائے گرامی، نمایاں حیثیت کے، حامل ہیں:

امامُ المحدِّثین، شیخ عبدالحق، محدّث دہلوی، شاہ ولی اللہ، محدِّث دہلوی، بحرالعلوم، مولانا عبدالعلی، فرنگی محلی، لکھنوی، سراجُ الہند، شاہ عبدالعزیز، محدّث دہلوی، علاَّمہ فضلِ حق، خیرآبادی علاَّمہ فضل رسول، عثمانی، بدایونی، شاہ سلامتُ اللہ کشفی، بدایونی، خاتمُ الاکابر، سیدشاہ آلِ رسول، احمدی مارہروی، تاجُ الفحول، مولانا عبدالقادر، عثمانی، بدایونی، فقیہِ اسلام، امام احمدرضا، قادری برکاتی بریلوی۔ **وَغَیْرُھُمْ رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن۔**

یہ جلیلُ القدرشخصیات اوراِس پایہ ومرتبہ کی دیگرشخصیات، پوری اُمَّت ومِلَّت وجماعت کی **مشترکہ امانت ووراثت، ہواکرتی ہیں۔**

اِن اسلاف ومشاہیرِ اُمَّت کے نسبی وارِثین، ان کی زمین وجائداد کے، اوربقدرِظرف واِستعداد وصلاحیت، ان کی دینی وعلمی وروحانی وراثت کے حامل ووارث وامین، ہواکرتے ہیں۔ مگر، ان کی دینی وعلمی وروحانی وراثت، عام ہے۔ جس میں بعد کے جُملہ عُلما ومشائخِ اُمَّت

بقدرِ ظرف و اِستعداد و صلاحیت، مکمل شریک و سَہیم اور وارث و امین، ہیں۔

اور، یہ دینی و علمی و روحانی وراثت، محض نسبی وارثین کے لئے، خاص نہیں۔

ھٰذَا ھُوَ الْحَقُّ وَ الْکَلَامُ الْمُبِیْن۔

(ص ۶۔**عرفانِ حقائق**۔بقلم یٰسٓ اختر مصباحی۔مطبوعہ دارُ القلم، دہلی۔جنوری ۲۰۱۵ء)

زیرِ نظر کتاب میں، سَوَادِ اعظم اہل سنّت و جماعت کے، وہ عقائد و معمولات، جن سے متحدہ ہندوستان کے بعض فِرَقِ باطلہ نے، اِختلاف کیا

بِالخصوص عقائدِ اہلِ سنّت سے، جو، باطل فرقے منحرف ہوئے، اُن پر، مدلّل گفتگو کی گئی ہے۔

جس سے، قارئین کو، اچھی طرح، معلوم ہو جائے گا کہ:

سَوَادِ اعظم اہلِ سنّت و جماعت اور دیگر فرقوں کے درمیان، اصل اختلاف

معمولاتِ اہلِ سنّت **یعنی میلاد و قیام و عرس و فاتحہ وغیرہ کا، نہیں**، بلکہ، بنیادی اختلاف، اُن گمراہ کن اور کفری عبارتوں اور، ان کے بَطن سے پیدا ہونے والے، **اُن عقائد کا ہے، جن کے بارے میں، اِس کتاب کے اندر، سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔**

آخر میں، دعا ہے کہ، اللہ تبارک و تعالیٰ، ہم، اہل سنّت کو، کتاب و سنّت کی روشنی میں **زندگی گذارنے کی توفیق سے نوازے اور اسلاف و اکابرِ اُمّت کے نقشِ قدم پر چلتے رہنے کی، توفیقِ رفیق، عطا فرمائے۔** آمِین آمِین یا رَبَّ الْعَالَمِین۔

بِجَاہِ حَبِیبِکَ وَ نبِیِّک سَیِّدِ الْمُرسَلِین عَلَیْہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ وَ اَصْحابِہٖ وَ عُلَمَاءِ مِلَّتِہٖ۔ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمْ وَمَنِ اتَّبَعَھُم بِاِحْسَانٍ اِلیٰ یَومِ الدِّین۔

☆☆☆

یٰسٓ اختر مصباحی
بانی و صدر دار القلم، قادری مسجد روڈ
ذاکر نگر، جامعہ نگر، نئی دہلی 110025
موبائل:09350902937
ای میل:misbahi786.mk@gmail.com

مؤرخہ
۲۵/رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ
یکم جولائی ۲۰۱۶ء
بروز جمعۃُ المبارکہ

کاروانِ سَوَادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت

متحدہ ہندوستان کے اندر، مجموعی طور سے، دُعاۃ و مبلّغینِ اسلام اور صوفیہ و مشائخِ کرام کی مَساعیِ جمیلہ سے ہی، قلوبِ اہلِ ہند، مائل، بہ اسلام اور پھر، مشرّف، بہ اسلام ہوئے۔ جب کہ، مسلم فاتحین و سلاطین کو، صرف اپنی حکومت و سلطنت سے، سروکار، رہا اور دعوت و تبلیغِ اسلام کے فریضہ سے، وہ، عموماً غافل اور محروم و تہی دست، رہے۔ یہ کُلّیہ نہیں، مگر، **لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُل** کا ضابطہ ہی، ان پر صادق آتا ہے۔

یہاں، اِختصار کے ساتھ، اکابر صوفیہ و مشائخِ اسلام اور عُلماے کرام میں سے، اُن چند نفوسِ قدسیہ کے اَسماے گرامی، دَرج کیے جا رہے ہیں، جنھوں نے اسلام کی اعلیٰ تعلیمات اور اس کے پاکیزہ اخلاق کو، عملی شکل میں پیش کرتے ہوئے اپنے خونِ جگر سے، شجرِ اسلام کی آبیاری کر کے، رفتہ رفتہ، پورے خطّۂ ہند کو، باغ و بہار اور سرسبز و شاداب بنا ڈالا۔ جس کے سایۂ رحمت میں، **کاروانِ سَوادِ اعظم اہلِ سنّت و جماعت**، اپنی منزلِ مقصود کی جانب، ہمیشہ، رَواں دَواں رہا۔

حضرت سید علی ہجویری، داتا گنج بخش لاہوری (ولادت ۴۰۰ھ/۱۰۰۹ء۔وصال ۴۶۵ھ/۱۰۷۲ء) حضرت سید محمد صُغریٰ، بلگرامی (ولادت ۵۶۴ھ۔وصال، شعبان ۶۴۵ھ) حضرت خواجہ معینُ الدین، چشتی اجمیری (ولادت ۵۳۷ھ/۱۱۴۲ء۔وصال ، رجب ۶۳۲ھ/۱۲۳۵ء) حضرت شیخ بہاءُ الدین زکریا، سُہروردی، ملتانی (ولادت ۵۶۶ھ/۱۱۷۰ء۔ وصال ۶۶۶ھ/ ۱۲۶۷ء) حضرت خواجہ قطبُ الدین بختیار، کاکی، چشتی، دہلوی (ولادت ۵۰۵ھ۔ وصال، ربیع الاول ۶۳۳ھ) حضرت خواجہ فریدُ الدین مسعود، گنج شکر (ولادت ۵۷۵ھ/۱۱۷۹ء۔وصال، محرمُ الحرام ۶۶۴ھ/۱۲۶۵ء) حضرت مخدوم علی احمد علاء الدین صابر، کلیری (ولادت ۵۹۲ھ/۱۱۹۴ء۔وصال ۶۹۰ھ/۱۲۹۱ء) شیخ شمس الدین تُرک پانی پتی (وصال ۷۱۸ھ) حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر، پانی پتی (وصال ۷۲۴ھ) محبوبِ الٰہی، خواجہ نظام الدین اولیا، دہلوی (ولادت ۶۳۴ھ/۱۲۳۶ء۔ بدایوں۔وصال ۱۷/ربیع الآخر ۷۲۵ھ/۱۳۳۴ء۔دہلی) خواجہ نصیر الدین محمود، چراغ دہلی (وصال رمضان ۷۵۷ھ/۱۳۵۶ء) مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ، منیری (ولادت ۶۶۱ھ۔وصال ۷۸۲ھ/۱۳۸۰ء) حضرت مخدوم، جہانیاں جہاں گشت (ولادت ۷۰۷ھ/۱۳۰۸ء۔ وصال ۷۸۵ھ/۱۳۸۳ء) امیرِ کبیر، سید علی ہمدانی، کشمیری (ولادت ۷۱۴ھ۔وصال ۷۸۶ھ/۱۳۸۴ء) حضرت مخدوم، سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی (ولادت ۷۰۹ھ۔ وصال ۲۸/محرم ۸۰۸ھ/۱۴۰۴ء) خواجہ سید محمد، بندہ نواز گیسو دراز

(وصال ذوالقعدہ ۸۲۵ھ) مخدوم علی بن احمد، مہائمی (وصال ۸۳۵ھ/۱۴۲۲ء) شیخ احمد عبدالحق چشتی، رودولوی (وصال ۸۳۶ھ) مخدوم شیخ، سارَنگ، اَوَدِھی (وصال، شوال ۸۵۵ھ/نومبر ۱۴۵۱ء) مخدوم شاہ صفی عبد الصَّمد، سائیں پوری/صفی پوری (وصال محرم ۹۴۵ھ/ جون ۱۵۳۸ء) شیخ حسین محمد، سکندر آبادی (وصال، شعبان ۹۷۸ھ/۱۵۷۱ء) حضرت شیخ سلیم چشتی (ولادت ۸۸۴ھ/۱۴۷۹ء۔ وصال ۹۷۹ھ/۱۵۷۱ء) مخدوم شاہ محمد مینا، چشتی، لکھنوی (وصال صفر ۸۸۴ھ/۱۴۷۹ء) مخدوم شیخ سعد الدین، خیرآبادی (وصال، ربیع الاول ۹۲۲ھ/۱۵۱۶ء) مخدوم شاہ صفی عثمانی، چشتی (وصال ۹۴۵ھ/۱۵۳۷ء) شیخ عبد القدوس غزنوی، چشتی، گنگوہی (وصال ۹۴۵ھ/۱۵۳۷ء) شیخ عبد الرَّزّاق قادری، جھنجھانوی (وصال ۹۴۹ھ/۱۵۴۲ء) شیخ علی مُتَّقی بُرہان پوری (وصال ۹۷۵ھ/۱۵۶۸ء) شیخ وجیہُ الدین علوی، احمد آبادی، گجراتی (وصال ۹۷۸ھ/۱۵۷۰ء) شاہ کمال، کیتھلی، قادری (وصال ۹۸۱ھ/۱۵۷۳ء) شاہ نظام الدین بِھکاری، کاکوروی (وصال ۹۸۱ھ/۱۵۷۳ء) شیخ جلالُ الدین، تھانیسری (وصال ۹۸۹ھ) سید شاہ جُنید، قادری، غازی پوری (وصال ۹۹۹ھ/۱۵۹۰ء) شیخ عبدالوہاب متقی، بُرہان پوری (وصال ۱۰۰۱ھ) خواجہ، محمد عبدالباقی، باقی بِاللہ، نقشبندی، دہلوی (وصال ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۲ء)

صاحبِ "سَبعِ سَنابِل"، میر سید عبدالواحد، بِلگرامی (ولادت۔ ۹۱۶ھ۔ وصال، رمضان ۱۰۱۷ھ/۱۶۰۸ء) شیخ حَسَن، کشمیری (وصال ۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱ء) امامُ المحدِّثین، حضرت شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی (ولادت محرم ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء۔ وصال ربیع الاول ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) مجدِّدِ الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی، سرہندی (ولادت، شوال ۹۷۱ھ/۱۵۶۴ء۔ وصال ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) میر سید عبدالجلیل، بِلگرامی، مارہروی (ولادت، رَجب ۹۷۲ھ/۱۵۶۵ء۔ بِلگرام۔ وصال، صفر ۱۰۵۷ھ/۱۶۴۷ء۔ مارہرہ مُطَہَّرہ) دیوان جی، محمد رشید عثمانی، جون پوری (ولادت ۱۰/ذی القعدہ ۱۰۰۰ھ/۱۵۹۱ء۔ وصال ۹/رمضان ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء) صاحبُ البَرکات، سید شاہ برکتُ اللہ، قادری مارہروی (ولادت، جمادیٰ الآخرہ ۱۰۷۰ھ/۱۶۶۰ء۔ بِلگرام۔ وصال عاشورۂ محرم ۱۱۴۲ھ/۱۷۲۹ء۔ مارہرہ مطہَّرہ) حضرت شاہ ولی اللہ، محدِّث دہلوی (ولادت ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۳ء۔ وصال ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) وغیرھُم۔ رِضوَانُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَلَیہِم اَجمَعِین۔

اِن اَصحابِ علم وفضل واَربابِ زُہدوتقویٰ کے بعد، تیرہویں صدی ہجری میں

جن عُلما وصوفیہ ومشائخِ کِرام نے، کاروانِ عشق وعرفان کی رہنمائی کا شرف حاصل کیا اور سَوادِاعظم اہلِ سُنَّت وجماعت کو، صراطِ مستقیم پر گامزن رکھا، اُن کی ایک اِجمالی فہرست

کچھ اِس طرح ہے:

شمس العارفین، سید شاہ آلِ احمد، اچھے میاں، مارَہروی (ولادت ۱۱۶۰ھ۔ وصال، ربیع الاول ۱۲۳۵ھ/جنوری ۱۸۲۰ء) بحرالعلوم، مولانا عبدالعلی، فرنگی محلی، لکھنوی (ولادت ۱۱۴۴ھ۔ وصال ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) بیہقیِ وقت، قاضی ثناءاللہ، مجدِّدی، پانی پتی (وصال ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) حضرت شاہ محمد اجمل الہ آبادی (ولادت ۱۱۶۰ھ۔ وصال ۱۲۳۶ھ/۱۸۲۱ء) عارفِ حق، مولانا شاہ نورُ الحق، فرنگی محلی لکھنوی (وصال ۱۲۳۸ھ/۱۸۲۲ء) سِراجُ الہِند، مولانا شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی (ولادت ۱۱۵۹ھ/۱۷۴۶ء۔ وصال، شوال ۱۲۳۹ھ/جون ۱۸۲۴ء) حضرت شاہ غلام علی، نقشبندی، مجدِّدی، دہلوی (ولادت ۱۱۵۸ھ۔ وصال ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) حضرت شاہ ابوالحسن فَرد، پُھلواری (ولادت ۱۱۹۱ھ۔ وصال ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء) حضرت مولانا جمال الدین، فرنگی محلی، لکھنوی (وصال، ربیع الآخر ۱۱۷۶ھ/۱۸۶۰ء) حضرت شاہ احمد سعید، مجدِّدی، دہلوی، مہاجرِ مدنی (ولادت ۱۲۱۷ھ۔ وصال ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء) امامُ الحکمۃِ و الکلام مولانا فضلِ حق، خیرآبادی (ولادت ۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء۔ وصال ۱۲/صفر ۱۲۷۸ھ/۲۰/اگست ۱۸۶۱ء) مفتی صدرُ الدین آزردہ، دہلوی (ولادت ۱۲۰۴ھ/۱۷۸۸ء۔ وصال ۲۴/ربیع الاول ۱۲۸۵ھ/۱۶/جولائی ۱۸۶۸ء) حضرت مولانا عبدالحلیم، فرنگی محلی، لکھنوی (ولادت ۱۲۰۹ھ۔ وصال شعبان ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) سیفُ اللہِ المَسلُول، مولانا فضلِ رسول، عثمانی، بدایونی (ولادت ۱۲۱۳ھ۔ وصال ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) خاتمُ الاکابر، سید شاہ آلِ رسول، احمدی، قادری برکاتی، مارَہروی (ولادت رجب ۱۲۰۹ھ/۱۷۹۵ء۔ وصال ۱۸/ذوالحجہ ۱۲۹۶ھ/دسمبر ۱۸۷۹ء) حضرت مولانا نقی علی، قادری برکاتی، بریلوی (ولادت ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء۔ وصال ذوالقعدہ ۱۲۹۷ھ/دسمبر ۱۸۸۰ء وغیرھُم۔

رِضوَانُ اللّٰہِ تعَالٰی عَلَیہِم اَجمَعِین۔

اور، چودہویں صدی ہجری (نصفِ اول) جس میں مختلف ایمان شکن اور گمراہ کن تحریکوں تنظیموں اور جماعتوں نے جَنم لے کر، صدیوں کے مسلسل ومتوارِث، اسلامی عقائد ونظریات کو تہ وبالا کرنا شروع کیا اور عظمتِ توحید وناموسِ رسالت پر حملے کیے جانے لگے

تو، مندرجہ ذَیل عُلمائے حق اور مجاہدینِ صف شکن، ان کے مَدِّ مُقابِل، صف آرا ہوگئے۔

اور آج بھی، سَوادِاعظم اہلِ سُنَّت وجماعت کا قافلۂ حیات وکاروانِ فکر وخیال، اپنے انھیں اَسلافِ کرام کی روحانی قیادت ورہنمائی میں اپنی منزلِ مقصود کی جانب، رَواں دَواں ہے۔

حضرت مولانا عبدالحیٔ، فرنگی محلی، لکھنوی (ولادت ۱۲۶۴ھ۔ وصال، ربیع الاول ۱۳۰۴ھ/

دسمبر۱۸۸۶ء) حضرت مفتی ارشاد حسین، مجدِّ دی،رام پوری (ولادت ۱۲۴۸ھ۔ وصال ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء) حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمان، گنج مراد آبادی (ولادت ۱۲۰۸ھ۔ وصال ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء) حضرت مولانا غلام دستگیر،قصوری، لاہوری (وصال ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) حضرت مولانا عبد القادر، عثمانی، قادری، بدایونی (ولادت ۱۲۵۳ھ۔ وصال ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) حضرت مولانا سید عبدالفتّاح،حَسنی ،قادری ،معروف بہ سید اشرف علی،گلشن آبادی (وصال ،صفر ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء) حضرت مولانا سید عبد الصَّمد ، مودودی، چشتی، سَہسوانی (ولادت شعبان ۱۲۶۹ھ/جنوری ۱۸۵۳ء۔ وصال، جمادیٰ الآخرہ،۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) حضرت مولانا ہدایتُ اللہ رام پوری ثُمَّ جون پوری (وصال رمضان ۱۳۲۶ھ/ستمبر ۱۹۰۸ء) حضرت مولانا غلام قادر ہاشمی بھیروی ،پنجابی (وصال، ربیع الاول ۱۳۲۷ھ/اپریل ۱۹۰۹ء) حضرت مولانا خیرالدین دہلوی (ولادت ۱۲۴۷ھ/ ۱۸۳۱ء ۔ وصال،رجب ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) حضرت مولانا وصی احمد ،محدِّث سورتی، پیلی بھیتی (وصال ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء) حضرت مولانا شاہ احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی بریلوی (ولادت ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء۔ وصال ۲۵/صفر ۱۳۴۰ھ/۲۸/اکتوبر ۱۹۲۱ء) حضرت شاہ ابوالخیر مجدِّ دی، دہلوی (ولادت ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء۔ وصال ۔ ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء) مولانا سید عینُ القُضَاۃ نقشبندی ،لکھنوی (وصال ،رجب ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء) مولانا محمد قیامُ الدین عبدالباری، فرنگی محلی لکھنوی (وصال ،رجب ۱۳۴۴ھ/جنوری ۱۹۲۶ء) مولانا عبدالاُحد، محدِّث پیلی بھیتی (ولادت ۱۲۹۸ھ/ ۱۸۸۳ء۔ وصال ۱۳۵۲ھ/ دسمبر ۱۹۳۳ء) مولانا سید دیدار علی، اَلْوَرِی ثُمَّ لاہوری (ولادت ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۶ء۔ اَلْوَرْ، میوات۔ وصال، رجب ۱۳۵۴ھ/ اکتوبر ۱۹۳۵ء۔ لاہور) حضرت سید شاہ علی حسین ،اشرفی ،کچھوچھوی (ولادت ۱۲۶۶ھ۔ وصال ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۶ء) حضرت سید شاہ، مہرعلی، گولڑوی ، پنجابی (ولادت ۱۲۷۴ھ/ ۱۸۵۷ء۔ وصال، صفر ۱۳۵۶ھ/ مئی ۱۹۳۷ء) حضرت مولانا سید سلیمان اشرف، بہاری ثُمَّ علی گڑھی (وصال ربیع الاول ۱۳۵۸ھ/اپریل ۱۹۳۹ء) مولانا فضلِ حق ،رام پوری (ولادت ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء۔ وصال ۱۳۵۸ھ/۱۹۴۰ء) حضرت مولانا حامد رضا، بریلوی (وصال ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) حضرت مولانا یار محمد ، بندیالوی، پنجابی (وصال محرمُ الحرام ۱۳۶۷ھ/دسمبر ۱۹۴۷ء) حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی ، رضوی (وصال ۲/ذوالقعدہ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) حضرت مولانا محمد نعیم الدین، مرادآبادی (وصال، ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) وغیرھُم۔ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِم اَجْمَعِیْن ۔

اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ۔ (سورہ مجادلۃ ۔ آیت ۲۲)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم

عُلماے سَوادِاعظم اہلِ سُنَّت وجماعت کا سلسلۂ خیر وبرکت

متَّحدہ ہندوستان کے عُلما وصوفیہ اور مشائخِ کرام کی زَرّیں دینی وعلمی وروحانی خدمات کا ذکرِ جمیل ہماری دینی وعلمی اور قومی ومِلّی تاریخ کا، درخشاں باب اور قیمتی سرمایہ واَثاثہ ہے۔

اپنی اِجتماعی زندگی کے پیچیدہ مسائل کے حَل، اور روحانی اَمراض کے علاج کا مؤثر ذریعہ اور نسخۂ شفا ہے۔ قلب وذہن کی آبیاری اور ان کی تطہیر کے لئے چشمۂ صافی ہے۔

اور، مادِّیت ونفسانیت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں، ہدایت ونجات کا، روشن مینار ہے۔

سلاطین واُمرَ ا، اَور عامّۂ مسلمین کو، دامنِ اسلام سے وابستہ، اور ان کے درمیان، ایمان واسلام کی روح، زندہ وبیدار رکھنے کے ساتھ، انھیں، اسلام کے صِراطِ مستقیم پر، گامزن رکھنے کی سعادت، انھیں عُلما وصوفیہ ومشائخ اور دُعاۃ ومبلِّغینِ اسلام کے حصے میں آئی۔

ہرطرح کے داخلی وخارجی فتنوں کا، سَدِّ باب کر کے، مسلم معاشرے کی دینی واَخلاقی تعلیم وتربیَّت کا عظیم فریضہ، انھیں مشاہیرِ اسلام نے انجام دیا ہے۔

ماحول کے تاریک گوشوں تک، روشنی پھیلانے کی شبانہ روز، کَدّ وکاوش میں، اپنا خونِ جگر انھوں نے ہی، جلایا ہے۔ اور شہر شہر، قریہ قریہ، اپنا روحانی نور، انھوں نے ہی، پھیلایا ہے۔

متَّحدہ ہندوستان کی تاریخِ اسلام کے اَوراق پلٹیے اور اس کا مطالعہ کرتے ہوئے مُغل دَورِ حکومت تک آیئے، تو ''دینِ اِلٰہی'' کے نام سے، ایک خوف ناک اکبری فتنہ، سراُبھارتے ہوئے نظر آئے گا۔ جس نے اسلام کی بیخ کنی کی ممکنہ تدابیر اور کوششوں میں، کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی تھی۔

عقائد ومعمولاتِ مسلمین کو، متزلزل کرنے اور عُلماے اسلام کو، رُسوا اور بے اثر کرنے کا اس نے، ہر حَربہ آزمایا۔ کفّار ومشرکین کی خوشنُودی، حاصل کرنے کی، نوع بہ نوع تدبیریں کیں۔ شعائرِ اسلام کو، پامال کیا۔ مَزعومہ، امامِ وقت ومجتہدِ زمانہ وسلطانِ عادل (جلالُ الدّین محمد اکبر) کو، اس نے اصول وضوابطِ شرعیہ کی تبدیلی وتحریف کی کھلی چھوٹ، دے دی۔

جس کے نتیجے میں، اہلِ اسلام، سخت اِضطراب اور کرب واَذِیَّت میں مبتلا ہوتے رہے۔

عہدِ اکبری کے مشہور عالم ومؤرّخ، مُلاّ عبدالقادر، بدایونی (متولد ۹۴۷ھ/۱۵۴۰ء۔متوفی ۹۸۱ھ/۱۵۷۳ء) نے، مغل حکمراں، جلالُ الدّین محمد اکبر (تخت نشینی، ربیعُ الاوّل ۹۶۳ھ/ ۱۵۵۵ء۔ وفات جمادیٰ الآخرہ ۱۰۱۴ھ/ اکتوبر ۱۶۰۶ء۔ آگرہ) کی سیماب صفت طبیعت اور بتدریج، اس کے اِنحراف وضَلال کا، عہد بہ عہد، ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

.........بچپن سے عہدِ جوانی اور جوانی سے پختہ عمری تک، اکبر کی، کچھ ایسی ہی ڈانواڈول رَوِش رہی۔ وہ، **کبھی، ایک نظریہ اور اعتقاد کا پابند، نہیں رہا۔** طبیعت میں، تحقیق و تجسُّس کا جذبہ تھا۔ جسے بدعقیدہ مُصاحبوں نے، غلط رُخ پر، پھیر دیا۔''

(ص۲۰۲۔ **منتخبُ التواریخ**، جلدِ دوم۔ مؤلّفہ مُلاّ عبدالقادر بدایونی۔ ترجمہ اردو، از ڈاکٹر علیم اشرف خاں۔ مطبوعہ قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی۔ طبع اول ۲۰۰۸ء)

.........''جو اصول و کلّیّات، اُسے پسند آجاتے، خواہ، وہ، مسلمانوں کے معتقدات کے موافق ہوں، یا مخالف، انہیں، وہ، دل و جان سے قبول کر لیتا تھا۔'' الخ۔ (ص۲۰۲۔ منتخبُ التواریخ، جلدِ دوم)

''**مجموعی طور پر، ایک خیال، اُس کے ذہن پر، پتھر کی لکیر، بن گیا تھا کہ:**

اصحابِ علم و دانش، تمام مذاہب میں موجود ہیں اور ہر قوم و مِلّت میں، عبادت گذار صاحبانِ کشف و کرامت کی، کمی نہیں رہی ہے۔ اِس لئے حق، ہر مذہب اور قوم میں، یکساں طور پر موجود ہے۔ اِسی لئے حق کو، کسی ایسے دین میں، ایسی مِلّت میں، محدود ومنحصر کر دینا، ضروری نہیں ہے جو، نسبتاً، نیا اور نَو پیدا ہو۔ اور اس کے نزول پر، ایک ہزار سال بھی نہیں گذرے ہیں۔'' الخ۔

(ص۲۰۳۔ منتخبُ التواریخ، جلدِ دوم۔ مؤلّفہ مُلاّ عبدالقادر، بدایونی۔ مطبوعہ نئی دہلی۔ ۲۰۰۸ء)

''**اِس نقطۂ نظر کا، لازمی نتیجہ، یہی تھا کہ:**

حشر ونشر اور دوسرے دینی اصول و معتقدات، جن کا ماخذ، حکمتِ نبوی ہے **معتبر اور قابلِ قبول، نہ رہیں۔**'' الخ۔ (ص۲۰۳۔ منتخب التواریخ، جلدِ دوم)

''ہندو مذہب کی طرف، مَیلان کے، جو، نتائج تھے، وہ، روز بروز، منظرِ عام پر آنے لگے۔'' الخ۔

(ص۲۰۴۔ منتخب التواریخ، جلدِ دوم۔ مؤلّفہ ملاّ عبدالقادر، بدایونی۔ مطبوعہ نئی دہلی۔ ۲۰۰۸)

''اور، اکبر کے خیالات پر، شیعیت کی بھی، اچھی خاصی چھاپ پڑ گئی۔'' الخ۔ (ص۲۰۶۔ حوالۂ مذکورہ)

''اکبر نے، جو، اپنے زعمِ حق پرستی میں، دنیا بھر کی گمراہیوں کا خریدار بنا ہوا تھا، نصرانیوں کو بھی

خالی ہاتھ، جانے، نہیں دیا۔ ان کی عیسائیت کی تصدیق کی، اور عیسوی مذہب، پھیلانے کی اجازت، دے دی۔'' الخ۔ (ص۲۰۷۔ منتخب التواریخ، جلدِ دوم)

''آفتاب پرستی کا بھی، دربار میں خوب، فروغ ہوا۔ اور نوروز جلالی کی تعظیم، بڑے اِہتمام سے کی جانے لگی۔'' الخ۔ (ص۲۰۸۔ منتخب التواریخ، جلدِ دوم)

''اس نے گائے کا گوشت، بند کرا دیا۔ اس کے گوبر کو، پاک سمجھنے لگا اور گائے کا گوشت کھانا حرام ہو گیا۔'' الخ۔ (۲۰۸۔ منتخب التواریخ، جلدِ دوم۔ مؤلّفہ ملاّ عبدالقادر، بدایونی)

''(آتش پرستوں کے اثر سے) اکبر نے حکم دیا کہ:

سلاطینِ عجم کی طرح، جو، اپنے آتش کدے، ہمیشہ، دَہکتا ہُوا، رکھتے تھے، ہمارے محل میں بھی شب و روز، آگ جلتی رہنی چاہیے۔ کیوں کہ:

آگ بھی، خدا کی نشانیوں میں سے، ایک نشانی اور اس کے انوار کا، پَرتو ہے۔'' الخ۔

(ص۲۰۸۔ حوالۂ مذکورہ)

''حکومت کے پچیسویں سال کے نَوروز کے دنوں میں، اکبر نے آفتاب اور آگ کے سجدے کا اعلان کیا۔ مُصاحبین بھی، چراغ جلنے کے وقت، قیام کا اِہتمام کرنے لگے۔

سنبلہ کی آٹھویں عید کے دن، اکبر، ہندوؤں کی طرح، پیشانی پر، قَشقہ (تِلک) لگا کر دولت خانے پر آیا اور جواہرات پروئی ہوئی ایک ڈوری، برہمنوں سے اپنے ہاتھ پر تبرک کی خاطر، بندھوائی۔ اور اُمَرا نے حسبِ مدارج، مَروارید اور جواہرات، اُس دن، نذر گذارے اور توہُّم پرستی کی، عَملاً وقولاً، تائید وحمایت کی۔ بادشاہ نے راکھی، بندھوانی بھی، شروع کر دی۔

غرض! اسلام کے خلاف، دوسرے مذاہب والے جو حکم اور رسم بھی بیان کرتے تھے، اکبر اُس کو، نَصّ قاطع سمجھتا تھا۔ اور اُمّتِ مسلمہ کے تمام اَحکام (اس کی نظر میں) خلافِ عقل تھے۔ جن کو، عرب کے سَر پھِروں اور رَہزنوں نے وضع کیا تھا۔

اور، اُن احکام کو، ماننے والے سارے مسلمان، بادشاہ کی نظر میں، ذلیل وحقیر ہو گئے۔''

(ص۲۰۹۔ منتخب التواریخ، جلدِ دوم)

''**بتدریج، یہ بے دینی اور بداعتقادی، اس انتہا کو پہنچ گئی کہ:**

احکامِ شریعت اور اسلام کی تردید و تنسیخ کے لئے کسی دلیل اور تاویل کی بھی

ضرورت نہیں رہی۔'' الخ۔ (ص ۲۰۹۔حوالۂ مذکورہ)

''بوڑھے عُلما نے عاجز آ کر، ایک مرتبہ، آصف خاں میر بخشی کے ذریعہ
خُفیہ طور پر، ابوالفَضل کو، کہلوایا کہ:
''تم، آخر کس وجہ سے، ہمارے پیچھے، پنجے جھاڑ کر، پڑے رہتے ہو؟''
اس نے جواب دیا: بس! یہ مَثَل سمجھو: میں، بیگن کا نہیں، بادشاہ کا، نوکر ہوں۔''

غرض! اس نے تھوڑے ہی عرصے میں، ان عالموں کو، اپنی ذہانت، باپ کی معاونت اور بادشاہ
کی پشت پناہی اور بخت کی یاوری سے، ایک ایک کو، ذلیل وخوار کردیا۔'' الخ۔ (ص ۲۱۱۔حوالۂ مذکورہ)

مُلاَّ مبارک ناگوری (متولد ۹۱۱ھ، ناگور۔متوفی ۱۰۰۱ھ۔آگرہ) اور ابوالفَیض فیضی بن مبارک
ناگوری (متولد، شعبان ۹۴۵ھ۔آگرہ۔متوفی، صفر ۱۰۰۴ھ۔آگرہ) وغیرہ نے
اکبر کو، غلط راستے پر ڈالنے میں، بنیادی کردار ادا کیا۔

یہاں تک کہ، مُلاَّ مبارک ناگوری نے، رجب ۹۸۷ھ/۱۵۸۹ء میں
ایک مَحضر نامہ، تیار کرکے، آئینِ اکبری/دینِ اِلٰہی کی باضابطہ بنیاد، ڈال دی۔
اِس مَحضر نامہ کا، اہم حصہ، درجِ ذیل ہے:

''سلطانِ عادل کا مرتبہ، اللہ کے نزدیک، مجتہد کے مرتبہ سے، بڑھ کر ہے۔
لِھٰذا، حضرت سلطانُ الاسلام، امیرُ المومنین، ظِلُّ اللہ، ابوالفتح، جلالُ الدّین محمد اکبر
بادشاہ غازی، خَلَّدَ اللہُ مُلْکَہ، عوام کی سہولت اور مملکت کے انتظامی مصالح کی خاطر
اگر، دین کے وہ مسائل، جو، مجتہدین کے نزدیک، اختلافی ہوں، کسی بھی ایک صورت کو تجویز کرکے
اس کے مطابق، اَحکام کا، اِجرا فرمائیں، تو، ان کی تجویز وحکم، مُتَّفَق علَیہ، متصوَّر ہوگا۔
اس کی اِطاعت اور پیروی، تمام رعایا پر، لازمی اور قطعی ہوگی۔
جب بھی، سلطانِ عالَم پناہ، کوئی بھی، ایسا قانون اور حکم، نافذ فرمائیں
جو، عوام کے لئے باعثِ سہولت ہو، اور نُصوصِ شرع کے مُغایِر نہ ہو، اُس پر عمل درآمد
ہر شخص پر، لازم اور قطعی ہوگا۔
اور اس کی مخالفت، عذابِ اُخروی اور خُسرانِ دینی ودنیوی کو، مستلزم ہوگی۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۲۱۹۔منتخبُ التواریخ، جلدِ دوم۔مؤلّفہ مُلاَّ عبدالقادر بدایونی۔قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی۔

طبع اول ۲۰۰۸ء۔اردو ترجمہ۔از ڈاکٹر علیم اشرف خاں)

''اس محضر کی صورت میں، بادشاہ کو، کلّی اختیارات مل گئے۔بَس، پھر کیا تھا؟
جلد ہی، اِجتہاد کا دروازہ کھُل گیا اور کسی کو، کسی قسم کی مخالفت کی مجال نہیں رہی۔
تحلیل وتحریم کا جھگڑا مِٹ گیا۔اور شریعت کے مقابلے میں، امام کی رائے کو، فوقیت، حاصل ہوگئی۔
بادشاہ نے، کُھلَّم کُھلاَّ
اسلام کو، تقلید کا، نام دے کر، اسے، پسِ پشت ڈال دیا۔'' الخ۔ (ص ۲۱۹۔حوالۂ مذکورہ)

''اس نے، دھڑلّے سے، عقائد ومسائل میں، نئی نئی اِختراعات، شروع کردیں۔
چنانچہ، قرآن کو، مخلوق، قرار دے دیا۔وحی کو، اَمرِ محال کہا۔
نبوت واِمامت کے بارے میں، شکوک پیدا کیے۔
جن، فرشتے اور دوسرے تمام غیبی اُمور، معجزوں اور کرامتوں کا، انکار کیا۔
قرآن کے تواتُر، اور اس کے کلامِ اِلٰہی ہونے پر، اعتراضات، وارِد کیے۔
مرنے کے بعد، بقاے روح اور عذاب وثواب کو، صرف، تناسُخ میں، محصور ومنحصر کردیا۔''

(ص ۲۲۰۔منتخبُ التواریخ، جلدِ دوم)

''ہجرت پر، ابھی، پورے ہزار سال نہیں ہوئے تھے، مگر، بادشاہ نے اپنے طور پر، یہ طے کردیا
کہ، ہجرت سے نہ سہی، حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی
بعثت سے، تو، پورے ہزار سال ہو چکے ہیں۔
اور اب، پیغمبر عَلَیْہِ السَّلام کے لائے ہوئے دین کی مدت، ختم ہو چکی ہے
اِس لئے، وہ وقت آ گیا ہے کہ، ہم، ایک نئے دین کے آغاز کا اعلان کردیں۔
اُس وقت، ایسے کسی دعوے اور اعلان کے لئے، کوئی رکاوٹ بھی، باقی نہیں رہی تھی۔
سب سے بڑی رکاوٹ، عُلما اور مشائخ کی تھی، جن کے اثر واقتدار کا لحاظ کرنا پڑتا تھا
ان عُلما کو، دربار سے، خارج کیا جا چکا تھا۔
اِس لئے نہایت اطمینان وجسارت کے ساتھ، اکبر نے اسلامی احکام کی منسوخی
اور ایک نئے دین کے اصول وقواعد کے نفاذ کا، فیصلہ کرکے، اِس سلسلے میں پہلا حکم، یہ صادر کیا کہ:
اب سے، سِکّہ پر، اَلفی تاریخ، یعنی ہزارواں سال، ثبت کیا جائے۔اور یہ ہزار سِنِ بعثت

ہجرت سے نہیں، بلکہ، بعثت سے موسوم کیا جائے۔" (ص ۲۵۰۔منتخب التواریخ، جلدِ دوم)

"بے دینی کی، یہ لَے، یہاں تک بڑھی کہ، لوگوں کو حکم دیا گیا کہ، وہ:

بادشاہ کا خاص کلمہ "لا اِلٰہَ اِلَّا اللہ اکبر خلیفۃُ اللہ" عَلانیہ، پڑھا کریں۔" الخ۔

(ص ۲۲۱۔منتخبُ التواریخ، جلدِ دوم، مؤلّفہ مُلّا عبدالقادر بدایونی۔ اردو ترجمہ از ڈاکٹر علیم اشرف خاں۔
مطبوعہ، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی۔طبع اول ۲۰۰۸ء)

مُرشد و مجدِّدِ سلسلۂ نقش بندیہ، حضرت خواجہ محمد عبدالباقی، باقی باللہ، نقشبندی، دہلوی (ولادت ذوالحجہ ۹۷۱ھ/جولائی ۱۵۶۴ء۔وصال ۱۰۱۲ھ/نومبر ۱۶۰۳ء) کے، دو مشہور اور ممتاز فَیض یافتگان:

(۱) مجدِّدِ اَلفِ ثانی، حضرت شیخ احمد، فاروقی، حنفی، نقشبندی، سرہندی۔

(ولادت شوال ۹۷۱ھ/جون ۱۵۶۴ء۔وصال صفر ۱۰۳۴ھ/دسمبر ۱۶۲۴ء)

(۲) امامُ المُحدِّثین، عاشقِ رسول، حضرت شیخ عبدالحق، حنفی، قادری، محدِّث دہلوی۔

(ولادت محرم ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء۔وصال ربیعُ الاوّل ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء)

اِن دونوں حضرات نے، خصوصیت کے ساتھ

اپنے علم و فضل، اِستقامت و کرامت، حکمت و بصیرت اور تقویٰ و دیانت کے ذریعہ **"دینِ اِلٰہی"** اور عہدِ اکبری و جہانگیری کی دیگر اِعتقادی و عَملی بِدعات و خُرافات کا، قلع قمع کیا۔

مجدِّدِ اَلفِ ثانی کے والد و استاد و مُربی اور مُرشد، مخدوم عبدُالاَحد فاروقی، سرہندی (وصال ۱۰۰۷ھ)، بڑے عالم فاضل، عارفِ کامل اور حضرت شیخ رکنُ الدّین چشتی، خلیفۂ حضرت شیخ عبدالقُدوس، گنگوہی، چشتی کے، ممتاز خلیفہ تھے۔

کتب و تعلیماتِ شیخ محی الدّین ابن عربی و شیخ شہابُ الدّین سہروردی کے ماہر تھے۔

سلسلۂ عالیہ قادریہ میں، حضرت سید شاہ کمال، کیتھلی، قادری (ولادت ۸۹۵ھ/۱۴۸۹ء۔وصال ۹۸۱ھ/۱۵۷۳ء) سے بھی، انہیں، خلافت، حاصل تھی۔

اپنے مُرشدِ طریقت، حضرت خواجہ محمد عبدالباقی، باقی باللہ، نقشبندی، دہلوی (وصال جمادی الآخرہ ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) سے، مجدِّدِ اَلفِ ثانی، شیخ احمد، فاروقی، سرہندی کو **غایت درجہ، تعلُّقِ خاطر تھا۔**

متعدد واسطوں سے، اپنی نسبت و اِرادت کا ذِکر، کرتے ہوئے حضرت مجدِّدِ اَلفِ ثانی

تحریر فرماتے ہیں:

"اِرادتِ مَن، بہ محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، بہ وَسائطِ کثیرہ است۔
در طریقۂ نقش بندیہ، بست و یک واسطہ، درمیان است۔ و در طریقۂ قادریہ، بست و پنج۔
و در طریقۂ چشتیہ، بست و ہفت۔" (مکتوب ۸۷، دفترِ سوم، مکتوباتِ مجدِّدِ اَلفِ ثانی)

حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے مجھے، کثیر واسطوں سے اِرادت و نسبت حاصل ہے۔ سلسلۂ نقش بندیہ میں، اِکیس (۲۱) واسطوں سے، سلسلۂ قادریہ میں، پچیس (۲۵) واسطوں سے، اور سلسلۂ چشتیہ میں، ستائیس (۲۷) واسطوں سے، اِرادت و نسبت حاصل ہے۔"

حضرت مجدِّدِ اَلفِ ثانی کو، دَورِ جہانگیری کے اِلحاد و بے دینی اور بدعات و ضلالات کے خلاف، اعلانِ حق کی پاداش میں، قید و بند کی صعوبتوں سے گذرنا پڑا۔

جیل کی آہنی سلاخوں کے اندر بھی، آپ نے اسلام کا پرچم، سربلند رکھا۔

اور سیکڑوں قیدی، آپ کے ہاتھ پہ، مشرَّف بہ اسلام ہوئے۔

راہِ اِستقامت میں، لذَّتِ اَلم کو، آپ نے شہد سے زیادہ، شیریں سمجھا۔

امامُ المُحدِّثین، عاشقِ رسول، حضرت شیخ عبدالحق، محدِّث دہلوی کے نام، اپنے ایک مکتوب میں، حضرت مجدِّدِ اَلفِ ثانی، شیخ احمد، فاروقی، سرہندی، تحریر فرماتے ہیں:

(ترجمہ) "**میرے مخدوم و مکرَّم!** مصائب میں، اگرچہ، بڑی تکلیف و ایذا برداشت کرنی پڑتی ہے۔ لیکن، اس میں، بڑی ہی، کرامت و مہربانی کی امید ہے۔

اسبابِ جہاں میں، حُزن و اَندوہ، سب سے بہتر ہیں۔

اور اس دنیا کے دسترخوان کی خوش گوار نعمت، مصیبت و اَلم ہیں۔

اِن شکر پاروں پر، دارُوے تلخ کا، رَقیق غلاف چڑھا ہوا ہے۔

اور، اِس تدبیر سے اِبتلا و آمائش کا راستہ، کھولا گیا ہے۔

سعادت مند لوگ، ان کی شیرینی پر نظر کر کے، تلخی کو، شکر کی طرح، چبا جاتے ہیں۔

اور تلخی کو، صَفرا کے برعکس، شیریں سمجھتے ہیں۔

اور کیوں نہ، شیریں سمجھیں کہ، محبوب کے سب افعال، شیریں ہوتے ہیں۔

هَنِيئاً لِاَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِينِ مَايَتَجَرَّعُ

غربتِ اسلام کے اِس دَور میں، آپ کا وجودِ مبارک، اہلِ اسلام کے لئے غنیمت ہے۔

سَلَّمَکُمُ اللّٰهُ وَ اَبْقَاکُمْ۔وَ السَّلام۔" (مکتوباتِ مجدِّدِ الفِ ثانی۔دفترِ دوم، مکتوب ۲۹)

حضرت شیخ عبدالحق، محدِّث دہلوی کے ذکر سے پہلے، آپ کا ایک روحانی وعرفانی مکتوب پیش کرنا، موقع کی مناسبت سے، ضروری سمجھتا ہوں، جسے حضرت شیخ محدِّث دہلوی نے حضرت خواجہ محمد عبدالباقی، باقی باِللہ، نقش بندی، دہلوی کی خدمت میں، ارسال فرمایا ہے:

(ترجمہ) "بندۂ حقیر کو، آپ کا، وَالا نامہ، ایک صاحب نے، لا کر دیا۔

مجھے، دو وجہوں سے اِس پر تعجب ہوا۔

اوّل: اِس لئے کہ، اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو، **شغل وحضور اور سکوت کی حالت** عطا فرمائی ہے۔ اِس سے کس طرح، اِس جانب، اِلتفات ہوا؟

دوم: اِس سے زیادہ تعجب کی بات ہے کہ:

آپ نے، اِس حقیر کو، **اُن باتوں سے مخاطب فرمایا ہے، جو، صرف، اہل کے سامنے** ظاہر کی جاسکتی ہیں۔ گویا، اِس طرح، آپ نے، اِس حقیر کو، اہل اور قابلِ اعتبار سمجھا۔

اِس حقیر میں کہاں، یہ اہلیّت اور کہاں، یہ مناسبت کہ:

مجھ جیسے بے مایہ کے سامنے، یہ باتیں، بیان کی جائیں؟

بہرحال! اِس وادی میں جب، آپ آئے ہیں، تو، بے شک، اِس میں، کوئی راز ہوگا۔

صادِقین کا، یہ وصف ہوتا ہے کہ، وہ:

ہر طالب کو، فائدہ پہنچاتے ہیں اور ہر مطلوب سے، فائدہ، حاصل کرتے ہیں۔

اگر، دوسرے فقرہ کا مِصداق، یہ فقیر ہے، تو، پہلے کا، مِصداق، آپ کی ذات ہے۔"

(مکتوبِ اول۔مکتوباتِ شیخ عبدالحق، محدِّث دہلوی)

ایمانِ کامل واِعتقادِ راسخ وطلبِ صادق وعملِ صالح اور دیانت واِستغنا سے آراستہ، حضرت شیخ سیف الدّین تُرک، قادری (وصال شعبان ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء) مُرید وخلیفۂ حضرت شیخ امانُ اللہ پانی پتی، قادری (وصال ۹۵۷ھ/۱۵۵۰ء) کے سعادت مند وشہرۂ آفاق فرزند، حضرت شیخ عبدالحق، حنفی، قادری، محدِّث دہلوی (ولادت ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء۔وصال، ربیع الاوّل ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) اپنے وقت کے مشہور محدِّث، حضرت شیخ عبدالوَہّاب متقی، قادری، شاذلی (ولادت

۹۰۲ھ۔وصال ۱۰۰۱ھ/۱۵۹۳ء) کے تلمیذِ رشید تھے۔ انہیں سے، صحاحِ سِتّہ کی سند، حاصل ہوئی اور بیعت واِرادت واِجازت کا رشتہ بھی، انہیں سے، اُستوار ہوا۔

حضرت شیخ عبدالحق، محدِّث دہلوی کو، اپنے والد ماجد، شیخ سیفُ الدّین تُرک، قادری سے روحانی تعلیم وتربیت کے علاوہ، حضرت سید موسیٰ گیلانی، قادری، ملتانی (وصال ۱۰۰۲ھ) فرزندِ حضرت سید حامد، المعروف بہ، حامد گنج بخش (وصال ۹۷۸ھ/۱۵۷۰ء) بن شیخ عبدالرَّزّاق قادری، یکے، از نبیرگانِ سیدنا، شیخ عبدالقادر، جیلانی، بغدادی، نیز، حضرت شیخ عبدالوَہّاب متّقی قادری، شاذلی، برہان پوری (وصال ۱۰۰۱ھ/۱۵۹۳ء)، تلمیذِ رشید، شیخ علی متّقی، قادری، شاذلی برہان پوری (وصال، جمادیٰ الاولیٰ ۹۷۵ھ/۱۵۶۷ء۔ مکہ مکرَّمہ) سے اِجازت وخلافت حاصل تھی۔

مختلف سلاسلِ طریقت میں آپ، اجازت سے سرفراز تھے۔ مگر، قادریت کا، رَنگ، آپ کے اوپر غالب تھا۔ چنانچہ، خود تحریر فرمایا کرتے تھے:

عبدُالْحَق بن سَیفُ الدِّین اَلدِّهْلَوِی وَطَناً۔اَلْبُخَارِی اَصْلًا۔اَلتُّرْکِی نَسَباً۔ اَلْحَنَفِی مَذْهَباً۔اَلصُّوفِی مَشْرَباً۔اَلْقَادِرِی طَرِیقَةً۔"

حضرت شاہ ابوالمَعالی، قادری، لاہوری (وصال ۱۶۱۵ء) سے بھی، حضرت شیخ محدِّث دہلوی، فیض یاب ہوئے۔ آخر عمر میں، آپ سے روحانی رہنمائی پائی۔

اور اِس راہ کی مشکلات کے حل کے لئے آپ کی طرف، رُجوع کیا کرتے تھے۔

متّحدہ ہندوستان میں علمِ حدیث کی نَشر واشاعت کے باب میں، امام المحدِّثین، عاشقِ رسول **حضرت شیخ عبدالحق، محدِّث دہلوی کا نام، سرِ فہرست ہے۔**

حضرت میر سید غلام علی آزاد، بلگرامی (وصال ۱۲۰۰ھ۔مدفون، خُلد آباد دکن) تحریر فرماتے ہیں:

"بہ نشرِ علوم، سیّما **علمِ حدیث شریف** پَرداختہ، بہ نَہجے کہ، در دیارِ عجم اَحَدے را، از عُلمائے متقدمین ومتأخرین، دست نہ دادہ است، ممتاز ومُستثنیٰ گردید۔

ودر فنونِ علمیہ، خاصۂ فنِ حدیث، کتبِ معتبرہ، تصنیف کرد۔

چناں کہ، عُلمائے زماں، اِعتنا بہ آں وَرزیدہ دستورُ العمل خود دارند۔"

(مآثِرُ الکِرام۔مؤلّفہ: سید غلام علی آزاد بلگرامی)

حضرت شیخ عبدالحق، محدّث دہلوی نے اپنی خداداد، دینی وعلمی صلاحیت اور روحانی قوت
کے ذریعہ، سَلاطین واُمرَا، اَور رِعایا، سب کی بیک وقت، ہدایت ورَہ نمائی فرمائی
اور متّحدہ ہندوستان میں، علمِ حدیث کے باضابطہ درس وتدریس کی داغ بیل، آپ ہی نے ڈالی۔
دینِ اسلام کی تائید وتقویت کے لئے، تصنیفات ومکتوبات کا سہارا لیا۔
اپنے دَور کے مروّجہ فتنوں کی بیخ کنی میں، اپنا سرمایۂ علم ومتاعِ فکر، سب کچھ قربان کیا۔
اور سنّتِ رسول واصولِ شریعت کے تحفظ واتّباع کی، تاحیات، تعلیم دیتے رہے۔
رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کے فضائل وکمالات، بیان کرکے، عشق ومحبتِ رسول
واتّباعِ سنّت وشریعت کا جذبہ، بیدار کیا۔ اور فقہِ حنفی پر، سختی کے ساتھ، قائم رہنے کی تلقین وتاکید فرمائی۔
گم رَاہ صوفیہ کو، دائرۂ شریعت میں رہنے کی دعوت دی۔ بزرگانِ دین سے عقیدت ومحبت
کا رشتہ، اُستوار کیا۔ عُلماے کرام کی آبرو بچائی۔

اور، اپنی زندگی کو، مثالی عالمانہ وعارِفانہ شکل میں، قوم وملّت کے سامنے، پیش کیا۔

حضرت شیخ عبدالحق، محدّث دہلوی اور حضرت مجدّدِ الفِ ثانی، شیخ احمد، فاروقی، سرہندی کی
عالمانہ ومجاہدانہ خدمات، ملّتِ اسلامیۂ ہند کی تاریخ میں، آبِ زَر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔
اپنے دَور میں، یہ دونوں حضرات، نہایت عظیم اور لافانی وبے مثال کارنامہ انجام دیتے ہوئے
اکبری اِنحراف واِرتداد واِلحاد کے آگے، سَدِّ سکندری بن کر، حائل ہوگئے۔

اِعتقادی وعملی اِنحرافات اور ضلالات وکفریات کا، مَردانہ وَار مقابلہ کرکے، اسلامیانِ ہند کے
دین وایمان کو، زمانہ کی دست بُرد سے بچایا۔ اور سرمایۂ ملّت کے نگہ بان، بن کر
تاریخِ اسلامیانِ ہند کا، درخشاں باب بن گئے۔

اٹھارہویں صدی عیسوی کے آغاز میں، حضرت شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی (ولادت ۱۱۱۴ھ/
۱۷۰۳ء۔ وصال ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) جیسی مُتعَددُ الجِہَات اور جامعِ کمالات شخصیت، پیدا ہوئی۔
حضرت شاہ عبدالرحیم، دہلوی (ولادت ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء۔ وصال ۱۱۳۱ھ/۱۹۔۱۷۱۸ء) جیسے بلند پایہ
عالم ومحدّث اور صاحبِ عرفان صوفی، آپ کے والدِ بزرگوار تھے۔
شاہ عبدالرحیم، دہلوی، شیخ محی الدّین ابنِ عربی کے مَدَّاح، اور نکتہ شناس عارِف
وصوفیِ صافی نہاد ہیں۔

سید عظمتُ اللہ، اکبرآبادی، چشتی وحضرت ابوالقاسم، اکبرآبادی، قادری کے فیض یافتہ اور
حضرت خواجہ محمد عبدالباقی، باقی باللہ، نقشبندی، دہلوی کے دوسرے فرزند، حضرت خواجہ محمد عبداللہ
اَلْمَعروف بہ، خواجہ خورد کے علمی وروحانی شاگرد، سید عبداللہ، اکبرآبادی خلیفۂ شیخ آدم بنوری
نقش بندی کے مُرید صادق اور سلسلۂ نقش بندیہ، باقویہ کے مشہور، بزرگ ہیں۔
حضرت شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی نے، حالاتِ زمانہ اور مسلمانانِ متحدہ ہند کی دینی ضرورت
کا احساس کرتے ہوئے قرآنِ حکیم کا، فارسی زبان میں، ترجمہ کیا۔

اِس ترجمۂ قرآن کے تعلق سے، یہ بات، بالکل غلط طور سے مشہور کردی گئی ہے کہ:

مسلمانانِ دہلی نے ترجمۂ قرآن کے خلاف، سخت ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے
کچھ شورش کی، اور ترجمۂ قرآن (فارسی) کرنے کی پاداش میں، مسجد فتح پوری، دہلی میں
شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی پر مسلمانوں نے ہی، قاتلانہ حملہ بھی کیا۔
یہ بات، محض، اَفواہ وافسانہ ہے جس کا حقیقت سے، دور کا بھی، کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔
''اَلْفَوْزُ الْکَبِیر فِی اُصُولِ التَّفْسِیر'' کے نام سے، شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی
نے **اصولِ تفسیر میں ایک معرکۃُ الآرا کتاب لکھی۔**
اَلْفَوزُ الْکَبِیر کا اردو ترجمہ، بقلم، یٰس اختر مصباحی، مجلسِ برکات، مبارک پور
ضلع اعظم گڑھ (یوپی۔ انڈیا) سے شائع ہو چکا ہے۔
مؤطّا امام مالک کی عربی زبان میں، اَلْمُسَوّٰی، اور فارسی زبان میں اَلْمُصَفّٰی، کے نام سے
شرح لکھی۔ **اصولِ فقہ اور تصوف وغیرہ میں، آپ کی کئی اہم کتابیں ہیں۔**

سب سے مشہور اور معرکۃُ الآرا کتاب، حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه ہے۔
جس میں آپ نے، شریعت کے اَسرار وحقائق، بیان کیے ہیں۔
افسوس ناک حقیقت، یہ ہے کہ:

حضرت شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی کے اَفکار، مسخ کرنے اور آپ کی شخصیت، مَجروح کرنے
کے لئے، عُلماے سُوء نے آپ کی کتابوں میں، تحریف واِلحاق کی مسلسل، مذموم حرکت کی ہے۔
بلکہ ''**اَلْبَلاغُ الْمُبِین**''، ''**تُحفَةُ الْمُوَحِّدِین**'' وغیرہ، مستقل کتب ورسائل
لکھ کر، آپ کے نام سے شائع کرنے کا سنگین جرم، رَوا، رکھا ہے۔

اِس لئے آپ کے صحیح نظریات وخیالات سے آگاہی کے لئے اَلْقَوْلُ الْجَلِی
اَنْفَاسُ الْعَارِفِیْن ،فُیُوْضُ الْحَرَمَیْن ،اَلدُّرُّ الثَّمِیْن ، اَلْقَوْلُ الْجَمِیْلُ
اور اِنْتِبَاہُ فِی سَلَاسِلِ اَوْلِیَا ءِ اللّٰہ جیسی کتابوں کا بنظرِ غائر، مطالعہ کیا جانا، ضروری ہے۔

مشہور صوفی محدِّث اور معمَّر بزرگ، شیخ ابوطاہر، کردی، مدنی سے حضرت شاہ ولی اللہ نے
بخاری شریف ودیگر کتبِ حدیث کی، حجازِ مقدس میں تعلیم، حاصل کی تھی۔

ان سے، سندِ حدیث کے علاوہ، سلسلۂ رِفاعیہ، شاذلیہ، سہروردیہ وغیرہ کی اجازت بھی، حاصل تھی۔

والدِ محترم، شاہ عبدالرحیم، دہلوی (وصال، صفر ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۸ء) سے، بہ عمر پندرہ (۱۵) سال
بیعت ہوکر، اَذکار واَشغالِ صوفیہ، خصوصاً طریقۂ نقش بندیہ میں، پہلے سے ہی مشغول تھے۔

اپنے مرضِ وصال میں حضرت شاہ عبدالرحیم، اپنے فرزند، حضرت شاہ ولی اللہ کو
بہ عمر، سترہ (۱۷) سال، اجازتِ بیعت وارشاد، مرحمت فرما چکے تھے۔

صرف، اپنے دَور کے عُلماے محققین وفُضَلاے مفکّرین میں نہیں، بلکہ، متحدہ ہندوستان کی
صدیوں پر مشتمل دینی وعلمی وفکری تاریخ میں، حضرت شاہ ولی اللہ کی حیثیت، ممتاز ہے۔
دینی، شرعی، علمی، فکری، اخلاقی، اجتماعی ہر شعبہ میں، آپ کی تحریرات، مجتہدانہ شان رکھتی ہیں۔
مسلمانوں کی ذہنی وروحانی تربیت میں، آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ اِصلاحِ عقائد واَعمال
اور اِصلاحِ معاشرہ کے باب میں، آپ کی خدمات ، نہایت، قابلِ قدر ہیں۔

علوم وفنونِ اسلامیہ اور شریعت وطریقت میں، آپ کی ذات، مَجْمَعُ الْبَحْرَیْن ہے۔
عُلما وصُلحا ومَشائخ وصوفیاے عصر کے درمیان، آپ اپنی مثال، آپ ہیں۔

امامُ الْمُحَدِّثِین ، حضرت شیخ عبدالحق، محدِّث دہلوی وحضرت مجدّد الفِ ثانی
شیخ احمد، فاروقی، سرہندی اور حضرت شاہ ولی اللہ، محدِّث دہلوی، **سَر آمدِ اَماثل واَقران ہیں۔**

ان مشاہیر عُلماے ہند نے ، داخلی وخارجی فتنوں سے اسلام واہلِ اسلام کا
تحفظ ودِفاع کیا۔ باطل خیالات وتحریکات کے ساتھ، پنجہ آزمائی کی۔
شعائرِ اسلام ومسلمین کی صیانت وحفاظت وحمایت میں، عمرِ عزیز کے قیمتی لمحات، صَرف کیے۔
مبتدعین ومتصوّفہ کی غیر شرعی حرکات کا، اِستیصال کیا اور اِدغام واِنضمام کی مُلحِدانہ
ومُشرِکانہ سازشوں اور کوششوں کا، نہایت عالمانہ ومجاہدانہ اور مَردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے

انھیں، ناکام ونامراد، بنایا۔

کتاب وسُنَّت کی ہدایات واَحکام سے مکمل وابستگی کے ساتھ، اسلافِ کرام ومشائخِ عِظام کے
مسلکِ حق وصراطِ مستقیم پر، گامزن رہنے کی، سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت وجماعت کو، تلقین وتاکید فرماتے رہے۔
اور، اسی عظیم خدمت کی انجام دہی میں، اپنی علمی وعملی وذہنی وفکری وقلمی توانائی
اور، دینی وروحانی اِستعداد وصلاحیت کو، قربان کردیا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی (ولادت ۱۱۵۹ھ/۱۷۴۶ء۔ وصال ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء)
حضرت شاہ ولی اللہ کے، وہ صاحبِ فضل وکمال، ممتاز عالم ومحدِّث، فرزند ہیں، جنھوں نے
دہلی میں، درس وتدریسِ حدیث کا مقدس فریضہ، ساٹھ (۶۰) برس تک، انجام دیا۔

آپ، علومِ دینیہ اسلامیہ کے بحرِ بے کراں ہیں۔ اپنے والد کے ممتاز شاگرد اور اپنے وقت کے
مَرجِع عُلما ہیں۔ ہندوپاک کے موجودہ، بیشتر عُلما ومحدِّثین کا سلسلۂ علمِ حدیث
حضرت شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی سے، منسلک ہے۔

حضرت شاہ رفیعُ الدّین، دہلوی، حضرت شاہ عبدالقادر، دہلوی، حضرت شاہ محمد اسحاق، دہلوی
حضرت شاہ مخصوصُ اللہ، دہلوی، حضرت شاہ غلام علی، مجدِّدی، دہلوی، حضرت مولانا فضلِ حق، خیرآبادی
حضرت مفتی صدرُالدّین آزردہ، دہلوی، حضرت مولانا رشیدُ الدّین خاں، دہلوی، حضرت مولانا حیدر علی
فیض آبادی، حضرت سید شاہ آلِ رسول، احمدی، برکاتی، مارہروی، حضرت شاہ فضلِ رحمان، گنج مرادآبادی
حضرت مولانا سلامتُ اللہ، کشفی، بدایونی وغیرھُم کا، سلسلۂ علمِ حدیث، آپ ہی سے منسلک ہے۔

تفسیرِ عزیزی، بُستانُ المحدِّثین، عُجالۂ نافعہ، فتاویٰ عزیزی، تحفۂ اِثناعشریہ جیسی گراں قدر
دینی وعلمی کتابیں، آپ کی یادگار تصانیف ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی، اپنے والدِ ماجد، شاہ ولی اللہ سے، متعدد سَلاسلِ طریقت
میں، نسبتِ بیعت وارادت رکھتے ہیں۔ اور انھیں سے، اجازت وخلافت بھی، حاصل ہے۔

اپنے اَعِزَّہ واَقارِب کو، آپ نے سلسلۂ قادریہ میں بیعت کیا تھا۔ دیگر معتقدین ومتوسلین
کو، سلسلۂ نقش بندیہ میں، اور اُمَراوَ حُکّام کو، سلسلۂ چشتیہ میں، بیعت کیا کرتے تھے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی کے آخری ایامِ حیات تک، متحدہ ہندوستان میں
اہلِ سُنَّت کی عُمومی قوت وتعداد تھی۔ اور انھیں کا، ہر طرف بول بالا تھا۔

کہیں کہیں، فرقۂ شیعہ کی بھی، معمولی سی آبادی ہوا کرتی تھی۔ جب کبھی، شیعیت نے سر اُبھارا تو، مذکورہ عُلمائے کرام نے، اس کی علمی و فکری طور سے، سرکوبی، کردی۔

حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نے، خُلفائے راشدین کے فضائل، جا بجا اپنی تحریروں میں بیان کیے اور مذہب و مسلکِ اہلِ سُنّت کی تائید میں متعدد کتابیں، بالخصوص "تکمیلُ الایمان" کے نام سے، ایک مستقل کتاب لکھی۔

حضرت مجدّدِ اَلفِ ثانی، شیخ احمد، فاروقی، سرہندی نے شیعہ اہلِ علم سے بحثیں کیں اور رسالہ "رَدِّ رَوَافض" لکھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے، اسی فارسی رسالہ "رَدِّ رَوَافض" کا، عربی زبان میں، بنام "اَلْمُقَدَّمَةُ السَّنِيَّةُ فِي اِنْتِصَارِ الْفِرْقَةِ السُّنِّيَّة" ترجمہ کیا۔

جس کی طباعت و اشاعت، حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجدّدی، دہلوی کی خصوصی توجہ سے، درگاہ شاہ ابوالخیر، چتلی قبر، دہلی سے، ہوچکی ہے۔

اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی نے، نہایت محنت و عرق ریزی کے ساتھ رَدِّ شیعیت کے موضوع پر، شاہکار تصنیف "تحفۂ اِثناعشریہ" سپردِ قلم فرمایا۔

بعض اہلِ تشیُّع اور عام طور سے نام نہاد مُوَحِّدِین وَ مُصلِحِین نے، مذکورہ اکابر اور دیگر مشاہیر عُلما و مشائخِ کرام کی تحریروں میں، بڑی چابک دستی کے ساتھ، اِلحاق و تحریف کیا ہے۔

جس کا، کچھ ذکر "اَلْقَوْلُ الْجَلِي" کی بازیافت" مطبوعہ لاہور میں ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ، جدید فکرِ وہابی اسمٰعیلی کو، پروان چڑھانے اور اسلامیانِ متحدہ ہند کے درمیان، اسے قابلِ قبول بنانے کے لئے مختلف، پُرفریب تدابیر کے ساتھ تحریف و اِلحاق کا بھی سہارا لیا گیا، اور خانوادۂ ولی اللّٰہی عزیزی کی کتب و رسائل میں اِس فعلِ قبیح و عملِ مذموم کا مسلسل، اِرتکاب اور مظاہرہ ہوتا رہا۔

چنانچہ، سلسلۂ عزیزی، ولی اللّٰہی اور سلسلۂ خیرآباد کے ایک معروف عالم و محقّق مولانا حکیم، سید محمود احمد، برکاتی، ٹونکی (کراچی) نبیرۂ حکیم، سید برکات احمد، ٹونکی، لکھتے ہیں کہ:

"شاہ ولی اللہ صاحب کے مصنّفات کو، نایاب کر کے، دوسرا قدم، یہ اُٹھایا گیا کہ:

اپنے مصنّفات کو، شاہ صاحب کی طرف، منسوب کر دیا گیا۔

اور اپنے نظریات کی تبلیغ، شاہ صاحب کے نام سے کی گئی۔

(۱) اَلْبَلَاغُ الْمُبِين، پہلی بار، ۱۳۰۷ھ میں، مطبع محمدی، لاہور سے ایک اہلِ حدیث عالم مولانا فقیرُ اللہ نے شائع کی۔ (وصایا اربعہ۔ پروفیسر محمد ایوب قادری۔ کراچی)

(۲) تُحفَةُ الْمُوَحِّدِين، سب سے پہلے، ایک اہلِ حدیث بزرگ، حاجی عبدالغفار دہلوی (علی جان والے) نے شائع کی۔ (حیاتِ ولی۔ طبع اول، اکملُ المطابع، دہلی۔ صفحہ آخر۔ ۱۳۰۱ھ)

(۳) اشارۂ مُستمِرّہ، پہلی بار، مولوی فضل الرحمٰن، استاذِ جامعہ مِلّیہ اسلامیہ، دہلی نے ۱۹۳۶ھ میں، مکتبہ عربیہ، قرول باغ، دہلی سے شائع کیا تھا۔ (وصایا اربعہ۔ پروفیسر محمد ایوب قادری۔ کراچی)

(۴) قولِ سَدِید، کے نام سے ایک رسالہ، شاہ صاحب کے نام سے شائع ہوا ہے۔ جس میں عدمِ تقلید کی تلقین و تاکید کی گئی ہے۔

ظاہر ہے کہ، یہ بھی، اہلِ حدیث حضرات نے ہی، شائع کیا ہوگا۔

(وصایا اربعہ۔ پروفیسر محمد ایوب، قادری۔ کراچی)

مندرجہ بالا رسائل میں "اَهْلُ السُّنَّة وَ الْجَمَاعَة" کے نظریات سے متضاد نظریات اور وہ متشدّدانہ اَفکار، پیش کیے گئے ہیں، جن کو، یہ حضرات "تَمَسُّک بِالْکِتَابِ وَ السُّنَّة" کا نام، دیتے ہیں۔ اور، جو "کتابُ التَّوحید" (از شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی) کی بازگشت ہیں۔

اِس طرح، شاہ صاحب سے اَحناف کو، جن کی برصغیر میں اکثریت ہے بدظن اور دور کرنے کی کوشش کی گئی۔"

(ص ۲۴۔ "شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب" مؤلّفہ حکیم سید محمود احمد، برکاتی، ٹونکی۔ مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ طبع دوم، مارچ ۲۰۰۶ء)

"مکمل رسائل و کتب، تصنیف کر کے، شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دینے کے علاوہ ایک ہلاکت خیزی، یہ کی گئی کہ:

شاہ صاحب کی تصنیفات میں، جا و بے جا ترمیم و اضافہ اور تحریف بھی کر دی گئی۔

"تَاوِيلُ الْاَحَادِيث" کی تازہ اِشاعت، مرتّبہ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی، شائع کردہ، ولی اللہ اکیڈمی، حیدرآباد، سندھ، ۱۹۶۷ء کے مقدمہ میں: ایک عجیب اختلافِ نُسَخ کی نشان دِہی کی گئی ہے۔

اور شقِّ قمر کے سلسلہ میں، شاہ صاحب کے منفردانہ نقطۂ نظر کے سلسلے میں اِنکشاف ہوا ہے کہ:

شاہ صاحب نے، وہ، ایک، دوسرے عالم کا قول، نقل کیا ہے۔

مگر، عام متداول و مطبوعہ نسخے میں، مقولہ، رہ گیا، اور قائل کا نام، حذف ہو گیا۔

کیا، یہ، بدنام اور نشانۂ اِعتراض بنانے کی سازش، نہیں ہو سکتی؟

ہمعات، حیدرآباد، سندھ سے ۱۹۶۴ء میں طبع ہوئی ہے۔ اس کے حواشی سے اختلافِ نسخ کا اندازہ ہوتا ہے کہ، اِس رسالے کے مخطوطہ و مطبوعہ نسخوں میں، نمایاں اختلافات ہیں۔

عِقدُ الجید کا اردو ترجمہ، مولانا محمد احسن، نانوتوی نے ''سِلکِ مَرْوَارِید'' کے نام سے ۱۳۰۹ھ میں شائع کیا تھا۔ اِس رسالہ کے آخر میں، ایک جگہ، **فَتحُ القَدِیر** کا، اِقتباس ہے۔

اس پر، حاشیے میں، مولانا محمد احسن، نانوتوی لکھتے ہیں:

قلمی نسخے میں انجام، اِس رسالے کا، اِس نقطہ پر ہے۔ فتحُ القدیر کی عبارت، آخرِ کتاب تک اس (نسخے) میں نہیں ہے۔ معلوم نہیں، خود مؤلّف نے بڑھائی ہے، یا کسی اور نے؟ (ص ۸۹)

یہی معاملہ، شاہ صاحب کے اَخلافِ کرام کی تالیفات کے ساتھ کیا گیا۔

شاہ عبد العزیز کا ''تحفۂ اِثنا عَشریہ'' شائع ہونے کے بعد، ایک صاحب نے لکھنؤ سے، انہیں، خط لکھا۔ **جس میں ''تحفہ'' کے بعض، ایسے الفاظ و عبارات کا حوالہ دیا جو، شاہ صاحب نے، لکھے ہی، نہیں تھے۔**

چنانچہ، **شاہ عبد العزیز نے، اس خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ:**

''و تعریضات، درباب معاویہ، رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنہُ از فقیر، واقع نہ شدہ۔

اگر، در نسخۂ از ''تحفۂ اِثنا عَشریہ'' یافتہ شود، اِلحاقِ کسے خواہد بود، کہ:

بِنا، بر فتنہ انگیزی و کید و مکر کہ، بِنائے مذہبِ ایشاں، یعنی گروہِ رَفَضَہ از قدیم، بر ہمیں اُمور است، ایں کار، کردہ باشد۔

چنانچہ، بہ سمعِ فقیر، رسیدہ کہ، اِلحاق، شروع کردہ اَند۔''

(''فضائلِ صحابہ و اہلِ بیت'' مطبوعہ لاہور۔ مع مقدمہ پروفیسر محمد ایوب، قادری)

اور حضرت معاویہ، رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنہُ پر، چوٹیں، میں نے نہیں کی ہیں۔

اگر ''تحفۂ اِثنا عَشریہ'' کے کسی نسخے میں، ایسی عبارتیں ہیں

تو، وہ، کسی نے، اپنی طرف سے، بڑھا دی ہوں گی۔

چوں کہ، رَوَافِض کے مذہب کی بنیاد، شروع ہی سے، فتنہ انگیزی اور مکر و کید پر ہے

اس لئے، یہ کام بھی، انہوں نے ہی، کیا ہو گا۔

چنانچہ، میں نے، سنا ہے کہ:

''تحفۂ اِثنا عَشریہ'' میں بھی، انھوں نے، اِلحاق، شروع کر دیا ہے۔''

(جس کا ثبوت آپ کا، یہ خط بھی ہے۔) الخ۔

(ص ۲۵ و ۲۶۔ ''شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب''۔ مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ۔ نئی دہلی۔ طبع دوم، مارچ ۲۰۰۶ء)

''شاہ ولی اللہ کے دوسرے فرزند، شاہ رفیعُ الدّین نے اردو، فارسی اور عربی میں متعدد، رسائل و کتب، تالیف فرمائیں۔ مگر، ان میں سے متعدد، ابھی تک مخطوط صورت میں، برصغیر کے صرف، دو ایک کتاب خانوں میں، پائے جاتے ہیں۔

کئی رسائل و کتب کا، نام کے سوا، کوئی نشان نہیں ملتا۔

تحریف کا نشانہ بھی، شاہ رفیعُ الدّین صاحب کی تالیفات ہوئیں۔

شاہ صاحب کا، اردو ترجمۂ قرآن، کئی بار، شائع ہو چکا ہے۔ قرآن مجید کا مکمل ترجمہ ہے۔

مگر، عبد الرحیم ضیا کا، بیان ہے کہ:

ترجمۂ قرآن، تحت لفظی، بعض کہتے ہیں کہ:

آپ نے شروع کیا تھا، مگر، ناتمام رہا۔ دوسروں نے، تمام کر کے، آپ کے نام سے، شہرت دی۔''

(ص ۱۸۔ ''مقالاتِ طریقت'')

شاہ رفیعُ الدّین صاحب نے، فارسی میں ایک رسالہ ''تنبیہُ الغافِلین'' کے نام سے لکھا تھا۔

ایک نَومسلم، منشی، بنی نرائن، جہاں لاہوری نے، اس رسالہ کا، اردو ترجمہ کیا تھا۔

سید عبد اللہ بن بہادر علی (صاحبِ مطبع احمدی، ہُگلی، بنگال) کا بیان ہے کہ:

یہ ترجمہ، بے محاورہ تھا۔ اور ترجمۂ آیاتِ کلام اللہ بھی، غلط تھا۔''

لیکن، خود، سید عبد اللہ نے، جو ترجمہ، ۱۸۳۰ء میں کیا تھا، اس کے لئے خود، اُن کا بیان ہے کہ **اِس میں، آیات و قصص کا، اضافہ، کیا ہے۔**

اس سے پہلے، کسی صاحب نے، یہ رسالہ، اپنے نام سے، شائع کر دیا تھا۔

لطف کی بات، یہ ہے کہ ''تنبیہُ الغافِلین'' کے تالیفِ شاہ رفیعُ الدّین ہونے کا علم ہی

دنیا کو، صرف، منشی جہاں لاہوری کے حوالے سے ہے۔

(تنبیہُ الغافلین سے متعلق معلومات، ماخوذ از مقالۂ عبدالحلیم چشتی، مطبوعہ، ماہنامہ "بیّنات" کراچی۔ رمضان ۱۳۸۳ھ)

شاہ ولی اللہ کے تیسرے فرزند، شاہ عبدالقادر کے، ایک، اردو رسالہ "تقریرُ الصّلوٰۃ" کا مولوی سید عبدالحیٔ نے ذکر کیا ہے۔ مگر، اس رسالہ کا وجود تو، درکنار، اس کا نام بھی، مولوی عبدالحیٔ کے سِوا، کسی اور نے نہیں لیا۔ (ص ۱۱۸۔ اَلثَّقافةُ الاسلامِیه فِی الْهِند، مطبوعہ بیروت)

شاہ عبدالقادر صاحب نے، قرآن کریم کا، جو، اردو ترجمہ کیا تھا، اُس کا سب سے پہلا ایڈیشن سید عبداللہ نے، مطبع احمدی، ہُگلی (بنگال) سے ۱۸۳۸ء میں شائع کیا تھا۔ مگر، یہ ترجمہ "موضِحُ القرآن" کے نام اور اضافات کے ساتھ ۱۳۰۷ھ۔۱۳۰۸ھ میں، دہلی سے شائع کیا گیا۔

مشہور اہلِ حدیث عالم، میاں نذیر حسین، دہلوی کے داماد، سید شاہجہاں نے اس پر تقریظ لکھی تھی۔ اور اس کے ملنے کا پتہ بھی "مدرسہ میاں نذیر حسین" تھا۔

مولوی سید احمد، ولی اللّٰھی نے "اَنفاسُ العارِفین" کے صفحۂ آخر پر، جن جعلی کتابوں کی نشان دِہی کی تھی، اُن میں "تُحفَةُ الْمُوَحِّدِین"، "اَلْبَلاغُ الْمُبِین" وغیرہ کے ساتھ، تفسیر "موضِحُ الْقرآن"، مطبوعہ خادِمُ الاسلام، دہلی منسوب، بہ طرف، شاہ عبدالقادر صاحب مرحوم، بھی ہے۔

مجلّہ "نقوش" لاہور (اپریل ۱۹۶۵ء) میں، ایک احمدی قلم کار، شیخ اسمٰعیل، پانی پتی نے "موضِحُ القرآن" کا مقدمہ، شائع کیا تھا۔

یہ مقدمہ، عام متداول مقدمے سے سراسر مختلف ہے۔

شیخ اسمٰعیل، پانی پتی کا بیان ہے کہ:

یہ مقدمہ، انہیں، حکیم نورُالدین، بھیروی کے کتب خانہ سے، دست یاب ہوا ہے۔

یاد، رَہے کہ، آنجہانی، حکیم نورالدین، بھیروی، پہلے، اہلِ حدیث تھا۔ پھر، احمدی خلیفۃُ المسیح ہو گیا۔

(اَستَغفِرُاللّٰہ)۔ **اللہ اللہ! کس کس کی مُہر ہے، سرِ محضر لگی ہوئی؟**

..........شاہ عبدالعزیز صاحب کے نواسے اور جانشین، شاہ محمد اسحاق، محدّث دہلوی کی طرف، دو کتابیں، منسوب ہیں۔ "مسائلِ اَربعین" اور "مأۃِ عامل"۔

ہم نے، اپنی کتاب "حیاتِ شاہ محمد اسحاق" میں، بہ دلائل، ثابت کیا ہے کہ:

اِن دونوں کتابوں کی نسبت، صحیح، نہیں ہے۔

ترجمۂ مشکوٰۃ (مظاہرِ حق) کے متعلق، نواب قطبُ الدّین دہلوی نے لکھا ہے کہ:

......کاتبوں سے، اس کی صحت میں، فرق آنے لگا تھا۔" (ص ۳۔ مظاہرِ حق)

آیتِ کریمہ: وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ۔ (سورۂ بقرہ۔ آیت ۱۷۳) کا، جو، ترجمہ و تفسیر فتحُ العزیز (تفسیرِ عزیزی، از شاہ عبدالعزیز) کے مطبوعہ نسخوں میں ملتا ہے، اُس کے متعلق:

شاہ عبدالعزیز، محدّث دہلوی کے شاگرد، اور شاہ غلام علی، مجدّدی، دہلوی کے خلیفہ شاہ، رَؤف احمد، نقشبندی (مجدّدی، رام پوری ثُمّ بھوپالی۔ وصال ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۳ء) نے اپنی کتاب "تفسیرِ رَؤفی" میں لکھا ہے کہ:

"اگر، کسی بکری کو، غیر کے نام سے منسوب کیا ہو۔ اور بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُ اکبر، کہہ کر ذبح کرے، وہ، حلال نہیں ہوتی۔ اور غیر کے نام کی تاثیر، اس میں، ایسی ہو گئی ہے کہ:

اللہ کے نام کا اثر، ذبح کے وقت، حلال کرنے کے واسطے، بالکل نہیں ہوتا۔"

یہ بات، کسی نے، مِلا دی ہے۔ (ص ۱۳۹۔ تفسیرِ رَؤفی، جلدِ اول۔ مطبع فتح الکریم، بمبئی۔ ۱۸۸۷ء)

(ص ۲۷ تا ص ۲۹۔ "شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب"۔ مؤلّفہ حکیم سید محمود احمد، برکاتی، ٹونکی۔ طبعِ دوم، مارچ ۲۰۰۶ء۔ مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵۔)

شاہ رفیعُ الدّین، محدّث دہلوی بن شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی کے نواسے

سید ناصرُ الدّین دہلوی کے صاحب زادے، سید مُعِزُّ الدّین، دہلوی تھے۔

سید مُعِزُّ الدّین، دہلوی کے صاحب زادے، مولانا مولوی سید ظہیرُ الدّین احمد، ولی اللّٰھی دہلوی (ولادت ۱۸۷۰ء۔ وفات نامعلوم) نے، مدرسہ رحیمیہ کی تجدید، مدرسہ عزیزی کے نام سے کی تھی۔ اور کتب و رسائلِ ولی اللّٰھی عزیزی کی طباعت کے لئے "مطبع احمدی" اور، اشاعت کے لئے "دوکانِ اسلامیہ" قائم کیا تھا۔

مولوی سید ظہیرُ الدّین احمد، عُرف سید احمد، ولی اللّٰھی، دہلوی نے، شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی کی بابرکت کتاب "اَلدُّرُّ الثَّمِین" کا، اردو ترجمہ کر کے، اسے اپنے مطبع احمدی، متعلقہ مدرسہ عزیزی، دہلی سے، شائع کیا تھا۔

آپ کی ایک تصنیف "یادگارِ دہلی" ہے۔ جو، اسی مطبع احمدی سے ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی تھی۔

مطبع احمدی، دہلی سے شائع شدہ، چند کتب و رسائل کے نام، مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اَلْطَافُ الْقُدُس (۲) سَطْعَات. مَعَ الْجُزْءِ اللَّطِیف (۳) سَعَادتِ کَونَین
(ترجمۂ فُیُوضُ الْحَرَمَین) محرم ۱۳۰۸ھ (۴) تَاوِیلُ الاحادیث۔ مترجَم (۵) ہَوَامِع (۶)
مجموعۂ فتاویٰ شاہ عبدالعزیز (۷) عُجالۂ نافعہ (۸) حُسنُ الْعَقِیدہ، مترجَم (۹) وصیت نامہ۔ مع
رسالہ دانش مندی، مترجَم (۱۰) اَنفَاسُ الْعَارِفِین (۱۱) مکتوبِ مدنی (۱۲) اِنتِبَاہ فِی سَلَاسِلِ
اَولِیَاءِ اللّٰہ (۱۳) اَنفاسِ رحیمیہ (مرتَّبہ شاہ اَہلُ اللہ) (۱۴) مجموعۂ رسائلِ شاہ رفیعُ الدِّین
محدِّث دہلوی (۱۵) حالاتِ عزیزی (۱۶) ارشادِ رحیمیہ۔ ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء۔

حکیم سید محمود احمد، برکاتی، ٹونکی (کراچی) نے، اپنی کتاب ''شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب''
میں، پچیس (۲۵) کتب و رسائل کے نام، لکھے ہیں۔ جن میں، مذکورہ کتب و رسائل، شامل ہیں۔

مولوی سید ظہیرُ الدِّین احمد، عُرف سید احمد، ولی اللّٰھی، دہلوی، تَاوِیلُ الاَحَادیث
(از شاہ ولی اللہ) مطبوعہ مطبع احمدی، دہلی کے آخر میں ''اِلتماسِ ضروری'' کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ:

........فِی زَمَانِنَا، اَلدُّنیَا زُوْرٌ وَ لَا یَحْصلُ اِلَّا بِالزُّوْر۔

تو، بعض حضرات نے، کمر، باندھی ہے اور دنیا کمانے کے واسطے، حضراتِ موصوفین
(عُلماے خانوادۂ ولی اللّٰھی) کی طرف، **اکثر کتابیں، منسوب کر کے، چھاپ دی ہیں۔**

جو، کسی طرح، ان حضرات کی کتابوں میں، نہیں ہیں۔

اور، اَربابِ بصیرت، ان کو پڑھ کر، ان کے عیب اور مفاسد کو، اِس طرح، جان لیتے ہیں
جس طرح، **ایک تجربہ کار نقَّاد، کھوٹے کو، کسوٹی پر لگا کر، پہچان لیتا ہے۔**

مگر، بہ فَحوَاے اَلْعَوَامُ کَالْاَنْعَام، بیچارے اردو پڑھنے والے، علم سے
بے بہرہ لوگ، اکثر، ان جعلی اور مصنوعی رسائل کو پڑھ کر، ضلالت اور گمراہی میں، مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اِس واسطے، میرا فرض ہے کہ:

میں، ان تمام رسائل کے نام، اِس کاغذِ کوتاہ میں لکھ دوں اور اپنے دین دار بھائیوں کو
اَربابِ زمانہ کی گندم نُما جو فروشی سے آگاہ کر دوں۔ آگے، اس پر عمل کرنا، نہ کرنا، ان کا فعل ہے۔

مَنَتْ آنچہ حق بود، گفتم تمام
تو دانی دِگر، بعد ازیں وَالسَّلام

اور، جعلی اور مصنوعی رسائل، یہ ہیں:

(۱) **تُحفۃُ الْمُوَحِّدِین**۔ مطبوعہ اکملُ المطابع، دہلی۔ منسوب، بہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب۔
(۲) اَلْبَلَاغُ الْمُبِین۔ مطبوعہ لاہور۔ منسوب، بہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب۔
(۳) تفسیر موضِحُ الْقُرآن۔ مطبوعہ خادمُ الاسلام، دہلی۔
منسوب، بہ طرف مولانا عبدالقادر صاحب مرحوم۔
(۴) ملفوظات۔ مطبوعہ میرٹھ۔ منسوب، بہ طرف مولانا شاہ عبدالعزیز۔''

(ص ۲۰۱ و ص ۲۰۲۔ ''شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب''۔ مؤلَّفہ حکیم سید محمود احمد، برکاتی، ٹونکی (کراچی)
مطبوعہ مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ طبعِ دوم، مارچ ۲۰۰۶ء۔)

رسالہ ''جامعُ الشَّوَاھِد''، مؤلَّفہ حضرت مولانا وصی احمد، محدِّث سورتی، پیلی بھیتی (وصال
جمادی الآخرہ ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء) کی تصدیق کرتے ہوئے، قاری عبدالرحمٰن، پانی پتی (وصال
۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء) تلمیذِ شاہ محمد اسحاق، محدِّث دہلوی (وصال ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۶ء۔ مکّہ مکرَّمہ)
فرقۂ وہابیہ کے بارے میں، اپنا مشاہدہ و تجربہ، اِس طرح، بیان کرتے ہیں:

**''تخمیناً، مدت چھیالیس (۴۶) سال، یعنی ۱۲۵۴ھ سے ۱۳۰۰ھ تک، اِس فرقے کو
خوب دیکھا۔ مسائلِ مندرجہ فتاویٰ ھٰذا کے سوا، بڑی بڑی مخالفتِ حدیث پر، یہ فرقہ
جَرِی ہے۔ مولانا اسحاق صاحب مرحوم، بَرملا، ان کو ''ضالٌ مُضِلٌ'' وعظ میں، فرمایا کرتے۔**

اور، یہ لوگ، باہر نکل کر، کہتے کہ:

میاں صاحب کا مذہب، وہی ہے، جو، ہمارا ہے۔ ظاہر میں، ایسا کہہ دیا ہے۔''

**اسی طرح، ہر عالمِ دیندار کو، ہم مذہب اپنا بتلا کر، دین سے اور قرآن و حدیث سے
منحرف کرتے ہیں۔**

**ان کے، دینِ محمدی سے مخالف ہونے اور اہلِ سنَّت و جماعت کے مخالف اور دشمن ہونے
میں، کچھ شک و شبہ نہیں۔**

**جیسے رَوَافض وخَوارِج کے پیچھے نماز پڑھنی، ویسے ہی، ان کے پیچھے، نماز پڑھنی ہے۔
ان کی اِمامت، جائز نہیں۔ تفصیل، طُول رکھتی ہے۔''**

(ص ۳۶۳۔ نَصرُ الْمُقَلِّدِین۔ مؤلَّفہ مولانا سید احمد علی، بٹالوی، لاہوری۔ طبعِ دوم از طلبۂ درجۂ سابعہ۔)

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی۔ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ/اپریل ۲۰۱۲ء۔ طبع اول ۱۳۲۰ھ لاہور)

مولانا شاہ، ابوالحسن زید، فاروقی، مجدّدی، دہلوی (متوفی دسمبر ۱۹۹۳ء) لکھتے ہیں:

"اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کلامِ پاک میں کئی جگہ، اِس قبیح فعل (تحریف واِلحاق) کی برائی، بیان فرمائی ہے۔ افسوس ہے، مولوی اسمٰعیل کے پیرَوان، اِس کام میں بہت بڑھ گئے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیز کی تحریرات ومکتوبات، حضرت شاہ عبدالقادر کے ترجمۂ قرآن اوران کی کتابیں، حضرت مجدّدِ الفِ ثانی، ان کی اولاد، حضرت شاہ غلام علی، حضرت شاہ علم اللہ، رائے بریلوی اور دیگر اکابر کے اَحوال میں، بہت سی تحریفات کرکے

محمد بن عبدالوہاب، نجدی اور مولوی اسمٰعیل، دہلوی کا، ہم نوا، سب کو، قرار دیا ہے۔"

(ص ۸۵۔ اَلْقَولُ الْجَلِی کی بازیافت، مطبوعہ لاہور)

اور، سو (۱۰۰) سال سے بھی، زیادہ عرصہ گذرا کہ:

محمد ظہیرُ الدّین، عُرف سید احمد، ولی اللّٰہی، دہلوی، جو، حضرت شاہ رفیعُ الدّین، محدّث دہلوی (ولادت ۱۱۶۳ھ/۱۷۴۹ء۔ وصال ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء) فرزندِ حضرت شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی کے نواسہ کے پوتے ہیں، وہ، لکھتے ہیں کہ:

"حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز اور اِس خاندان کی طرف لوگوں نے، کتابیں لکھ کر، منسوب کردی ہیں۔ اور موقع پایا تو، عبارت میں، تغیّر وتبدّل کردیا۔"

(دیکھیے: آخرِ کتاب۔ تاوِیلُ الْاَحَادِیْثِ فِی رُمُوْزِ قِصَصِ الْاَنْبِیَاء، از شاہ ولی اللہ دہلوی، مطبوعہ مطبعِ احمدی، کلاں محل، دہلی)

حضرت شاہ ولی اللہ کے افکار ونظریات، آپ کے تلمیذِ رشید وخلیفۂ اعظم، حضرت شاہ محمد عاشق، پھلتی (ولادت ۱۱۱۰ھ۔ وصال ۱۱۸۷ھ) نے، اپنی ضخیم کتاب "اَلْقَوْلُ الْجَلِی فِی ذِکرِ آثارِ الْوَلِی" (مطبوعہ خانقاہ کاظمیہ، کاکوری شریف، لکھنؤ) میں، مستند طور سے جمع کردیے ہیں۔

شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی نے، شاہ محمد عاشق، پھلتی کو، کہیں، اَعَزِّ اِخْوَان وَ اَجِلَّۃ خُلَّان، کہیں، سجادہ نشینِ اسلافِ کرام، کہیں، وِعَاءُ عِلْمِی وَ حَافِظُ اَسرارِی وَ ناظورُ کتبی وَالْبَاعِثُ عَلیٰ التَسْوِید اکثر منِھا وَالْمُباشِر لِتبییضِہٖ، لکھا ہے۔

شاہ محمد عاشق، پھلتی، اپنی تالیفِ مُنیف کے اِستناد کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ہیچ چیز، دریں رسالہ، بقیدِ قلم نیاوردہ، مگر، بَرآں جناب، مکرّر عرض شدہ وَبشرفِ اِصلاح نیافتہ۔" (ص۔۴)

ترجمہ: اِس رسالے میں، کوئی چیز، ایسی نہیں لکھی گئی ہے، جسے:

شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت میں پیش کرکے، اُس کی اصلاح، نہ کرائی گئی ہو۔"

حضرت شاہ ولی اللہ، خود، اِس اَلْقولُ الْجَلِی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

بعض اَعَزّ اِخْوَان وَ اَجِلَّۃ خُلَّان تفصیلِ آں واقعات، باوقائع دیگر، در رسالہ، مضبوط نمودہ اند۔ وآں را، بہ، "قولِ جلی" مسمّٰی کردہ اند۔ جزاہُ اللہُ خَیْرَ الْجَزَاء۔ (ص۹۴)

ترجمہ: ایک عزیز ترین بھائی اور محترم دوست نے، ان باتوں کو مع دیگر واقعات وحالات ایک رسالہ میں جمع کرکے، اس کا نام "قولِ جلی" رکھا ہے۔ جزاہُ اللہُ اَحْسَنَ الْجَزَاء۔

اَلْقَوْلُ الْجَلِی کا اردو ترجمہ، خانقاہِ کاکوری شریف ضلع لکھنؤ (اتر پردیش، انڈیا) سے ۱۹۸۸ء میں، شائع ہوچکا ہے۔

اور حضرت شاہ ابوالحسن زید، فاروقی، مجدّدی (متوفی دسمبر ۱۹۹۳ء) نے

اَلْقَوْلُ الْجَلِی کے فارسی مخطوطہ کا عکس بھی، طبع کرادیا ہے۔

تاکہ، یہ نادر ونایاب خزانہ محفوظ ہوجائے اور ایسے حضرات کی تحریف وتدلیس وتلبیس کا پردہ چاک ہوجائے، جو، صدیوں سے خود ساختہ "فکرِ ولی اللّٰہی" کے نام پر، اُمّتِ مسلمہ کو گمراہ کرنے کی، مذموم حرکتوں کا مسلسل اِرتکاب کرتے چلے آرہے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز، محدّث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) کے مُریدین اور حضرت شاہ عبدالقادر، محدّث دہلوی (وصال ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۴ء) کے شاگردوں میں، سید احمد، رائے بریلوی (متولد ۱۲۰۱ھ/۱۷۸۶ء۔ متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) کا نام بھی آتا ہے۔

اِسی طرح، حضرت شاہ عبدالغنی، دہلوی (ولادت ۱۱۷۱ھ/۱۷۵۷ء۔ وصال ۱۲۰۳ھ/۱۷۸۹ء) کے بیٹے اور حضرت شاہ عبدالقادر، دہلوی کے شاگرد، شاہ محمد اسمٰعیل، دہلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) اِسی خانوادۂ ولی اللّٰہی کے ایک فرد، اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے برادر زادہ ہیں۔

شاہ اسمٰعیل، دہلوی، سید احمد، رائے بریلوی کے مُرید ہیں۔

سید احمد، رائے بریلوی وشاہ اسمٰعیل دہلوی نے مسلکِ عزیزی ولی اللّٰہی سے، انحراف

اورمذہبِ اہلِ سُنّت میں اِنتشار واِختلاف کی داغ بیل، کیوں اور کس طرح ڈالی؟ اِسے جاننے
کے لئے، شیخ محمد اِکرام کی، یہ تحقیق، کافی ہے:

''اُن اصلاحی کوششوں سے، وہ (سید احمد، رائے بریلوی) بڑی حد تک، بے خبر تھے
جو، شیخ محمد بن عبدالوَہاب کے پَیرو، عرب میں کر رہے تھے۔
اور جن کا بیج، ابن تیمیہ نے، اپنی تصنیفات میں بویا تھا۔
جب، وہ، حج کے لئے مکہ معظّمہ تشریف لے گئے
تو، وہاں، انھیں، وہابیوں کے عقائد سے باخبر ہونے کا موقع ملا۔
جو، اُن کے سفرِ حج سے چند سال پہلے، مقاماتِ مقدسہ پر قابض ہوئے تھے۔
حضرت سید (احمد، رائے بریلوی) صاحب اور وہابیوں کے مقاصد میں بہت اِشتراک تھا۔
اِس لئے ان کے کئی ساتھی، وہابیت سے متأثر ہو آئے۔
مثلاً: وہابی عقائد میں، ایک اہم عقیدہ، عدمِ وجوبِ تقلیدِ شخصی کا ہے۔
اہلِ سُنّت مسلمان، فقہ کے چار بڑے اماموں، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور
امام احمد بن حنبل میں سے، کسی ایک کے پَیرو، اور ان کے طے کردہ مسائلِ فقہ میں سے، کسی ایک کے
مقلِّد ہوتے ہیں۔ **لیکن، وہابی، اسے، غیر ضروری سمجھتے ہیں۔**
اور فقہی اماموں کے بجائے، حدیث کی پَیروی کرتے ہیں۔
اِس مسئلہ پر، شاہ اسمٰعیل شہید نے، سفرِ حج کے بعد، اپنے آپ کو **''غیر مقلِّد''** ظاہر کیا۔''

(ص ۶۲۔ موجِ کوثر۔ مؤلّفہ شیخ محمد اکرام۔ مطبوعہ ادبی دنیا، مٹیا محل، دہلی)

''مولانا سید احمد، بریلوی اور شاہ اسمٰعیل شہید کی وفات کے بعد، یہ اختلافِ مسلک
بہت نمایاں ہو گیا۔ مولانا کے کئی معتقدوں کو، نجدی اور یمنی راہ نماؤں اور ان کے خیالات سے
واقفیت ہوئی۔ **اور انھوں نے، ان کا اِتّباع، اختیار کیا۔**
اور **غیر مقلِّد**، یا۔ **اہلِ حدیث**، یا۔ **وہابی**، مشہور ہوئے۔''

(ص ۶۵، موجِ کوثر۔ مؤلّفہ شیخ محمد اکرام۔ مطبوعہ دہلی)

حضرت شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی کے شاگرد، حضرت مفتی صدرُ الدِّین آزردہ
صدرُ الصُّدور دہلی (متوفی ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) کا ایک وقیع رسالہ، اِستحبابِ زیارتِ قبورِ صالحین

کے موضوع پر، بنام ''مُنْتَهَى الْمَقَال فِي شَرحِ حَدِيثِ لَا تُشَدُّ الرِّحَال''
اِس وقت، میرے پیشِ نظر ہے۔
اِس کے اندر، شیخ ابن تیمیہ اور ان کے متبعین کی، اچھی طرح، خبر گیری کی گئی ہے۔
اور ''شَدِّ رِحال'' کی **وہابی تشریح** کو، حضرت آزردہ دہلوی نے، تارِ عنکبوت کی طرح
بکھیر کر، رکھ دیا ہے۔

نجدی و اسمٰعیلی اِنحراف وضلال کی تحقیق وتفصیل جاننے کے لئے، سَیْفُ اللّٰهِ الْمَسْلُول
حضرت مولانا فضلِ رسول، عثمانی، قادری، بدایونی (وصال ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) کی مشہورِ زمانہ کتاب
''سیفُ الجبار'' مطبوعہ مطبع صبحِ صادق، سیتاپور، نیز طبعِ جدید لاہور وبدایوں کا مطالعہ، بے حد مفید ہے۔

حضرت مفتی صدرُ الدِّین، آزردہ، دہلوی (متوفی ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) اور امامِ حکمت وکلام
مولانا فضلِ حق، خیرآبادی (وصال ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) تلامذۂ حضرت شاہ عبدالعزیز، محدِّث
دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) مولانا فضلِ رسول، عثمانی، بدایونی کی دینی وعلمی خدمات
کے مُعترف ومدَّاح تھے۔

فرنگی محل لکھنؤ کی نہایت محترم، دینی وعلمی وروحانی شخصیت، حضرت مولانا شاہ احمد انوارُ الحق
فرنگی محلی (وصال ۱۲۳۶ھ/۱۸۲۱ء) کے نامور فرزند، مولانا نورُ الحق، فرنگی محلی (وصال ۱۲۳۸ھ/
۱۸۲۲ء) تلمیذِ بحرالعلوم، مولانا عبدالعلی، فرنگی محلی لکھنوی (وصال ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) ہیں۔
انہیں، مولانا نورُ الحق، فرنگی محلی کے، مولانا فضلِ رسول، عثمانی، بدایونی، شاگردِ رشید ہیں۔

مولانا فضلِ حق، خیرآبادی، حضرت شاہ عبدالقادر اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے بلند پایہ
شاگرد ہیں۔ آپ کے والد، علّامہ فضلِ امام، خیرآبادی (متوفی ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۹ء) خود جلیلُ القدر
عالم اور دہلی کے صدرُ الصُّدور تھے۔ فنِ معقولات میں یگانۂ روزگار تھے۔
اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے معاصرِ عُلما میں، ممتاز حیثیت کے، مالک تھے۔
مولانا فضلِ حق، خیرآبادی، اپنے دَور کی عبقری شخصیت کا نام ہے۔
منقولات ومعقولات میں، تبحُّرِ تام اور مختلف علوم وفنون میں آپ کو، مَلکۂ راسخہ حاصل تھا۔
تقریباً، ایک درجن معرکۃ الآرا کتابیں، آپ کی، یادگار ہیں۔
شاہ محمد اسمٰعیل، دہلوی کے مُنحرفانہ اَفکار وخیالات کی آپ نے، زبردست علمی وشرعی گرفت

فرمائی ہے۔ ''تَحقِیقُ الفَتوٰی''اور''اِمتِناعُ النَّظِیر''،اس پر،شاہدِ عدل ہیں۔
جو،اُس عہد وعصر کے مشاہیر عُلماے ہند،بِالخصوص تلامذۂ عزیزی ولی اللّٰھی کی تائیدات وتصدیقات سے،مُزَیَّن ہیں۔

انقلابِ ۱۸۵۷ء میں بھی،مولانا فضلِ حق،خیرآبادی نے،قائدانہ کردار ادا کیا۔
مسلمانوں کے خلاف،نصرانیوں کی سازشوں،اور شعائر وتشخُّصاتِ اسلامی کو،مجروح کرنے والی منظّم کوششوں کے خلاف،آپ نے،پُرزور آواز اٹھائی اور اِس راہ میں قید وبند کی صعوبتوں سے آپ،دوچار ہوئے۔مولانا عبدالحق خیرآبادی،مولانا عبدالقادر،عثمانی،قادری برکاتی،بدایونی مولانا ہدایت اللہ جون پوری،مولانا فیضُ الحسن،سہارن پوری وغیرہ،آپ کے قابلِ فخر تلامذہ ہیں۔

انیسویں صدی کے نصفِ اول میں،متحدہ ہندوستان کی مذہبی تاریخ میں جس نئے باب کا اضافہ ہوا،اُس کے ایک پہلو پر تبصرہ کرتے ہوئے،مشہور غیر مقلّدِ عالم،وحیدُ الزَّماں فاروقی،حیدرآبادی (متوفی ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء) بڑی صراحت کے ساتھ،لکھتے ہیں کہ:

(عربی سے ترجمہ) ''ہمارے بعض متأخِّر بھائیوں نے شرک کے بارے میں
بہت شِدَّت اختیار کی ہے۔اور اسلام کا دائرہ،تنگ کر دیا ہے۔
اور مکروہ،،یا۔حرام اُمور کو،شرک،قرار دیا ہے۔''
(اس عبارت پر،حاشیہ لکھتے ہوئے،مولانا وحید الزماں،حیدرآبادی
خود،نشان دِہی کرتے ہیں کہ،**یہ ہمارے متأخِّر بھائی،کون ہیں؟)**

''وہ،شیخ محمد بن عبدالوَہاب (نجدی) ہیں،جنھوں نے ان اُمور کو،شرک قرار دیا ہے۔
جیسا کہ،اہلِ مکّہ کی طرف،اِرسال کردہ،ان کے بیٹے،محمد،اور پوتے،عبداللہ کے مکتوب سے معلوم ہوتا ہے۔**اور مولانا اسمٰعیل دہلوی نے**
تقویۃُ الایمان،میں،اکثر اُمور میں،محمد بن عبدالوَہاب،نجدی کی،پَیروی کی ہے۔''

(حاشیہ ص ۲۶۔جلدِ اول،ہدیۃُ المہدی،از نواب وحید الزماں،مطبوعہ میور پریس،دہلی)

مولانا ابوالکلام آزاد (متوفی ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء) کے والد ماجد،مولانا خَیرُ الدِّین،دہلوی (ولادت ۱۲۴۷ھ/۱۸۳۱ء۔وصال،رجب ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) شاگردِ مولانا منوَّرالدِّین،دہلوی (وصال ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء) ومفتی صدرُالدِّین آزردہ،دہلوی،وعلّامہ فضلِ حق،خیرآبادی

تلامذۂ حضرت شاہ عبدالعزیز،محدِّث دہلوی،اپنے وقت کے جلیلُ القَدر عالم تھے۔
اپنے والد ماجد،مولانا خیرالدین،دہلوی کے بارے میں،مولانا ابوالکلام آزاد،بیان کرتے ہیں کہ:

''والدِ مرحوم،کہا کرتے تھے:
گم رَاہی کی موجودہ ترتیب،یوں ہے کہ: **پہلے،وہابیت۔پھر،نیچریت۔**
نیچریت کے بعد،تیسری قدرتی منزل،جو،اِلحادِ قطعی کی ہے،اس کا،وہ،ذکر نہیں کرتے تھے۔
اِس لئے کہ،وہ،**نیچریت ہی کو،اِلحادِ قطعی سمجھتے تھے۔**
لیکن! میں،اسے تسلیم کرتے ہوئے،اتنا اضافہ کرتا ہوں کہ:
تیسری منزل،اِلحاد ہے۔اور ٹھیک ٹھیک،مجھے،یہی پیش آیا۔
سرسید مرحوم کو بھی،پہلی منزل،وہابیت ہی کی،پیش آئی تھی۔''

(ص ۳۰۹۔آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی۔مطبوعہ لاہور،مرتّبہ عبدالرَّزّاق،ملیح آبادی)

سرسید احمد خاں (متوفی مارچ ۱۸۹۸ء) لکھتے ہیں:

''دہلی میں،ایک بڑا گروہ،مولویوں اور اُن کے تابعین کا،ایسا تھا کہ:
وہ،مذہب کی رُو سے،معزول بادشاہِ دہلی کو،بہت بُرا،اور بدعتی سمجھتے تھے۔
اُن کا عقیدہ تھا کہ:
دِلّی کی جن مسجدوں میں،بادشاہ کا قبض ودخل اور اِہتمام ہے،اُن مسجدوں میں نماز،درست نہیں۔
چنانچہ،وہ لوگ،جامع مسجد (دہلی) میں بھی،نماز،نہیں پڑھتے تھے۔''

(ص ۸۱۲۔حیاتِ جاوید،مؤلّفہ خواجہ الطاف حسین حالی۔طبعِ پنجم ۲۰۰۴ء۔قومی کونسل برائے فروغِ اردو۔نئی دہلی)

سید احمد،رائے بریلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) اور آپ کے متبِعین،مسجدِ نبوی ومسجدِ حَرام کے اندر،اپنے اِسی طرح کے خیال کے مطابق،اپنی الگ جماعت کیا کرتے تھے اور،اِن مساجدِ حَرمین شریفین کے اِماموں کی اِقتدا،نہ کرتے تھے اور نہ کرنے دیتے تھے۔

چنانچہ،معروف غیر مقلّدِ مؤرخ،غلام رسول مہر (متوفی ۱۹۷۱ء) لکھتے ہیں کہ:
''سید احمد،رائے بریلوی نے،مُریدوں کو،حکم دیا کہ:
جب،دوسرے لوگ،فارغ ہو جائیں،تو،اپنی جماعت،کھڑی ہو۔''

(ص ۲۲۲۔سیرتِ سید احمد شہید۔مطبوعہ کراچی)

شاعرِ مشرق، ڈاکٹر محمد اقبالؔ (متوفی ۱۹۳۸ء) کی تحقیق، یہ ہے کہ:

”قادیان اور دیوبند، اگرچہ، ایک دوسرے کی ضِد ہیں، لیکن! دونوں کا سرچشمہ، ایک ہے۔ اور، دونوں، اُس تحریک کی پیداوار ہیں، جسے عُرفِ عام میں ”وہابیت“ کہا جاتا ہے۔“

(ص ۴۶۲ـ۴۶۳۔ **اقبالؔ کے حضور**۔ اقبال اکیڈمی کراچی ۱۹۷۱ء۔ مؤلّفہ نذیر نیازی)

ابوحنیفۂ ہند، مولانا احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء)

حضرت مولانا نقی علی، قادری برکاتی، بریلوی (ولادت ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء۔ وصال ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) کے، نامور فرزند ہیں۔ **پچاس (۵۰) سے زیادہ علوم وفنون پر، آپ کو، عُبور تھا۔**

ذَکاوت وفَطانت، وُسعتِ مطالعہ اور سُرعتِ تحریر میں، اپنے دَور کے قابلِ رَشک صاحبِ علم وقلم ہیں۔

تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ میں، مہارت وتبحر، نعتیہ شاعری میں اِنفرادی رنگ، اور عشقِ رسولِ مقبول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں، آپ کو امتیازی مقام، حاصل ہے۔ معقولات وریاضی میں بھی آپ کو، مکمل مہارت تھی۔ چھوٹی بڑی تقریباً ایک ہزار کتب ورسائل، آپ کی دینی وعلمی یادگار ہیں۔

محبِّ رسول، تاجُ الفُحول، مولانا عبدالقادر، عثمانی، قادری برکاتی، بدایونی (وصال ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) کے مشورہ ونشان دِہی کے مطابق، آپ ہی کے ساتھ، اپنے والدِ ماجد، حضرت مولانا نقی علی، بریلوی اور ابتدائی استاذ، مولانا، مرزا غلام قادر بیگ، بریلوی (متوفی ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء۔ بریلی) کی رفاقت میں، **خانقاہِ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مطہّرہ (ضلع ایٹہ، یوپی) پہنچ کر**

۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں، بہ عمر بائیس (۲۲) سال، آپ، خاتِمُ الْاَکابِر، سید شاہ آلِ رسول احمدی، مارہروی (ولادت ۱۲۰۹ھ۔ وصال ۱۲۹۶ھ/دسمبر ۱۸۷۹ء) تلمیذِ حضرت مولانا نورُ الحق فرنگی محلی (وصال ۱۲۳۸ھ/۱۸۲۲ء) وحضرت شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) وخلیفہ وجانشینِ شمسُ العارفین، سید شاہ آلِ احمد، اچھے میاں، قادری برکاتی، مارہروی (وصال ۱۲۳۵ھ/جنوری ۱۸۲۰ء) سے، بیعت ہوئے اور اسی روز، اِجازت وخلافت سے بھی، نوازے گئے۔

۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں، والدِ محترم، حضرت مولانا نقی علی، بریلوی کے ساتھ، اپنے پہلے سفرِ حج کے موقع پر، حضرت شیخ عبدالرحمٰن سراج مفتیِ حنفیہ، وحضرت شیخ احمد زَینی دحلان مفتیِ شافعیہ، ودیگر اکابر وشیوخ کی طرف سے تفسیر، حدیث، فقہ، اصولِ فقہ وغیرہ کی

سندوں سے، حضرت مولانا احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی، سرفراز ہوئے۔

نصرانیت ومغربیت، اِلحاد وصُلحِ کلّیت، وہابیت وقادیانیت، مُشرکانہ رسوم وعادات ان سب کے خلاف، علمی وفکری توانائی کے ساتھ، حضرت مولانا احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی نے، مسلسل قلمی جہاد فرمایا۔

اَفکار ونظریاتِ باطلہ کے سامنے، سپر اندازی، اور ان کے اندر، اِدغام واِنضمام کی تحریکوں سے، جُرأتِ مومنانہ کے ساتھ، اختلاف کا اظہار کیا۔

اور، ان سب کی قباحت وشناعت سے، اُمّتِ مسلمہ کو، آگاہ اور متنبّہ فرمایا۔

رِفض وتشیُّع کے خلاف، فتاویٰ ورسائل تحریر فرمائے، وہابیت اور اس کی جُملہ شاخوں کے خلاف، آپ نے ہزاروں صفحات لکھے، اور قادیانیت کی گردن، مَروڑنے میں، آپ کا فولادی ہاتھ، معاصِرین سے آگے تھا۔

فقہِ حنفی کی تائید وحمایت اور فقہ واِفتا میں بصیرت وژَرف نگاہی سے، برصغیر ہند وپاک کے عُلما وفُضَلا وفُقہائے کرام، بخوبی، واقف ہیں۔

اسلامی تصوف اور معمولاتِ مشائخ کو، مُنکِرین ومخالفین کے حملوں سے، آپ نے بڑی حد تک علمی تحفظ، فراہم کیا۔ البتّہ، بے علم اور دنیادار صوفیہ کے نقصانات ومضرّات اور طریقت کے نام پر ہونے والی بعض خرافات سے، آپ نے شدید اختلاف کیا۔

بیانِ اَحکام ومسائلِ شرعیہ میں، ہمیشہ، آپ نے حَزم واِحتیاط اور اِعتدال کی راہ اپنائی۔ جائز کو جائز، مکروہ کو مکروہ، اور حرام کو حرام کہا۔ کسی مسئلے میں، اِفراط وتفریط کا شکار نہیں ہوئے۔

ابوحنیفۂ ہند، امام احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی کی خداداد بصیرت وتفقُّہ اور توفیقِ الٰہی کا فیضان تھا کہ، آپ کے بیان کردہ اور تحریر کردہ **شرعی وفقہی احکام وفتاویٰ سنّتِ نبوی وشریعتِ مصطفوی اور فقہِ اسلامی حنفی کے عین مطابق، ہوا کرتے تھے۔**

اور کوئی، ایسی زبانی، یا تحریری روایت نہیں کہ:

کبھی، آپ کو، اپنے جاری کردہ فتاویٰ کے تعلق سے کسی نَقص وندامت اور رُجوع کی نوبت آئی ہو۔

شاعرِ مشرق، ڈاکٹر اقبالؔ (متوفی ۱۹۳۸ء) نے، اپنے تأثرات میں آپ کی، اِس خصوصیت کا، بطورِ خاص، ذکر کیا ہے۔

حضرت مولانا سید سلیمان اشرف (متوفی ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء) صدر شعبۂ علومِ اسلامیہ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، خلیفۂ امام احمد رضا، بریلوی کی ایک خصوصی مجلس کا، ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر سید احمد عابد علی، سابق لکچرر شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کا تحریری بیان ہے کہ:

''غالباً، ۱۹۳۳ء کا واقعہ ہے کہ، علّامہ اقبالؔ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں، موجود تھے۔ ایک محفل، جس میں، مَیں بھی موجود تھا، دَورانِ گفتگو، مولانا احمد رضا خاں، بریلوی کا تذکرہ آ گیا۔

علّامہ مرحوم نے، مولانا بریلوی کو، خراجِ تحسین، پیش کرتے ہوئے کہا:

''ہندوستان کے دَورِ آخر میں، ان جیسا طبّاع و ذہین فقیہ، پیدا نہیں ہوا۔''

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے علّامہ مرحوم نے فرمایا کہ:

''میں نے، ان کے فتاویٰ سے، یہ رائے قائم کی ہے۔ اور ان کے فتاویٰ، ان کی ذہانت فطانت، جودتِ طبع، کمالِ فقاہت اور علومِ دینیہ میں، تبحرِ علمی کے، شاہدِ عدل ہیں۔''

نیز، فرمایا: ''مولانا، ایک دفعہ، جو، رائے قائم کر لیتے تھے، اُس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے۔ یقیناً، وہ، اپنی رائے کا اظہار، بہت غور و فکر کے بعد کرتے تھے۔ لِهٰذا، انہیں، اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں، کبھی کسی تبدیلی، یا۔ رجوع کی ضرورت نہیں پڑی۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔ عابد احمد علی۔ یکم اگست ۱۹۶۸ء۔

(مطبوعہ، ہفت روزہ ''اُفُق'' کراچی۔ شمارہ ۲۳/ تا ۲۸/ جنوری ۱۹۷۹ء۔ تحریری بیان کا عکس)

امام احمد رضا کی ایک، یہ بڑی ہی اہم خصوصیت ہے کہ:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے، آپ کی زبان و قلم کو، لغزشوں سے محفوظ رکھا۔

مکروہِ تنزیہی، مکروہِ تحریمی، حرام، ضلالت، کفر، اِرتداد جیسے کسی مسئلہ میں کبھی، ایسا نہیں ہوا کہ، جس کا، جو شرعی حکم اور درجہ ہے، اُس سے تجاوُز کر کے یا۔ تجاہُل، بَرت کر، کچھ کا کچھ، بیان کر دیا ہو۔ یا۔ اسے، لکھ دیا ہو۔

فتاویٰ رضویہ مترجَم (مع ترجمہ و تخریج) کی تیس (۳۰) ضخیم جلدیں (مطبوعہ ہند و پاک) **اِس حقیقت پر، شاہدِ عدل ہیں۔**

اور آپ کی اہم خصوصیت، یہ بھی ہے کہ:

بیانِ احکام و مسائل میں، کبھی آپ نے، اپنے اور پرائے کا کوئی امتیاز، رَوا نہیں رکھا۔

جو حکمِ شرع تھا، وہی، بیان کیا۔ اور کبھی آپ کی زبان و قلم سے، کسی طرح کی مداہنت و محابتِ غیر شرعی کا، کوئی جملہ، صادر نہیں ہوا۔

یہ محض، فضلِ الٰہی و انعامِ خداوندی ہے کہ:

ربِّ کائنات جَلَّ وَ عَلَا نے، اپنے ایک مخلص بندے اور اہلِ سنّت کے امامِ جلیل کو اپنی توفیق و عطا سے نوازا۔ اور صدقہ ہے رسولِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نظرِ کرم اور چشمِ عنایت کا، جس سے آپ، سرفراز ہوئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذٰلِکَ۔

جب کہ، دوسری طرف، خالص شرعی مسائل و احکام، اور اسلام و کفر کے مسئلے میں بھی، فتویٰ جاری کرنے کا حال، دار العلوم دیوبند کے نامور فاضل اور صحافی، مولانا عامر عثمانی، دیوبندی (متوفی ۱۹۷۵ء) کے ایک اداریہ کے مندرجہ ذیل اِقتباسات سے، واضح ہے:

(ایک فتویٰ میں) ''قاسم العلوم، غزالیِ وقت، حضرتُ العلّام، مولانا محمد قاسم، نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو، خود، مُفتیانِ دارالعلوم، دیوبند نے، نہ صرف، اہلِ سنّت والجماعت سے خارج کر دیا، بلکہ، نَعُوذُ بِاللہِ مِنْ ذٰالِک، کافر ٹھہرا دیا۔''

(ص ۹۔ ماہنامہ ''تجلّی'' دیوبند۔ ماہ اپریل ۱۹۵۶ء۔ جلد ۷۔ شمارہ ۲)

''**تفصیل**، اِس اِجمال کی، سہ روزہ ''**دعوت**'' دہلی کی، ۱۷/ جنوری ۱۹۵۶ء کی اِشاعت میں ملاحظہ فرمایئے۔

کسی نے، حضرت مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی چند سطریں، اُن کی کتاب:
''تَصفِیۃُ العَقائد'' سے نقل کر کے، دارُالافتاء دارالعلوم، دیوبند کو، بھیجیں۔
اور پوچھا کہ، اِن سطروں کے لکھنے والے کے بارے میں، **شرعی فیصلہ کیا ہے؟**

(ص ۱۰۔ ماہنامہ ''تجلّی''، دیوبند۔ اپریل ۱۹۵۶ء)

''مندرجہ ذیل فتویٰ، صادر فرمایا: فتویٰ نمبر ۱۴۔

اَلْجَواب: ۔اَنبیا عَلَیْھِمُ السَّلام، معاصی سے، معصوم ہیں۔
ان کو، مُرتکبِ معاصی سمجھنا (اَلْعَیاذُ بِاللہِ) اہلِ سنّت والجماعت کا عقیدہ، نہیں۔
اس کی وہ تحریر، خطرناک بھی ہے۔ اور عام مسلمانوں کو، ایسی تحریرات کا پڑھنا بھی جائز نہیں۔ فقط۔ وَاللہُ اَعلم۔

سید احمد علی سعید، نائب مفتیِ دارالعلوم، دیوبند۔

جواب، صحیح ہے۔ ایسے عقیدہ والا، کافر ہے۔

جب تک ، وہ، توبہ وتجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح نہ کرے، اُس سے قطعِ تعلق کریں۔

مسعود احمد، عَفَا اللّٰہُ عَنہ۔ مہر دارالافتا، فی دیوبند۔ اَلْھِند۔

(ص۱۰۔ ماہنامہ "تجلّی"، دیوبند۔ ماہ اپریل ۱۹۵۶ء)

عُلما و مفتیانِ دیوبند، جب، فتویٰ لکھ رہے تھے، تو، انہیں، معلوم نہیں تھا کہ:

تَصفِیۃُ العَقَائِد، مؤلّفہ مولانا محمد قاسم، نانوتوی سے، ماخوذ ومنقول عبارتوں کے خلاف وہ، فتویٰ، صادر کر رہے ہیں۔ اور جیسے ہی، اس کا علم ہوا۔

سارے عُلماے دیوبند کے درمیان ایک کہرام، بپا ہو گیا اور فتویٰ مذکور، نہ صرف کالعدم و بے اثر ہو گیا، بلکہ، اِس سارے معاملے کو **سمیٹ اور لپیٹ کر، سَرد خانے میں، ڈال دیا گیا۔**

قاری محمد طیب صاحب (متوفی ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء) اُس زمانے میں، دارالعلوم، دیوبند کے مہتمم تھے۔ ایسی صورت میں، یہ کیسے گوارا، کیا جا سکتا تھا کہ، اُن کے دادا:

مولانا محمد قاسم، نانوتوی (متوفی ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) کو، عقیدۂ اہلِ سنّت کا مخالف بلکہ، کافر، قرار دیا جائے؟ فَاعْتَبِرُوْا یا اُولِی الْاَبْصَار۔

دوسرا حادثہ سنیے۔ جسے مولانا عامر عثمانی (متوفی ۱۹۷۵ء) نے "ایک کہانی، ایک حادثہ" کے عنوان سے تحریر کیا ہے۔ اور، یہ حادثہ، خود، قاری محمد طیب صاحب سے متعلق ہے۔

"ابھی دسمبر ۱۹۶۲ء کے آخری عشرے میں، یہ حادثہ پیش آ چکا ہے کہ:

دارالعلوم، دیوبند کے صدر مفتی، جناب مولانا مَہدی حَسَن صاحب نے

کسی مُستفتی کے پیش کردہ اِستفتا پر، **بعض عبارتوں کو، کفر وضلالت کا گنجینہ، قرار دیا۔**

مگر، اُن کی قسمت سے، یہ عبارتیں نکلیں، جناب مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم، دیوبند کی۔

پھر، وہی آزمائش کی نازک گھڑی آ پہنچی، جو، آدمی کے جسم سے، اوپر کی کینچلی، اُتار دیتی ہے اور، وہ، آئینے کے سامنے، آ کھڑا ہوتا ہے۔

واقعہ مع تفصیل کے، اخبارات میں آ چکا ہے۔ اور ہند و پاک کے جریدوں میں

اس پر متعدد ریمارک بھی، ہو چکے ہیں۔

خاص طور سے، مدیرِ "فاران" کراچی نے، بہت بَسط سے، اظہارِ خیال کیا ہے۔" الخ۔

(ص۶۔ خاص نمبر، ماہنامہ تجلّی، دیوبند۔ شمارہ، مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء)

"لُطف، یہ ہے کہ، رُجوع پر آمادگی، ظاہر کیے بغیر، مفتی صاحب، انہیں دنوں اپنے وطن چلے گئے۔ اور وہاں سے حضرت مہتمم صاحب کو، خط لکھا تھا۔

اس میں بھی، کم وبیش، یہ الفاظ، ضرور موجود تھے کہ:

"رُجوع، مصلحت کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ، اس سے ذاتیات وشخصیات، متأثر ہوتی ہیں۔"

اس کے بعد، خدا ہی، بہتر جانتا ہے کہ:

کیا، پیش آیا اور کس نے مفتی صاحب کے قلب میں، رُجوع کا خیال، ڈال دیا کہ:

چند ہی روز بعد "اَلْجَمْعِیَّۃ" دہلی (بابت ۱۱ جنوری ۱۹۶۳ء) میں، مندرجہ ذیل اطلاع، خود، مفتی صاحب کی طرف سے شائع ہوتی ہے۔ نقل، مطابقِ اصل، ملاحظہ ہو۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص۱۰۔ ماہنامہ تجلّی، دیوبند۔ ماہِ مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء)

...........اَلحاصل! جواب سے، میں نے، رُجوع کر لیا ہے۔ وضاحت کے بعد جواب کا، وہ حکم، اِقتباسات پر، عائد نہیں ہے۔ وَالسَّلامُ عَلیٰ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدیٰ۔

سید مَہدی حَسَن (صدر مفتی دارالعلوم، دیوبند)

(ص۱۰۔ ماہنامہ تجلی، دیوبند۔ ماہ، مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء)

"خیر، فتویٰ تو، جیسا تھا، ویسا تھا۔ کمال، رُجوع میں کیا گیا ہے۔

ایک بھونڈی سی کہاوت ہے کہ:

"کمہار پر، تو، بَس نہیں چلا، گدھے کے کان، اینٹھ دیے۔"

اس کی، بہترین مثال، یہ رُجوع ہے۔

کُھلی بات ہے کہ، رُجوع، صرف اور صرف، اِس لئے کیا گیا ہے کہ:

"بد قسمتی سے نشانہ، وہ مہتمم صاحب بن گئے ہیں جن کے زیرِ اہتمام چلنے والی درس گاہ میں **مفتی صاحب، بَرسرِ روزگار ہیں۔**

اس کے سِوا، کوئی معقول بنیاد، رُجوع کی نہیں۔

کیوں کہ، مہتمم صاحب نے، اپنی توضیحات میں اپنے نکتے کو، جوں کا توں، رکھا۔
اور اُسی خیال پر، زور دیا ہے، جو، مفتی صاحب کی دانست میں، پَرلے سرے کا، کفر والحاد تھا۔
ایسا بھی نہیں ہے کہ، اِقتباسات میں، کوئی اِبہام رہا ہو، جو، توضیح کے بعد، دور ہو گیا ہو۔

اِقتباسات، صاف بتا رہے تھے کہ:

حضرت عیسیٰ اور محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مابین، دعویٰ حقیقی اِبنیت اور ولدیت کا نہیں کیا جا رہا ہے۔ بلکہ، بات، توضیح وتمثیل کی ہے۔ توضیح میں، مہتمم صاحب نے اسی کو، کھول کر بیان کر دیا۔

پھر، کیا گنجائش تھی کہ، مفتی صاحب کا، مزعومہ کفر والحاد، اسلام سے بدل جاتا؟

ادنیٰ رَیب کے بغیر، واضح ہے کہ:

رُجوع کا تعلق، جذبۂ حق پرستی سے، قطعاً نہیں۔

تاہم، اتنے بڑے صاحبِ منصب سے، بجا طور پر، توقع کی جا سکتی تھی کہ:

جو قصور، سرزد ہو چکا ہے، اُس کی لیپا پوتی میں

وہ، دانشوروں جیسی ہُنر مندی کا ثبوت دیں گے۔ مگر، وَا حَسْرَتاہ، کہ:

رُجوع، اتنا بدنما پیش فرمایا جس پر معمولی علم وعقل کے لوگ بھی، مطمئن، نہ ہو سکیں گے۔
اور موصوف کی دیانت وتقویٰ کے بارے میں، بہت بُری رائے، قائم کریں گے۔" الخ۔

(ص ۱۴ و ص ۱۵۔ ماہنامہ "تجلّی" دیوبند۔ ماہ مارچ واپریل ۱۹۶۳ء۔ بقلم مولانا عامر عثمانی)

اسلاف واکابرِ اسلام، ائمہ ومجتہدین وفُقَہائے عِظام اور عُلما وصوفیہ ومشائخِ کرام کی محبت وعقیدت، مسلمانوں کے دلوں میں، راسخ کرنے میں، ابوحنیفۂ ہند، عاشقِ رسول امام احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی کا، نمایاں کردار ہے۔

صحابۂ کرام واہلِ بیت اَطْہار واَنبیا ومُرسلین کی جناب میں، کسی کی زبان وقلم سے **کوئی ادنیٰ سی بھی، تقصیر وتوہین، آپ کے لئے قطعاً، ناقابلِ برداشت تھی۔**

عشق ومحبت اور اِتّباع واِطاعتِ رسولِ مقبول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا، آپ نے **زندگی بھر، درس دیا اور خود بھی، اس پر عامل رہے۔**

آپ نے، جو تَرانۂ نعت اور نغمۂ عشق، گن گنایا تھا، اُس کی گونج، بحر وبر کی وسعتوں میں پھیل چکی ہے۔ اور ہر طرف سے، اس کی صدائے بازگشت، اِس طرح، سنائی دے رہی ہے:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

طبقۂ عُلما میں، ہندوستان کے اندر، حضرت شیخ عبدالحق، محدّث دہلوی وحضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی، وعلّامہ فضلِ حق، خیر آبادی وعلّامہ فضلِ رسول، عثمانی، بدایونی وغیرھُم کے **علم وقلم کے ذریعہ، نُصرتِ اسلام، تائیدِ سُنّت، اِستیصالِ بدعت اور حمایتِ حق وصداقت کا** جو عظیم سلسلہ، شروع ہوا تھا، اُس کی، اپنے دَور میں، فقیہِ اسلام، ابوحنیفۂ ہند، حضرت مولانا احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی، ایک نہایت مضبوط کڑی تھے۔

آپ کی دینی وعلمی خدمات نے، اپنے پورے عہد کو، متأثر کیا۔

اور مسلم آبادی کو، سیلابِ فِتَن سے محفوظ رکھنے میں، آپ کی عالمانہ ومجاہدانہ مساعیِ جمیلہ **تاریخ عُلمائے متحدہ ہند کا، روشن وتابناک اور ناقابلِ فراموش باب ہے۔**

(ماہنامہ، کنزالایمان، دہلی۔ شمارہ، جنوری ۲۰۰۰ء۔ کچھ اضافہ کے ساتھ)

اہلِ سُنَّت و جماعت کا توَارُث و تسلسل

متّحِدہ ہندوستان کے مسلمان، ابتداہی سے، سنّی حنفی مذہب و مسلک کے پابند، رہے۔
خطۂ مالابارو کوکن میں، کچھ سنّی شافعی مسلمان، آباد ہیں۔ کہیں کہیں، تھوڑی تعداد میں، اہلِ تشیُّع بھی ہیں۔
مسلمانانِ متّحِدہ ہند کے درمیان، فرقہ بندی و تفرقہ بازی کا آغاز، اُنیسویں صدی عیسوی کے رُبعِ اول سے شروع ہوا۔ اور اِختلاف و نزاع کی گرم بازاری میں، ائمۂ اَربعہ کی تقلیدِ فقہی عُرفی کو، خصوصاً، اور تصوف و طریقت کو، عموماً، اپنی شدید تنقید، بلکہ، تنقیص و تفسیق کا نشانہ، بنایا گیا۔
تقلید و تصوف، دونوں کو، بدعت و ضلالت کے خانے میں رکھا گیا، اور اِسی بنیاد پر:
سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت سے الگ ہوکر، کئی نئے مذاہب و مسالک، عالَمِ وجود میں آ گئے۔
اِس حقیقت کو، تاریخی تسلسل کے ساتھ، جاننے کے لئے مولانا ابوالحسن علی، ندوی (متوفی ۲۲/ رمضان ۱۴۲۰ھ/ ۳۱/ دسمبر ۱۹۹۹ء) کے والد، حکیم عبدالحیّٔ، رائے بریلوی (متوفی ۱۳۴۱ھ/ فروری ۱۹۲۳ء) اور مولانا شبلی نعمانی (متوفی، ذوالحجہ ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء) کے شاگرد، سید سلیمان ندوی (متوفی ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۳ء) کی مندرجہ ذیل تحریریں، قابلِ مطالعہ اور معلومات افزا ہیں:
(۱) بعض لوگوں کے نزدیک، مسائلِ فِقہیہ میں، کسی امام کی تقلید، ناجائز و حرام ہے۔
اور، ان کے نزدیک، کتاب وسُنَّت سے، جو اَحکام، صَراحۃً معلوم ہوں
اُنھیں کا اِتّباع کرنا چاہیے۔ اور مسائلِ فقہ میں، قیاس و اِجماعِ اُمَّت، حُجتِ شرعی نہیں ہے۔
یہ مسلک، مولانا فاخر، الہ آبادی بن یحیٰی اور میاں جی، شیخ نذیر حسین، حسینی، دہلوی بن جواد علی اور نواب صدیق حسن، بھوپالی اور ان کے متبعین کا ہے۔
ایک گروہ کی رائے، اِس معاملہ میں، حدِّ اِفراط تک پہنچی ہوئی ہے اور تقلید کی حُرمت پر، یہ لوگ بہت مُصِر ہیں۔ مقلِّدین کو، یہ، اہلِ بدعت، شمار کرتے ہیں اور ان کو، نفس کا غلام سمجھتے ہیں۔
یہ لوگ، اپنی اِس سخت رائے میں، اِس حد تک بڑھ گئے ہیں کہ:
ائمۂ کرام، بِالخصوص امامِ اعظم ابوحنیفہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کی شان میں گستاخی بھی کر دیتے ہیں۔
یہ مسلک، شیخ عبدالحق، بنارسی بن فضل اللہ اور شیخ عبداللہ صدیقی، الہ آبادی وغیرہ کا ہے۔

اِن لوگوں نے اپنے مسلک و خیال کے مطابق، کتابیں بھی، تصنیف کی ہیں۔ مثلاً:
شیخ معینُ الدِّین، سِندھی بن امین کی ''دِرَاسَاتُ اللَّبِیب'' اور شیخ فاخر، الہ آبادی کی ''قُرَّۃُ الْعَیْنَیْن'' اور شاہ اسمٰعیل، دہلوی کی ''تَنْوِیْرُ الْعَیْنَیْن'' اور میاں سید نذیر حسین کی ''مِعْیَارُ الْحَق'' اور شیخ عبداللہ، الہ آبادی کی ''اِعْتِصَامُ السُّنَّۃ'' اور نواب صدیق حسن، بھوپالی کی ''اَلْجُنَّۃُ فِی الْاُسْوَۃِ الْحَسَنَۃِ بِالسُّنَّۃ'' وغیرہ ہیں۔............
عُلمائے اَحناف میں بھی، دو گروہ ہیں۔ ایک تحقیق و انصاف کی راہ پر ہے۔ مثلاً:
مُلّا بحرالعلوم، عبدالعلی بن مُلّا نظامُ الدِّین، مصنِّفِ ''اَرکانِ اربعہ''
اور، مولانا عبدالحیّٔ، فرنگی محلی بن عبدالحلیم، مصنِّفِ ''اَلتَّعْلِیْقُ الْمُمَجَّد''۔
اَحناف میں، دوسرا گروہ، اُن لوگوں کا ہے، جو:
تقلید پر، سختی سے قائم ہیں۔ اور اس کے خلاف کوئی چیز، برداشت نہیں کر سکتے ہیں۔ مثلاً:
مولانا شیخ فضلِ رسول، اموی، بدایونی اور ان کے متّبِعین۔''
(ص ۱۵۴۔ ''اسلامی علوم و فنون! ہندوستان میں''۔ مطبوعہ دارُالمصنفین، اعظم گڑھ۔ از حکیم عبدالحیّٔ، رائے بریلوی)
(۲) شاہ عبدالغنی صاحب، مجدِّدی کے ممتاز شاگرد
مولانا رشید احمد، گنگوہی اور مولانا محمد قاسم، نانوتوی، بانیِ دارُالعلوم ہیں۔
اور پورب میں، مولانا شاہ اسمٰعیل صاحب کے شاگرد، مولانا سخاوت علی، جون پوری وغیرہ ہیں۔
اِس سلسلہ میں، توحیدِ خالص کے جذبے کے ساتھ، حنفیت کی تقلید کا، رَنگ، نمایاں رہا۔
مولانا شاہ اسحاق صاحب، دہلوی کے ایک اور شاگرد، مولانا سید نذیر حسین صاحب بہاری، دہلوی ہیں۔ اِس دوسرے سلسلہ میں، توحید اور رَدِّ بدعت کے ساتھ، فقہِ حنفی کی تقلید کے بجائے، براہِ راست کتبِ حدیث سے، بہ قدرِ فہم اِستفادہ اور اس کے مطابق، عمل کا جذبہ نمایاں ہوا۔ اور اسی سلسلے کا نام ''**اہلِ حدیث**'' مشہور ہوا۔
تیسرا فریق، وہ تھا، جو، شِدَّت کے ساتھ، اپنی پُرانی رَوِش پر قائم رہا۔ اور اپنے آپ کو **اَھْلُ السُّنَّۃ** کہتا رہا۔ **اِس گروہ کے پیشوا، زیادہ تر، بریلی اور بدایوں کے عُلما تھے۔''**
(ص ۴۶۔ حیاتِ شبلی۔ از سید سلیمان، ندوی۔ مطبوعہ دارُالمصنفین، اعظم گڑھ۔)
حکیم عبدالحیّٔ، رائے بریلوی (متوفی ۱۹۲۳ء) اور سید سلیمان ندوی (متوفی ۱۹۵۳ء) کے بقول:

تقلید پر، سختی سے قائم رہنے والے، پرانی رَوِش پر، شِدَّت سے جَمے رہنے والے
اپنے آپ کو **"اہلِ سُنَّت" کہنے والے حضرات، عُلماے بدایوں و بریلی اور ان کے متبعین ہیں۔**
مارہرہ مطہّرہ و کچھوچھہ مقدَّسہ و بدایوں اور بریلی و مبارک پور جیسے مراکزِ اہلِ سُنَّت
و جماعت سے وابستہ، سنّی حنفی مسلمان، آج بھی، تقلیدِ فقہی عُرفی اور پرانی رَوِش کے خلاف
کچھ قبول، بلکہ، برداشت کرنے کو، تیار نہیں۔

مولانا حکیم سید محمود احمد، برکاتی، ٹونکی (کراچی) نبیرۂ حکیم سید برکات احمد، ٹونکی لکھتے ہیں:

"شاہ عبدالعزیز اور ان کے بھائیوں کے اَخلاف و تلامذہ میں، فکر و نظر اور مذہب و مسلک
کے تعدُّد نے، **دو گروہ، پیدا کر دیے تھے۔**

ایک گروہ، جس کے سربراہ، شاہ محمد اسمٰعیل، دہلوی تھے، شخصِ معیَّن کی تقلید کے وُجوب کا
مُنکِر، اور کسی حد تک، **محمد بن عبدالوَہاب، نجدی کا، ہم نوا تھا۔**

اور دوسرا گروہ، شاہ عبدالعزیز کے مسلک کا متبع، حنفیت پر، مطمئن و مُصِر
"حُکم بِا لْکُفْرِ وَالشِّرک" کے باب میں، محتاط تھا۔
مختصر، یہ کہ، جادۂ اِعتدال سے، مُنحرِف نہیں ہوا تھا۔

شاہ محمد موسیٰ، دہلوی (بن شاہ رفیعُ الدِّین، دہلوی، بن شاہ ولی اللہ، محدِّث دہلوی)
اِسی دوسرے گروہ کے، حامی و ناصِر تھے۔

علَّامہ فضلِ حق، خیرآبادی نے، جو "**حزبِ عزیزی**" کے گویا، قائد و نقیب تھے، شاہ محمد اسمٰعیل
کے متشدِّدانہ اَفکار و نظریات کے رَد میں سبقت کی اور تَحقِیقُ الْفَتویٰ فِی رَدِّ اَھلِ الطَّغویٰ
(تَحقِیقُ الْفَتویٰ فِی اِبْطالِ الطَّغویٰ) کے نام سے
ایک مفصَّل رسالہ میں، **دلائلِ عقلی و نقلی کے ساتھ، شاہ شہید کا، رَد کیا**
تو، اس کے آخر میں، جن ولی اللّٰہی اور عزیزی عُلما و فُضَلا کے دستخط تھے
اُن میں، شاہ محمد موسیٰ، دہلوی بھی تھے۔

پھر، یہ اختلاف، اِن دونوں گروہوں کو، شاہجہاں کی مسجدِ جامع میں منعقد، ایک مجلسِ مناظرہ
(۱۲۴۰ھ) میں، لے گیا، تو، اس میں بھی، **شاہ محمد موسیٰ، سرگرم نظر آتے ہیں۔**" اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۱۸۵ و ۱۸۶۔ "شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب" مؤلّفہ مولانا حکیم سید محمود احمد، برکاتی، ٹونکی۔ مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ

جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔ طبعِ دوم، مارچ ۲۰۰۶ء)

مولانا عبدالرحمٰن، پرواز اصلاحی (سرائے میر، ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی) اور پروفیسر محمد ایوب
قادری (کراچی) نے، مسلکی تقسیم کی، اپنے اپنے انداز میں، اِس طرح، وضاحت کی ہے:

(۱) حضرت شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی کے تلامذہ میں، اور ان سے اِنتساب رکھنے والوں
میں، **ایک گروہ، تو، شاہ صاحب کے مسلک پر، گامزن تھا۔**
اور مسائلِ شرعی میں، سَرِ مُو اِنحراف، پسند نہیں کرتا تھا۔
مگر، دوسرا گروہ، اِجتہاد اور عدمِ تقلید کا، رُجحان رکھتا تھا۔
چنانچہ، رفتہ رفتہ، ان گروہوں میں مختلف مسئلوں میں، اختلاف، رُونما ہوا۔"

(ص ۱۳۸۔ مفتی صدرُ الدِّین آزردہؔ۔ مؤلّفہ عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی۔ مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵)

(۲) **اَوَدھ میں، بڑے بڑے معقولین پیدا ہوئے۔**
آخری دَور میں، مولانا فضلِ حق خیرآبادی، اِس قافلے کے سالار تھے۔
انھوں نے اپنے والد، مولانا فضلِ امام، خیرآبادی کے علاوہ، خاندانِ ولی اللّٰہی سے بھی اِستفادہ
کیا تھا۔ مگر، وہ، شاہ اسمٰعیل، دہلوی اور شاہ اسحاق، دہلوی کے بعض افکار و نظریات سے
شدید اختلاف رکھتے تھے۔ **اور قدیم رَوِش پر، سختی سے، قائم تھے۔**
مولانا محبوب علی، دہلوی (تلمیذِ شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی) بھی، ان کے ہم خیال تھے۔
اِن حضرات نے، شاہ اسمٰعیل کے افکار و خیالات کی سختی سے، تردید کی۔
عُلماے بریلی و بدایوں، اِس سلسلے میں، ان کے مُعین و مددگار تھے۔"

(ص ۵۵۔ بہ عنوان! "**اردو میں مذہبی ادب**" اردو نامہ، کراچی۔ دسمبر ۱۹۷۵ء)

حقیقت سے قریب اور مزید آسان لفظوں میں، صحیح نتیجے تک پہنچنا چاہتے ہیں۔
تو، دو غیر مقلّد عُلما، محمد جعفر، تھانیسری (متوفی ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۵ء)
اور مولانا ثناءُ اللہ، امرتسری (متوفی ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) کے، یہ بیانات و مُشاہدات بھی
ملاحظہ فرماتے چلیں:

(۱) میری موجودگیِ ہند کے وقت (۱۲۸۰ھ/۱۸۶۴ء) شاید، پنجاب بھر میں
دس (۱۰) وہابی عقیدے کے مسلمان بھی، موجود، نہ تھے۔

اور، اب (۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء) مَیں، دیکھتا ہوں کہ:

کوئی گاؤں اور کوئی شہر، ایسا نہیں کہ، جہاں، مسلمانوں میں:

کم سے کم چہارم حصہ، وہابی، معتقد محمد اسمٰعیل کے، نہ ہوں۔"

(ص ۸۱۔ "تواریخِ عجیبہ" از محمد جعفر، تھانیسری۔ سنگِ میل پبلی کیشنز۔ لاہور)

(۲) امرتسر (پنجاب) میں، مسلم، غیر مسلم آبادی، مُساوِی ہے۔

اَسّی (۸۰) سال قبل، قریباً سبھی مسلمان، اُسی خیال کے تھے، جن کو، آج کل "حنفی بریلوی"
کہا جاتا ہے۔"   (ص ۴۰۔ "شمعِ توحید" از ثناءُاللہ، امرتسری۔ مطبوعہ مکتبہ ثنائیہ۔ سرگودھا، پنجاب، پاکستان)

مولانا ثناءُاللہ، امرتسری، مدیر مجلّہ "اہلِ حدیث" امرتسر، پنجاب (متوفی ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء)
نے، ۱۹۳۷ء میں، اپنا مذکورہ تجزیہ پیش کیا تھا۔ جس کے مطابق:

آج (۱۹۹۹ء) سے، تقریباً ستّر (۷۰) سال پہلے، امرتسر، پنجاب کی مسلم آبادی
اُسی خیال کی تھی، جسے، آج "حنفی بریلوی" کہا جاتا ہے۔

اور محمد جعفر، تھانیسری (متوفی ۱۹۰۵ء) کے مشاہدہ و تحقیق کے بہ موجب
آج (۱۹۹۹ء) سے تقریباً ڈیڑھ سو (۱۵۰) سال پہلے تک:

کسی وہابی، معتقد شاہ اسمٰعیل دہلوی کا، پنجاب بھر میں، وجود نہیں تھا۔

سراجُ الہند، شاہ عبدالعزیز، محدّث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) کے وصال کے
بعد، سنّی حنفی مسلک سے کچھ لوگوں کے انحراف اور عدمِ تقلید کے رُجحان نے
متحدہ ہندوستان کی مسلم اجتماعیت کا شیرازہ، منتشر کیا۔

اور توحید خالص کے تحفظ کے نام پر لکھی جانے والی کتاب "تقویۃ الایمان" از شاہ محمد اسمٰعیل
دہلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) ایسے لوگوں کا مَرجع، بن کر، سامنے آئی۔

مولانا اشرف علی، تھانوی (متوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کی بیان کردہ روایت کے مطابق:

خود، شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی صاحب کا، یہ خیال تھا کہ:

"میں نے، یہ کتاب لکھی ہے، اور مَیں، جانتا ہوں کہ:

اِس میں، بعض جگہ، ذرا تیز الفاظ آ گئے ہیں۔ اور بعض جگہ، تشدُّد بھی ہو گیا ہے۔

مثلاً: اُن اُمور کو، جو، شرکِ خفی تھے، شرکِ جلی، لکھ دیا گیا ہے۔"

اِن وجوہ سے، مجھے اندیشہ ہے کہ، اِس کتاب کی اشاعت سے، شورش، ضرور ہو گی۔

اگر، مَیں، یہاں رہتا، تو، ان مضامین کو، مَیں، آٹھ دس برس میں، بتدریج، بیان کرتا۔

لیکن، اِس وقت، میرا اِرادہ، حج کا ہے۔ اور وہاں سے واپسی کے بعد، عزمِ جہاد ہے۔

اِس لئے، مَیں، اِس کام سے معذور ہو گیا۔ اور میں، دیکھتا ہوں کہ:

کوئی دوسرا، اِس بار کو، اُٹھائے گا نہیں۔ اِس لئے میں نے، یہ کتاب، لکھ دی ہے۔

گو، اِس سے شورش ہو گی۔ مگر، توقع ہے کہ، لڑ بھڑ کر، خود، ٹھیک ہو جائیں گے۔"

(ص ۹۸، حکایت ۵۹، حکایاتِ اولیا (ارواحِ ثلثہ) از مولانا اشرف علی تھانوی، مطبوعہ کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند)

تیز اَلفاظ اور تشدُّد کو، پیرایۂ بیان کہا جا سکتا ہے، مگر، شرکِ خفی کو، شرکِ جلی
لکھنے کا اختیار، نہ جانے کیسے، مؤلّفِ تقویۃ الایمان کو، حاصل ہو گیا؟

شورش اور لڑنے بھڑنے کا ارمان، ضرور پورا ہو گیا۔

مگر، بگڑ جانے والے مسلمان، ٹھیک، آج تک، نہ ہو سکے۔

مولانا سید احمد رضا، بجنوری، قاسمی لکھتے ہیں:

"افسوس ہے کہ، اِس کتاب (تقویۃ الایمان) کی وجہ سے
مسلمانانِ ہند و پاک، جن کی تعداد، بیس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فی صد
حنفی المسلک ہیں، دو گروہوں میں، بٹ گئے ہیں۔"

(ص ۱۰۷۔ انوارُ الباری، جلد ۱۱۔ مرتّبہ مولانا سید احمد رضا، بجنوری۔ مطبوعہ ناشرالعلوم۔ بجنور)

مولانا ابوالکلام آزاد (متوفی ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء) کہتے ہیں:

"مولانا اسمٰعیل شہید، مولانا منوّرُالدّین کے ہم درس تھے۔

شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد، جب، انھوں نے تقویۃُ الایمان اور جلاءُ العینین
لکھی۔ اور ان کے مسلک کا ملک میں چرچا ہوا، تو، تمام عُلما میں، ہلچل پڑ گئی۔

ان کے رَد میں، سب سے زیادہ سرگرمی، بلکہ، سر براہی، مولانا منورُالدّین نے دکھائی۔
متعدد کتابیں لکھیں۔ اور ۱۲۴۰ھ والا مشہور مباحثۂ جامع مسجد (دہلی) کیا۔

تمام عُلمائے ہند سے فتویٰ مرتّب کرایا، پھر، حرمین سے، فتویٰ منگایا۔

ان کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ:

انھوں نے، ابتدا میں، مولانا اسمٰعیل اوران کے رفیق اور شاہ صاحب کے داماد
مولانا عبدالحیٔ (بڈھانوی) کو، **بہت کچھ، فہمائش کی۔اور ہر طرح سمجھایا۔**
لیکن، جب، ناکامی ہوئی، تو، بحث ورَد میں، سرگرم ہوئے۔
اور، جامع مسجد (دہلی) کا شہرۂ آفاق مناظرہ، ترتیب دیا۔
جس میں، ایک طرف، مولانا اسمٰعیل اور مولانا عبدالحیٔ (بڈھانوی) تھے
اور، دوسری طرف، مولانا منوّرُ الدّین اور تمام عُلمائے دہلی۔''

(ص ۴۸۔ ''آزاد کی کہانی، آزاد کی زبانی''۔مرتّبہ مولانا عبدالرزّاق، ملیح آبادی۔مکتبہ خلیل، اردو بازار، لاہور)

واضح رہے کہ ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں، جامع مسجد، دہلی میں ہونے والا مباحثہ ومناظرہ:
متحدہ ہندوستان کا، پہلا''سنّی وہابی مناظرہ'' تھا۔

مولانا مخصوصُ اللہ، دہلوی بن شاہ رفیعُ الدّین، دہلوی ومولانا محمد موسیٰ دہلوی بن شاہ رفیعُ الدّین، دہلوی بن شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی
ومولانا منوّرُ الدّین، دہلوی ومفتی صدرُ الدّین آزُردہ، دہلوی ومولانا احمد سعید، نقش بندی مجدّدی، دہلوی ومولانا رشیدُ الدّین خاں، دہلوی ومولانا فضلِ حق، خیرآبادی ومولانا حیدر علی فیض آبادی ومولانا خیرُ الدّین، دہلوی، تلامذۂ شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی بن شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی وغیرھُم کے علاوہ:
مولانا شاہ عینُ الحق عبدالمجید، عثمانی، قادری برکاتی، بدایونی ومولانا جمالُ الدّین، فرنگی محلی لکھنوی ومولانا فضلِ رسول، عثمانی، قادری برکاتی، بدایونی وحکیم صادق علی خاں، دہلوی (مسیحُ الملک حکیم اجمل خاں کے حقیقی دادا) ومولانا سید اشرف علی، گلشن آبادی ومولانا مخلص الرحمٰن، چاٹگامی ومولانا قلندر علی، زبیری، پانی پتی وغیرھُم، **بے شمار عُلمائے اہلِ سُنّت نے**
تقریر وتحریر، ہر طرح سے **''اسمٰعیلی وہابی مسلک''** اور اس کے افکار ونظریات کا
رَدّ وانکار وابطال کیا۔
اور مذہب ومسلکِ اہلِ سُنّت وجماعت کے تحفظ وصیانت کے فکری وقلمی ولسانی جہاد میں
اپنے علم وعمل کے ذریعہ، سرگرم حصہ لیا۔
حضرت شاہ مخصوصُ اللہ، دہلوی (متوفی ذوالحجہ ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۵ھ) بن شاہ رفیعُ الدّین، محدّث

دہلوی (وصال ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء) بن شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی (وصال ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) عَلَیْہِمُ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان سے
۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء میں، علّامہ فضلِ رسول، عثمانی، قادری برکاتی، بدایونی (متوفی ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) نے، سات (۷) سوالات ''تَقْوِیَۃُ الْاِیْمَان'' اور اس سے متعلق دیگر اُمور کے بارے میں کیے تھے۔ جو، مع سوال وجواب، رسالہ ''تَحْقِیقُ الْحَقِیقَۃ'' مطبوعہ بمبئی ۱۲۶۷ھ میں شائع ہو چکے ہیں۔
جن میں سے، صرف تین جوابات، یہاں، پیش کیے جا رہے ہیں۔
حضرت شاہ مخصوصُ اللہ، دہلوی (متوفی، ذوالحجہ ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۵ء) تحریر فرماتے ہیں:
''پہلی بات کا جواب، یہ ہے کہ:
''تَقْوِیَۃُ الْاِیْمَان'' کہ، میں نے اس کا نام ''تَفْوِیَۃُ الْاِیمان''، ساتھ ''ف'' کے، رکھا ہے۔
اس کے رَد میں، رسالہ، جو، میں نے لکھا ہے، اُس کا نام **''مُعِیدُ الْاِیمان''** رکھا ہے۔
اسمٰعیل کا رسالہ، موافق ہمارے خاندان کے کیا کہ:
تمام انبیا ورسولوں کی توحید کے خلاف ہے۔ کیوں کہ:
پیغمبر سب، توحید کے سکھلانے کو، اپنی راہ پر چلانے کو، بھیجے گئے تھے۔
اس کے رسالہ میں، اس توحید کا اور پیغمبروں کی سُنّت کا پتا بھی، نہیں ہے۔
اس میں، شرک اور بدعت کے اَفراد کو، گن گن کر، جو، لوگوں کو سکھلایا ہے
کسی رسول نے اور ان کے خلیفہ نے، کسی کا نام لے کر شرک، یا بدعت لکھا ہو
اگر، کہیں، ہو، تو اس کے پَیروؤں کو، کہو کہ، ہم کو، بھی، دکھاؤ؟
چوتھی بات کا جواب، یہ ہے کہ:
وہابی کا رسالہ، مَتن تھا۔ یہ گویا، اس کی شرح کرنے والا ہو گیا۔
پانچویں بات کا جواب، یہ ہے کہ:
بڑے عَمِّ بزرگوار (شاہ عبدالعزیز) کہ، وہ، بینائی سے معذور ہو گئے تھے
اس کو سنا، یہ فرمایا:
اگر، بیماریوں سے معذور، نہ ہوتا

تو ''تحفۂ اِثنا عَشریہ'' کا سا جواب، اس کا رَد بھی لکھتا۔''

اس کی بخشش، وہّابِ بےمنّت نے، اس بےاعتبار کو، دی۔

شرح کا، رَد لکھا۔ مَتن کا مقصد بھی، نابود، ہو گیا۔

ہمارے والد ماجد (شاہ رفیعُ الدّین، محدِّث دہلوی) نے اس کو، دیکھا، نہ تھا۔

بڑے حضرت (شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی) کے فرمانے سے، کُھل گیا کہ:

''جب، اس کو، گمراہ جان لیا، تب اس کا، رَد لکھنا، فرمایا۔''

(ص ٦١٧ تا ص ٦٢٠۔ ''**انوارِ آفتابِ صداقت**''، مؤلّفہ مولانا قاضی فضلِ احمد، لدھیانوی۔ مطبوعہ کریمی پریس،

لاہور۔ ١٣٣٨ھ/١٩٢٠ء)

حضرت شاہ احمد سعید، مجدّدی، نقشبندی، دہلوی (وصال ١٢٧٧ھ/١٨٦٠ء) خلیفہ و جانشینِ حضرت شاہ غلام علی، مجدّدی، نقشبندی، دہلوی (وصال، صفر ١٢٤٠ھ/١٨٢٤ء) وتلمیذِ رشید شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی (وصال ١٢٣٩ھ/١٨٢٤ء) نے

شاہ مخصوص اللہ، دہلوی (وصال، ذوالحجہ ١٢٧١ھ/١٨٥٥ء) کا، یہ تأثُّر، نقل فرمایا ہے کہ:

''اسمٰعیل کو، ہم لوگوں نے سمجھایا۔ نہیں مانا۔

اور جتنا ہندوستان میں فتنہ پھیلا ہے، اس کی ذات سے پھیلا ہے۔''

(**تحقیقُ الحَقِّ المُبِین**۔ از شاہ احمد سعید، مجدّدی، دہلوی۔ مطبوعہ دہلی)

ایک ثقہ اور متواتر روایت ہے کہ:

مولانا حافظ شاہ عبدالعزیز، اَخوند دہلوی (وصال، مُحرمُ الحَرام ١٢٩٦ھ/١٨٧٨ء) کے استاذ مولانا بُرہان اَخوند، جو، نادر شاہ، دُرّانی کی فوج کے ہمراہ، دلی آئے تھے اور شیخ محمد ابراہیم، ذوقؔ دہلوی کے پیر و مُرشد تھے، انہوں نے، شاہ محمد اسمٰعیل، دہلوی کو، بارہ ربیعُ الاوّل کی محفل میں شرکت کی دعوت دی۔ جس کے جواب میں، **انہوں نے، اس محفل کو، بدعت، قرار دیا۔**

اس کی اطلاع، جب، شاہ مخصوصُ اللہ، دہلوی کی عالمہ فاضِلہ صاحبزادی کو ہوئی۔

تو، انہوں نے، شاہ بُرہان اَخوند کو، بُلا بھیجا۔ اور ان سے فرمایا کہ:

''آپ، شاہ اسمٰعیل کی باتوں میں، نہ آئیں۔ وہ، گمراہ ہو گیا ہے۔''

شاہ محمد اسمٰعیل، دہلوی (متوفی ١٢٤٦ھ/١٨٣١ء) **کی تجدُّد پسندی و خود رَائی کا**

ایک عبرت انگیز نمونہ، ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا اشرف علی، تھانوی (متوفی ١٣٦٢ھ/١٩٤٣ء) ایک تاریخی روایت، بیان کرتے ہیں کہ:

''شاہ اسحاق صاحب، بیان فرماتے ہیں کہ:

جب، مولوی اسمٰعیل نے، رَفعِ یَدَین شروع کیا۔

تو، مولوی محمد علی صاحب و مولوی احمد علی صاحب نے، جو، شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد اور ان کے کاتِب تھے، شاہ صاحب سے عرض کیا کہ:

''حضرت! مولوی اسمٰعیل نے، رَفعِ یَدَین شروع کیا ہے اور اس سے مفسدہ پیدا ہو گا۔

آپ، ان کو، روک دیجیے۔''

شاہ صاحب نے فرمایا: مَیں تو، ضعیف ہو چکا ہوں، مجھ سے مناظرہ نہیں ہو سکتا۔''

جب، شاہ عبدالقادر صاحب، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

''میاں عبدالقادر! تم، اسمٰعیل کو، سمجھا دینا کہ:

وہ، رَفعِ یَدَین، نہ کیا کرے۔ کیا فائدہ ہے۔ خواہ مخواہ میں، شورش، پیدا ہو گی۔''

شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا:

''حضرت! مَیں کہہ تو دوں، مگر، وہ، مانے گا نہیں اور حدیثیں، پیش کرے گا۔''

شاہ عبدالقادر نے مولوی محمد یعقوب صاحب کی معرفت، مولوی اسمٰعیل صاحب سے کہلا بھیجا کہ: **تم، رَفعِ یدین چھوڑ دو۔ اِس سے خواہ مخواہ، فتنہ ہو گا۔''**

جب، مولوی محمد یعقوب صاحب نے، مولوی اسمٰعیل صاحب سے کہا

تو، انھوں نے جواب دیا کہ:

''اگر، عوام کے فتنے کا خیال کیا جائے۔

تو، پھر، اِس حدیث کے کیا معنیٰ ہوں گے؟

مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِی عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِی فَلَهٗ اَجْرُ مِاۃِ شَهِیدٍ۔

کیوں کہ، جو، سُنّتِ مَترُوکہ کو، اختیار کرے گا، عوام میں، شورش، ضرور ہو گی۔''

مولوی محمد یعقوب صاحب نے، شاہ عبدالقادر صاحب سے، ان کا جواب، بیان کیا۔

اس کو، سُن کر، شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا:

''بابا! ہم تو سمجھے تھے کہ، اسمٰعیل، عالم ہوگیا۔ مگر، اس نے تو ایک حدیث کا معنیٰ بھی نہیں سمجھا۔

یہ حکم، تو، اُس وقت ہے جب کہ، سُنَّت کے مقابل، خلافِ سُنَّت ہو۔

اور مَا نَحنُ فِیهِ میں، سُنَّت کا مقابل، **خلافِ سُنَّت نہیں، بلکہ، دوسری سُنَّت ہے۔**

کیوں کہ، جس طرح، رَفعِ یَدَین، سُنَّت ہے۔ **یوں ہی، اِرسال بھی، سُنَّت ہے۔''**

(حکایت ۳۷، **اَرواحِ ثلاثہ**۔ اِمدادُ الغُربا، سہارن پور۔ ۱۳۷۰ھ)

شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) وشاہ عبدالقادر، محدِّث دہلوی (وصال رجب ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۴ء) نے، اپنے برادرزادہ، شاہ محمد اسمٰعیل، دہلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱) کے بارے میں، جن پیشگی تأثُّرات وخیالات کا، مندرجہ بالا واقعہ کے اندر، اِظہار کیا ہے **اس سے، دودو چار کی طرح، واضح ہے کہ:**

ان حضرات کو، شاہ محمد اسمٰعیل، دہلوی کی خودرَائی وکج بحثی کا، اچھی طرح علم تھا۔

جِس کی عملی تصدیق، اُس وقت ہوگئی، جب:

شاہ عبدالعزیز کے نواسہ، شاہ محمد یعقوب، دہلوی (متوفی، ذوالقعدہ ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۷ء) برادرِ صغیر، شاہ محمد اسحٰق، دہلوی (متوفی ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۶ء) نے

ان حضرات کا حکم، شاہ اسمٰعیل تک پہنچایا۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار۔

سراجُ الھِند، شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء)

جلیلُ القَدر عالِمِ دین **اور شُہرۂ آفاق محدِّث ہونے کے ساتھ، صوفیِ صافی نہاد بھی تھے۔**

جنھیں، اپنے عظیمُ المَرتبت والدِ محترم، شاہ ولی اللہ، محدِّث دہلوی (وصال ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) سے، **مختلف سَلاسِلِ طریقت میں، بیعت واِرادت کے ساتھ اجازت وخلافت بھی، حاصل تھی۔**

آپ کی پوری زندگی، علم وفضل کے ساتھ، تصوف وطریقت کی بھی، آئینہ دار تھی۔

آپ کی دینی وروحانی فضیلت وعظمت کی، اِس سے بڑی شہادت، اور کیا ہوسکتی ہے کہ:

شمسُ العَارِفین، **سید شاہ آلِ احمد، اچھے میاں، قادری برکاتی، مارہروی** (وصال ربیعُ الاوّل ۱۲۳۵ھ/جنوری ۱۸۲۰ء) **آپ کو، سُتونِ اسلام کہیں۔ اور، یہ بھی فرمائیں کہ:**

''شاہ عبدالعزیز کا ظاہر، میرے باطن کے مُساوِی، اوران کا باطن، میرے ظاہر کے مُساوِی ہے۔''

ذیل میں، اِس روایت کی تاریخی سند، ملاحظہ فرمائیں:

امامِ اہلِ سُنَّت، مولانا الشَّاہ محمد احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی (وصال ۲۵/صفر ۱۳۴۰ھ/۲۸/اکتوبر ۱۹۲۱ء) تحریر فرماتے ہیں کہ:

شیخ ومُرشدِ طریقت، خاتمُ الاکابر، سید شاہ آلِ رسول، احمدی، قادری برکاتی، مارہروی سے آپ کے شیخ ومُرشدِ طریقت، شمسُ العَارِفین، سید شاہ آلِ احمد، اچھے میاں، قادری برکاتی مارہروی نے، ارشاد فرمایا:

''شاہ عبدالعزیز! عِمَادُالْاِسلام (سُتونِ اسلام) ہیں۔''

اور حضرت مولانا احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی سے، **آپ کے مُربی وآقا** نورُ العَارِفین، سید شاہ ابوالحسین احمد، نوری، مارہروی نے، بیان فرمایا کہ:

اُن (نورُ العَارِفین، مارہروی) سے، ایک شخص نے، اپنی، یہ سماعی روایت، بیان کی کہ:

حضرت سید شاہ آلِ احمد، اچھے میاں، مارہروی کا، اِرشادِ مبارک ہے:

شاہ عبدالعزیز کا ظاہر، میرے باطن کے مُساوِی اوراُن کا باطن، میرے ظاہر کے مُساوِی ہے۔ تمہارے لئے ان کا، یہ فضل وشرف، کافی ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَم۔''

سَمِعتُ حَضْرَةَ شَیْخِی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ یَقُوْلُ:

سَمِعتُ حَضْرَةَ شَیْخِنَا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ یَقُوْلُ:

شَاہ عَبْدُالْعَزِیْز، عِمَادُ الْاِسْلَامِ۔''

وَحَدَّثَنَا الْمَوْلیٰ اَبُوالْحُسَیْن السَّیِّداَحْمَدُالنُّورِی مُدَّظِلُّهُ الْعَالِی عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنِ الْمَوْلیٰ الْعَظِیم سَیِّدِنَااَحْمَد، اچھے میاں اَلْمَارَهْرَوِی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّهُ قَال:

ظَاهِرُ الشَّاہ عَبْدِالْعَزِیْزِ، یُسَاوِی بَاطِنِی۔ وَبَاطِنُهُ یَعْدِلُ بِظَاهِرِی۔ فَنَاهِیْکَ بِهٖ فَضْلاً وَشَرَفاً۔'' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔''

(حاشیہ ص ۱۷۵۔ مَطْلَعُ الْقَمَرَیْنِ فِی اِبَانَةِ سَبْقَةِ الْعُمَرَیْن۔ مؤلَّفہ امام احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی۔ مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی۔ صالح نگر، بریلی شریف۔ اتر پردیش۔ ۱۴۱۳ھ/۲۰۱۲ء)

سلاسلِ تصوف وطریقت میں، ذکرِ حق اور وُصُول اِلیٰ اللہ کا، ایک عمل

''تصوُّرِ شیخ'' بھی ہے۔ جس کا طریقہ، یہ ہے کہ:

ہر طرف سے، خالی الذِّہن ہو کر، اپنے مُرشِد و شیخ طریقت کی صورت کی طرف، پوری نظر جَما کر حضورِ قلب کے ساتھ، اس سے فیض، حاصل کیا جائے اور اس کی رہنمائی میں، ذکرِ حق کر کے اللہ کا قُرب، حاصل کیا جائے۔

چنانچہ، حضرت تاجُ الدِّین، سنبھلی، نقشبندی، خلیفۂ خواجہ محمد عبدالبَاقی، باقی بِاللہ، نقشبندی دہلوی، اپنے ایک رسالہ میں ''وُصول اِلیٰ اللہ کا تیسرا طریقہ'' اِس طرح، تحریر فرماتے ہیں:

''وُصول اِلیٰ اللہ'' کا تیسرا طریقہ، ایسے مُرشِد سے، رابطہ ہے

جسے، مقامِ مشاہدہ، حاصل ہے۔ اور، وہ، تجلِّیاتِ ذاتیہ سے، بَہرہ وَر ہے۔

بلا شُبہ، ایسے شیخ کی زیارت، اُن لوگوں کے زُمرے میں آتی ہے جن کے لئے کہا گیا ہے کہ:

اِذَا رُؤُا ذُکِرَ اللہ۔ جب، انھیں دیکھا جائے، تو، خدا، یاد آجائے۔

چنانچہ، اس کی زیارت، بمنزلۂ ذِکر ہے۔ یہ زیارت، ذِکر ہی کا فائدہ دیتی ہے۔

اِسی طرح، اس کی صحبت، ھُمْ جُلَسَاءُ اللہ (وہ، اللہ کے مقرَّب ہیں) کے مطابق ان کی صحبت بھی، فائدہ دیتی ہے۔ جو، بیان کر آئے ہیں۔

اگر، ایسے بزرگ کی صحبت، میسر آجائے اور سالک کو، اپنے دل میں، اس کی صحبت سے اثرات محسوس ہوں، تو، اُسے چاہیے کہ، اپنی اِستطاعت کے مطابق، وہ، ان اثرات کو سمیٹے اور انھیں محفوظ کرے۔

اگر، ان اثرات میں کوئی خَلل اور، رکاوٹ پیش آئے، تو، پھر، شیخ کی صحبت، اختیار کرے۔

یہاں تک کہ، اثرات کی، یہ کیفیت، ملکہ بن جائے۔

اور اگر، اس بزرگ کی صحبت سے اثر، ظاہر نہ ہو، مگر، محبت اور جَذب کی کیفیت، حاصل ہو تو، سالک کو چاہیے کہ، شیخ کی صورت کا تصور کرے۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۱۲۲۔ ''اِنتباہ فِی سَلاسِلِ اولیاءِ اللہ ۔ مؤلّفہ شاہ ولی اللہ، محدِّث دہلوی۔ مشمولہ ''رسائلِ شاہ ولی اللہ، محدِّث دہلوی''۔ مطبوعہ لاہور و دہلی)

شیخ تاجُ الدِّین، سنبھلی، نقشبندی، خلیفۂ خواجہ محمد عبدالبَاقی، باقی بِاللہ، دہلوی، مزید لکھتے ہیں:

''جس وقت، دنیوی کاموں سے فارغ ہو جائے، تازہ وضو کر کے، خلوت نشیں ہو جائے۔

بیٹھتے ہی، سب سے پہلے، اپنے مُرشِد کی صورت کو، دل میں حاضر کرے۔

اس کے بعد، اپنے وظائف میں مشغول ہو جائے۔ وہ مُراقبہ ہو، یا۔ ذِکر۔''

(ص ۱۲۸۔ اِنتباہ فِی سَلاسِلِ اَولیاءِ اللہ۔ مؤلّفہ شاہ ولی اللہ، محدِّث دہلوی)

مندرجہ بالا طریقہ، **تصوُّرِ شیخ**، مذکور در رسالۂ شیخ تاجُ الدِّین، سنبھلی، نقشبندی نقل کرنے سے پہلے ہی، اس رسالہ کے بارے میں، شاہ ولی اللہ، محدِّث دہلوی لکھ چکے ہیں کہ:

''**وظائف واَشغالِ نقشبندیہ** کے بارے میں، شیخ تاجُ الدِّین، سنبھلی، خلیفۂ حضرت خواجہ محمد باقی بِاللہ کا، ایک بہت عمدہ اور مختصر رسالہ ہے۔

والدِ گرامی (شاہ عبدالرحیم، دہلوی) اسے، بہت پسند کرتے تھے۔

آپ نے، یہ رسالہ، شیخ تاجُ الدِّین کے بعض مریدوں سے لے کر، اسے نقل کر لیا تھا۔

اور اپنے مُریدین و معتقدین کو، اسے محفوظ کرنے، پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔

میں نے، یہ رسالہ، والدِ گرامی (شاہ عبدالرحیم، دہلوی) سے خوب سمجھ کر، اور بحث و تمحیص کے ساتھ، پڑھا ہے۔

میں، چاہتا ہوں کہ، یہ رسالہ، مِنْ وَ عَنْ نقل کر دوں۔ وَ مَا تَوفِیقِی اِلّا بِاللہ۔

(ص ۱۱۶۔ اِنتباہ فی سَلاسِلِ اَولیاءِ اللہ ۔ مؤلّفہ شاہ ولی اللہ، محدِّث دہلوی۔ مشمولہ در ''رسائلِ شاہ ولی اللہ''۔ مطبوعہ لاہور و دہلی)

سلسلۂ چشتیہ سے، اپنی نسبت و اِرتباط، ظاہر کرتے ہوئے، اِس سلسلے کے معمولات اور اَوراد و وظائف کے بارے میں، شاہ ولی اللہ، محدِّث دہلوی لکھتے ہیں:

''دوسری ضروری بات اور مقصود، یہ ہے کہ:

مُرشِد کی صورت، اپنے سامنے، تصور کرے۔ اور پھر، ذِکر، کرے۔

اَلرَّفِیقُ ثُمَّ الطَّرِیق۔ پہلے ساتھی، پھر، سفر کا راستہ۔

تصورِ شیخ، نفیِ خطرات کے سلسلے میں، بہت زیادہ، اثر رکھتا ہے۔

بلکہ، حضرت سُلطَانُ المُوَحِّدِین، بُرھانُ العَاشِقِین، حُجَّۃُ المُتَوَکِّلِین، جَلالُ الحَقِّ وَ الشَّرعِ وَ الدِّین، مخدوم، مولانا قاضی یوسف ناصحی، قَدَّسَ اللہُ سِرَّہُ العَزِیز فرمایا کرتے تھے کہ:

مُرشِد کی ظاہری صورت دیکھنا، درحقیقت، آب و گِل کے پردے میں
حق تعالیٰ سُبْحٰنَہٗ کا، مشاہدہ کرنا ہے۔
اور خلوت میں، اس کی صورت کا نمودار ہونا، آب و گِل کے پردے کے بغیر
حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرنا ہے۔''

(ص ۱۵۶۔ **اِنتِباہ فِی سَلاسِلِ اَولیاءِ اللہ**۔ مؤلّفہ شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی)

اپنی ایک دوسری کتاب ''اَلْقَولُ الْجَمِیلُ فِی بَیانِ سَوَاءِ السَّبِیل''
میں بھی، شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی لکھتے ہیں کہ:

''مشائخِ نقشبندیہ کے نزدیک، وُصُول اِلیٰ اللہ کا تیسرا طریقہ، اپنے مُرشِد کے ساتھ
کمال درجے کا رابطہ اور تعلُّقِ خاطر ہے۔
اس کی شرط، یہ ہے کہ، مُرشِد، قَوِیُّ التَّوَجُّہ، اور ''یادداشت'' کی دائمی مشق سے، بَہرہ وَر ہو۔
ایسے مُرشِد کی صحبت، اختیار کرے، تو، سِوَا اس کی محبت کے، اپنی ذات کو
ہر شئے کے تصور اور خیال سے خالی کرے اور مُرشِد کے فیض کا منتظر رہے۔ آنکھیں، بند کرلے۔
اور اگر، کُھلی رکھے، تو، مُرشِد کی دونوں آنکھوں کے درمیان، نظر جمائے۔
جس وقت، فیضان کی آمد، شروع ہو، تو، دل کی گہرائیوں سے، اس کی حفاظت اور نگرانی کرے۔
اور جب، مُرشِد، سامنے موجود، نہ ہو، تو، انتہائی محبت اور تعظیم کے ساتھ
اس کی صورت کو، اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان، خیال کرے۔
اس کی شکل و صورت کا تصور، سالک کو، وہی فائدہ دے گا، جو، اس کی صحبت دیتی ہے۔
میرے والدِ گرامی (شاہ عبدالرحیم، دہلوی) فرماتے تھے کہ:
سالک کے لئے، ضروری ہے کہ:
جس ہیئت اور شکل پر، اسے، کچھ، حاصل ہو، وہ ہیئت اور شکل، تبدیل نہ کرے۔
اگر، وہ، کھڑا ہے، تو، کھڑا، رہے۔ اور، اگر، بیٹھا ہے، تو، بیٹھا، رہے۔''

(ص ۵۹۔ اَلْقَولُ الْجَمِیلُ فِی بَیانِ سَوَاءِ السَّبِیل۔ مؤلّفہ شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی۔
مشمولہ ''رسائلِ شاہ ولی اللہ''۔ مطبوعہ لاہور و دہلی)

اَوراد و وظائف و معمولاتِ تصوف و طریقت، حضرت شاہ عبدالرحیم، محدّث دہلوی سے

منتقل ہوتے ہوئے، شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی تک پہنچے۔
جن میں، بعض سلاسل و معمولات، خود، ان کے اپنے حاصل کردہ ہیں۔
اس کے بعد، اپنے جدِّ محترم، شاہ عبدالرحیم، اور والدِ محترم، شاہ ولی اللہ تک کے
سارے سلاسل و معمولات، شاہ عبدالعزیز، محدّث دہلوی کے حصے میں آئے۔
جن میں، **تصورِ شیخ** بھی، شامل، اور ان کے معمولات میں، داخل ہے۔
تصورِ شیخ کو بھی، دیگر اَوراد و وظائف کی طرح، آپ نے اپنے مریدین و متوسّلین تک پہنچایا۔
اب، اِس سے آگے کا، ایک بڑا حادثہ، دل پر ہاتھ، رکھ کر سنیئے اور عبرت، حاصل کیجیے:
شاہ محمد اسمٰعیل، دہلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) کے پیر و مُرشد، سید احمد، رائے بریلوی
(متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) **توحید پرستی** کے، نامعلوم مقام و مرتبہ پہ فائز، ایسے مغلوبُ الحال شخص
تھے کہ، انہوں نے، اوّل روز ہی، اپنے پیر و مُرشد، شاہ عبدالعزیز، محدّث دہلوی کو
توحید پرستی کا وہ سبق سکھایا، جس کی طرف
اُن کا، بلکہ، ان کے باپ دادا کا بھی، ذہن، کبھی، منتقل نہیں ہوا تھا۔
یا۔ منتقل ہوا تھا، مگر، صحیح نتیجہ، اَخذ کرکے، کوئی صحیح فیصلہ کرنے میں وہ، کامیاب، نہ ہو سکے تھے؟
چنانچہ، مشہور غیر مقلّد عالم و مؤرخ، غلام رسول مہر (متوفی ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء) نے ''مَخزنِ احمدی''
اور ''وقائعِ احمدی'' کے حوالہ سے، یہ انکشاف کیا ہے کہ:

''۱۲۲۲ھ میں، سید (احمد، رائے بریلوی) صاحب نے، شاہ عبدالعزیز سے، بیعت کی۔
اُس وقت، ہندوستان میں، تصوف کے تین سلسلے، زیادہ، رائج تھے۔
یعنی، نقشبندیہ، قادریہ اور چشتیہ۔ سید صاحب نے، تینوں سلسلوں میں، بیعت کی۔
پہلے دن، لطیفۂ اوّل، یعنی ذکرِ قلب کی تعلیم ہوئی۔ دوسرے دن، باقی لطائف، یعنی لطیفۂ رُویا
لطیفۂ سِر، لطیفۂ اَخفیٰ اور لطیفۂ نفس کا ذکر، سکھایا گیا۔
تیسرے جلسے میں، سُلطانُ الْاَذکار۔
اور، چوتھے جلسے میں، ذکرِ نفی و اثبات، بتایا گیا۔
پھر، شغلِ بَرزخ کا حکم ہوا۔ جس میں صورتِ شیخ کا تصور، صوفیہ میں، مروّج تھا۔
تصورِ صورتِ شیخ کا حکم، سنا، تو، سید صاحب نے، ادب سے عرض کیا کہ:

حضرت! اِس شغل میں، اور بُت پرستی میں کیا فرق ہوا؟ مفصّل ارشاد ہو۔

شاہ عبدالعزیز نے جواب میں، خواجہ حافظؔ شیرازی کا، یہ مشہور شعر پڑھا:

بہ مَے، سجّادہ، رنگیں کن، گرت، پیرِ مُغاں گوید
کہ سالِک بے خبر نبود، زِراہ ورسمِ منزلہا

سیدصاحب نے، دوبارہ عرض کیا کہ:

مَیں، بہر حال، فرماں بردار ہوں۔ اِس لئے کہ، کسبِ فیض کی غرض سے آیا ہوں۔

لیکن، تصورِ شیخ، تو، صریح بُت پرستی، معلوم ہوتا ہے۔" اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۱۱۹ و ۱۲۰۔ "تحریکِ سیداحمد شہید"، حصہ اول۔ معروف، بہ سیداحمد شہید، حصہ اول۔ از غلام رسول مہر۔
مکتبۂ الحق، ماڈرن ڈیری۔ جوگیشوری، بمبئی۔ جنوری ۲۰۰۸ء)

مولانا ابوالحسن علی، ندوی (متوفی دسمبر ۱۹۹۹ء) بیسویں صدی عیسوی میں، خانوادۂ سیداحمد رائے بریلوی کے، ایک معروف وممتاز فرد، گذرے ہیں۔

انہوں نے، اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے، اپنے بزرگ، سیداحمد، رائے بریلوی کے ذوقِ سلیم اور عرفانِ توحید کی شکل میں، اسے بڑی تحسین کے ساتھ، پیش کیا ہے۔

چنانچہ، مولانا ابوالحسن علی ندوی، یہی واقعہ بعُنوان "تعلیمِ تصوُّرِ شیخ اور سیدصاحب کا، عُذر" اِس طرح، بیان کرتے ہیں:

"تعلیمِ سلوک کے ضمن میں، حضرت شاہ صاحب نے، حسبِ معمول، تصورِ شیخ کی تعلیم کی۔

سیدصاحب نے، نہایت ادب سے عرض کیا:

حضرت! اِس میں، اور بُت پرستی میں، کیا فرق ہے؟

اس میں، صورت سنگی اور قرطاسی ہوتی ہے اور اس میں، صورت خیالی
جو، دل میں، جگہ پکڑ لیتی ہے اور اس کی طرف، توجہ اور اس سے، اِستعانت ہوتی ہے۔

شاہ صاحب نے حافظؔ کا، یہ شعر پڑھا:

بہ مَے، سجّادہ، رنگیں کن، گرت، پیرِ مُغاں گوید
کہ سالِک بے خبر نبود، زِراہ ورسمِ منزلہا

سیدصاحب نے فرمایا:

شرک کی، کسی طرح، ہمت نہیں ہوسکتی۔

ہاں! کتاب وسنَّت و اِجماعِ اُمَّت سے کوئی سند لائیں اور اچھی طرح سے اطمینان ہوجائے کہ، دونوں، ایک چیز نہیں، تو، خطرہ، دور ہوسکتا ہے۔"

شاہ صاحب نے، یہ سن کر، سیدصاحب کو، فرطِ مسرت سے گود میں لے لیا۔

اور کئی مرتبہ، پیشانی کا بوسہ دیا۔

اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے، اپنے فضل وانعام سے تم کو، ولایتِ انبیا سے نوازا۔" اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۱۲۱۔ "سیرتِ سیداحمد شہید"، حصہ اول۔ مؤلّفہ مولانا ابوالحسن علی ندوی۔
مجلسِ تحقیقات ونشریاتِ اسلام، ندوہ، لکھنؤ۔ آٹھواں ایڈیشن۔ ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء)

فرطِ مسرت سے، گود میں اٹھالینا اور پیشانی کو، بوسہ دینا، یہ محض "ایجادِ بندہ" ہے جس کی، کوئی مستند تاریخی روایت نہیں۔ بلکہ، کوئی روایت ہی، نہیں ہے۔

یہ خیال، افسانہ طرازی کے سِوا، کچھ نہیں۔ کیوں کہ:

شاہ عبدالعزیز، ایسے کسی خیال ورائے کی، اِس طرح، کیسے تحسین کرسکتے ہیں جو، اُن کے مشائخِ کرام کے وظائف ومعمولات کے، اور خود، اُن کے وظائف ومعمولات کے، برعکس اور، ان سے، مُزاحم ومُتَصادِم ہو؟

تصورِ شیخ سے معذرت اور اس کی قباحت، بیان کرتے ہوئے "صراطِ مستقیم" کی ایک طویل عبارت، مولانا ندوی نے، نقل کی ہے۔

یہ "صراطِ مستقیم" سیداحمد، رائے بریلوی صاحب کے ملفوظات وخیالات کا مجموعہ ہے جس کی ترتیب وتالیف، ان کے مُرید، شاہ محمد اسمٰعیل، دہلوی نے کی ہے۔

چنانچہ، مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

"سیدصاحب نے، تصورِ شیخ سے، اِس شدَّت کے ساتھ، معذرت کیوں کی؟

اور اس میں، کیا قباحتیں اور خطرات ہیں؟

اس کی تفصیل، خود، سیدصاحب کی زبان سے سننے کی ہے۔ صراطِ مستقیم میں، فرماتے ہیں:

"جو اَشغال کہ بدعت ہیں، انہیں میں سے، شغلِ بَرزخ (تصورِ شیخ) بھی ہے کہ وہ، اکثر سلاسلِ طریقت کے پچھلے منتسبین میں، بہت، شائع وذائع ہے۔

بلکہ، بعض اکابر کے کلام میں، اور تعلیم میں بھی، وہ،، شامل ہے۔

اِس شغل کی حقیقت، یہ ہے کہ:

خطرات ووَساوِس کے اِزالے اور توجُّہ کی مرکزیت و یک سوئی کے لئے شیخ کی صورت کو تعیُّن وتشخیص کے ساتھ، ذہن میں جماتے ہیں اور پورے ادب وتعظیم اور اپنی پوری توجہ وہمت کے ساتھ، اس (خیالی) صورت کی طرف، متوجہ رہتے ہیں۔

گویا، تمام آداب وتعظیم کے ساتھ، شیخ کے روبرو بیٹھے ہیں۔

اور، دل کو، پورے طور پر، اس کی طرف، متوجہ کر لیتے ہیں۔

اِس شغل کی حقیقتِ حال اور اس کا حکم، تصویر کی حقیقتِ حال سے، معلوم کیا جاسکتا ہے۔

سب، جانتے ہیں کہ، تصویر کا بنانا، گناہِ کبیرہ اور عظیم معصیت ہے۔

اس کو، دیکھتے رہنا، بِالخصوص، تعظیم وتوقیر کے ساتھ، حرام ہے۔

(چند سطروں کے بعد) یہ عمل، اگر چہ، ظاہری نگاہ میں

تصویر پرستی، نہیں معلوم ہوتا لیکن، حقیقۃً، وہ، صاف صاف، صورت پرستی ہے۔

کاغذی تصویر میں، صورت وحُلیے کی، اِس قدر باریکیاں، ظاہر نہیں ہوسکتیں جیسی کہ:

صورتِ خیالی میں، نمایاں ہوتی ہیں۔ حال آں کہ، دونوں، بے جان اور بے روح ہیں۔

اِس لئے جہاں تک، تصویر کے مقصد ومعنی کا تعلق ہے، صورتِ خیالی، صورتِ قرطاسی سے آگے بڑھی ہوئی ہے۔ اس لئے کہ:

ان دونوں کے درمیان، صرف، اِس بات سے، تفریق کی جاسکتی ہے کہ:

اگر کاغذ، یا پتھر کی تصویر کی اجازت، دے دی جائے۔

تو، ظاہری شریعت کے نظام میں، بڑا خَلَل، واقع ہوگا۔ لیکن، دوسری شکل (صورتِ خیالی) میں، شریعت کے ظاہری نظم وانتظام کو، کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہیں۔ لیکن، یاد رکھنا چاہیے کہ:

فاعل کے ذہن وقلب پر، اس عمل کا، جو، اثر پڑتا ہے، وہ، صورتِ خیالی کی شکل میں کہیں زیادہ مؤثر اور خطرناک ہے۔ اِس بات کا، تقاضا ہے کہ:

خیالی صورت کا، جمانا اور اس کی طرف متوجہ رہنا، بدرجۂ اَولیٰ، حرام، قرار دیا جائے۔

(چند سطروں کے بعد) جب، شارع عَلَیْہِ السَّلام نے، تصویر سازی کے بارے میں

اتنی احتیاط وانتظام سے کام لیا ہے، تو، آپ کے متبعین اور شریعتِ محمدیہ کے پیرؤں کو **شغلِ برزخ، حرام وقبیح ہی، سمجھنا چاہیے۔**

جو شخص، سیرتِ محمدی پر نظر رکھتا ہے، اُس کو خوب معلوم ہے کہ:

اگر، اُس زمانۂ مبارکہ میں، اِس امر کے متعلق، دریافت کیا جاتا

تو، ضرور اس کی ممانعت کی جاتی اور اس کی حُرمت، بیان کی جاتی۔"

ص ۱۱۸۔۱۱۹۔ صراطِ مستقیم۔ مطبع مجتبائی۔

(ص ۱۲۴ تا ص ۱۲۶۔ "**سیرتِ سید احمد شہید**"، حصہ اول۔ مؤلفہ مولانا ابو الحسن علی ندوی۔

مجلسِ تحقیقات ونشریاتِ اسلام، ندوہ، لکھنؤ۔ آٹھواں ایڈیشن۔ ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء)

سید احمد، رائے بریلوی صاحب نے، اپنے آپ کو "**توحید پرستی**" کے جس، نامعلوم مقام پر فائز سمجھتے ہوئے، سلاسلِ طریقت کے اکابر صوفیہ ومشائخِ کرام کے حلقے میں، رائج ومعمول "**شغلِ بَرزَخ**"، یعنی، **تصورِ شیخ** کو، مسترد کیا ہے اور اسے قبیح وحرام، قرار دیا ہے۔

وہ، اُن کی ذہنی اُپج اور موہوم خیال ہے۔ کیوں کہ، صدیوں کی طویل مدت میں:

کسی بھی، مستند سلسلۂ طریقت، یا۔ اس کے کسی بھی، مُعتمد شیخِ طریقت کے سلسلے میں کوئی ایک بھی، وہ، ایسی مثال ونظیر، نہیں پیش کر سکے، جس سے، وہ، اپنے خدشات وخیالات کو قابلِ اِلتفات اور باوزن بنا سکیں۔

البتّہ، ان کا، یہ تصورِ توحید، انہیں، اُس مقام تک ضرور لے گیا، جہاں پہنچ کر:

وہ، اِس عجیب وغریب خیال اور روح فرسا وایمان سوز تصورِ توحید کا اظہار کر بیٹھے کہ:

نماز میں، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا خیال وتصور کرنا

گائے، بیل اور گدھے کے خیال وتصور سے، بدرجہا بدتر ہے۔ معاذَ اللّٰہِ رَبِّ الْعالَمِین۔

"**صراطِ مستقیم**" ملفوظاتِ سید احمد، رائے بریلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۱۳ء)۔ جمع وترتیب شاہ محمد اسمٰعیل، دہلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) کا فارسی مَتن مع اردو ترجمہ، درجِ ذیل ہے:

"از وَسوسۂ زنا، خیالِ مجامعتِ زوجۂ خود، بہتر است۔

وصَرفِ ہمت، بسوے شیخ وامثالِ آں، از معظّمین، گو، جناب رسالت مآب باشند

بچندیں مرتبہ، بدتر از اِستغراق، درصورتِ گاؤ خرِ خوداست کہ:

خیالِ آں، با تعظیم و اجلال بسُویدائے دلِ انسان می چسپد، بخلاف گاؤ و خرِ خود کہ، نہ آں قدر چسپیدگی می بود، و نہ تعظیم۔ بلکہ، مہان و محقّر می بود۔

و ایں تعظیم و اجلالِ غیر کہ، در نماز، ملحوظ و مقصود می شود، بشرک می کشد۔'' الخ۔

(ص ۸۶۔ صراطِ مستقیم۔ مکتبہ سلفیہ، لاہور)

(ترجمہ از فارسی) ''زنا کے وسوسہ سے، اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال، بہتر ہے۔

اور شیخ، یا۔ اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف، خواہ، جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا، اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں، مُستغرق ہونے سے، بُرا ہے۔

کیوں کہ، شیخ کا خیال، تو، تعظیم اور بزرگی کے ساتھ، انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو، نہ تو، اِس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم۔ بلکہ، حقیر اور ذلیل ہوتا ہے۔

اور غیر کی، یہ تعظیم اور بزرگی، جو، نماز میں ملحوظ ہو، وہ، شرک کی طرف کھینچ کرلے جاتی ہے۔''

(ص ۱۲۶۔ صراطِ مستقیم (اردو) مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز، کراچی)

قارئینِ کرام غور فرمائیں کہ:

نماز میں، غیرُ اللہ کی نفی کا جُنون، پیر (سید احمد، رائے بریلوی) اور مُرید (شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی) کو، **کہاں سے کہاں لے گیا؟**

اور عظمتِ رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم کو، بالائے طاق رکھتے ہوئے انہوں نے کیسی حقیر و ذلیل چیزوں کے ساتھ، کیسے بھونڈے انداز میں، خیال و تصورِ نبوی کا ذِکر کیا ہے؟ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں، از عرش نازک تر
نَفَس، گم کردہ می آید، جُنَید و بایزید ایں جا

☆☆☆

اے پائے نظر! ہوش میں آ، کوے نبی ہے
آنکھوں سے بھی چلنا، تو، یہاں، بے ادبی ہے

کیا، سورۂ حُجرات کی وہ آیاتِ کریمہ، ایسے پیروں اور مُریدوں نے نہیں پڑھیں، جن میں بارگاہِ رسول کی حاضری اور گفتگو کی تعلیم، قرآن حکیم نے دی ہے اور اس کے آداب، سکھائے ہیں؟

اور نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم کی آواز سے، اپنی آواز، اونچی کرنے پر، یہ وعیدِ شدید سنائی ہے کہ، کہیں، تمہارے اعمال، رائیگاں، نہ چلے جائیں۔ اور تمہیں، اس کا احساس و شعور بھی، نہ ہو؟

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ (سورۂ حُجرات۔ آیت ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں، نبی کی آواز سے اونچی، نہ کرو۔

اور، ان کے حضور، اِس طرح، چِلّا کر، باتیں، نہ کرو، جیسے آپس میں چِلّا کر باتیں کرتے ہو کہ، تمہارے عمل، اکارت، نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر، نہ ہو۔''

صحابۂ کرام و تابعینِ کرام، رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم، جب، اذان، دیا کرتے تھے اور اذان میں، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا، اسمِ گرامی آتا۔

اور، جب نماز میں اَلتَّحِیَّات پڑھتے وقت، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ پڑھتے۔

تو، کیا اس اذان و نماز میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم کا خیال و تصور اُن کے دل میں نہیں آتا تھا؟

کیا، ایک عام آدمی کو بھی، یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ:

جب، کسی شخص کا نام، لیا جائے، تو، اُس کا خیال، اس کے دل و دماغ میں، ضرور آئے گا؟

مذکورہ توحید پرستی، تو، ایسی ہے کہ:

اگر، ایسے توحید پرستوں کا، بَس چلے، تو، وہ، اذان و نماز سے، جناب رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا نام بھی، خارج کر دیں، کہ:

نماز اور اذان میں، کسی غیرُ اللہ کا نام، کیسے لیا جا سکتا ہے؟ یہ تو، کُھلا ہُوا شرک ہے۔

مَعَاذَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِین۔

شاہ مخصوص اللہ، دہلوی (وصال، ذوالحجہ ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۵ء) کے بھائی، شاہ محمد موسیٰ، دہلوی (وصال، رجب ۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء) بن شاہ رفیعُ الدّین، دہلوی بن شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی کی ایک کتاب کے بارے میں ''تذکرۂ عُلماے ہند'' (بزبانِ فارسی۔ از رحمٰن علی) کے اردو مترجم، پروفیسر، محمد ایوب قادری (کراچی) لکھتے ہیں:

''مولوی محمد موسیٰ کی تصنیف سے، ایک قلمی فارسی کتاب ''حُجَّۃُ العَمَل فِی اِبْطَالِ الْجَھْلِ''

ہماری نظر سے گذری ہے۔ یہ کتاب، ہفت دہم ربیعُ الاوّل ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۶ء میں، اِتمام کو پہنچی۔
یہ کتاب، ساٹھ (۶۰) اَوراق پر مشتمل ہے۔ **کتاب کا مضمون، رَدِّ وہابیت ہے۔** مترجم۔

(ص ۵۹۱و۵۹۲۔ تذکرۂ عُلمائے ہند (مترجم) مطبوعہ، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی۔ کراچی۔ طبع اول ۱۹۶۱ء)

حکیم سید محمود احمد، برکاتی، ٹونکی (کراچی) نبیرۂ حکیم سید برکات احمد، ٹونکی لکھتے ہیں:

''وہابیت کے رَد میں، دو رِسالے، آپ کی یادگار ہیں۔ مگر، دونوں، غیر مطبوعہ ہیں۔

حُجَّۃُ العَمَل فِی اِبْطَالِ الْجَھْل، فارسی زبان میں، یہ رسالہ، ساٹھ (۶۰) اَوراق (ایک سو بیس صفحات) پر، مشتمل ہے۔

پروفیسر، محمد ایوب قادری فرماتے ہیں کہ، **یہ رسالہ، ان کی نظر سے گذرا ہے۔**

مولانا فیض احمد، بدایونی نے، اپنے رسالہ ''**فیضِ عام**'' میں، اِس رسالے کے تقریباً، تین صفحات نقل کیے ہیں۔

مولانا فیض احمد، بدایونی کا، بیان ہے کہ:

شاہ محمد موسیٰ نے، ایک رسالہ، در ''**تحقیقِ اِستعانت**'' لکھا تھا۔

ص ۱۱۴۔ رسالہ **فیضِ عام**۔ (ص ۱۸۴ ''شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب''۔ مؤلّفہ حکیم سید محمود احمد، برکاتی، ٹونکی۔ (کراچی) مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ طبع دوم، مارچ ۲۰۰۶ء)

مولانا مفتی کریمُ اللہ، دہلوی (وصال ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۵ء) تلمیذ شاہ عبدالعزیز، محدّث دہلوی نے، تقویۃُ الایمان کی تردید میں، ایک کتاب لکھی، جس کا نام ہے: ''**تَنْبِیهُ الضَّالِّین**''

مولانا شاہ عبدالحق، کانپوری (وصال ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۵ء۔ حیدرآباد، دَکن) خَلفِ حضرت شاہ غلام رسول، کان پوری نے ''**فَصْلُ الْخِطَاب**'' کے نام سے تقویۃُ الایمان کا، رَد لکھا جس کی طباعت و اشاعت ۱۲۶۹ھ میں ہوئی۔

فَصْلُ الْخِطاب میں، شاہ احمد سعید، مجدّدی، دہلوی و مفتی صدرُ الدّین آزردہ، دہلوی و مفتی محمد کریم اللہ، دہلوی وغیرھُم **تلامذۂ شاہ عبدالعزیز، محدّث دہلوی کی تصدیقات ہیں۔**

بہر حال! شاہ محمد اسمٰعیل، دہلوی کی تحریروں سے، متعدد اِعتقادی و فقہی اختلافات عُلما و عوام کے درمیان، پیدا ہوئے۔ جن میں:

مسئلۂ اِمکانِ کِذبِ باری تعالیٰ و مسئلۂ اِمکانِ نظیرِ محمدی، سرِفہرست ہیں۔

عُلمائے اہلِ سُنَّت نے، اِمتناعِ کِذب و اِمتناعِ نظیر کا، اپنا موقف قوت و اِستدلال اور شرح و بَسط کے ساتھ، بیان کیا۔

شاہ محمد اسمٰعیل، دہلوی کی تحریر کردہ ایک نہایت متنازعہ، بلکہ، ایمان سوز عبارت تقویۃُ الایمان، یہ ہے:

''اُس شہنشاہ کی، تو، یہ شان ہے کہ، ایک آن میں، ایک حکم کُن سے، چاہے تو، کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتہ، جبریل اور محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پیدا کر ڈالے۔'' (ص ۳۷۔ تقویۃُ الایمان، از شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی، مطبوعہ مطبع صدیقی، شاہجہان آباد۔ ۱۸۵۴ء)

علّامہ فضلِ حق، خیرآبادی، تلمیذ شاہ عبدالعزیز، محدّث دہلوی نے، اس پر، زبردست شرعی گرفت فرماتے ہوئے پہلے ''**تقریرِ اعتراضات برتقویۃُ الایمان**'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔ اور اس کے بعد ''**تَحْقِیقُ الْفَتْوٰی فِی اِبْطَالِ الطَّغْوٰی**'' جیسی معرکۃُ الآرا کتاب تصنیف فرما کر، **تقویۃُ الایمان، کے باطل خیالات کے، تاروپود، بکھیر کر، رکھ دیے۔**

اس کے بعد، شاہ محمد اسمٰعیل، دہلوی کے رسالہ ''**یک روزہ**'' کے جواب میں ''اِمْتِنَاعُ النَّظِیر'' لکھ کر ''**عقیدۂ اِمکانِ نظیرِ محمدی**'' کا، اِبطال کیا۔

تَحْقِیقُ الْفَتْوٰی میں، علّامہ خیرآبادی نے تحریر فرمایا ہے کہ:

قرآن و حدیث کے نُصوصِ قطعیہ کے مطابق، حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، خاتمُ النَّبِیّین ہیں۔ آپ کے بعد، کوئی نبی و رسول نہیں ہوسکتا۔ اب، آپ کی نظیر، ممکن نہیں، بلکہ محالات میں سے ہے۔ محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، جیسا کوئی دوسرا محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) پیدا کرنے کے عقیدے سے، خود، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے اپنے قول سے، کِذب، لازم آئے گا۔ **اور، کِذب، ایک، عیب ہے، جو، اللہ کے لئے محال ہے۔''**

تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں: ص ۱۵۲ تا ۱۷۶۔ ''**تَحْقِیقُ الْفَتْوٰی فِی اِبْطَالِ الطَّغْوٰی**'' مولّفہ، علّامہ فضلِ حق، خیرآبادی (اشاعتِ اول مع فارسی، مکتبۂ قادریہ لاہور۔ ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء۔ مترجم اردو، مولانا محمد عبدالحکیم، شرف قادری۔ لاہور۔ و مطبوعہ المجمعُ الاسلامی، مبارک پور)

نیز ''اِمْتِنَاعُ النَّظِیر'' مؤلّفہ علّامہ فضلِ حق، خیرآبادی۔ مطبوعہ ۱۹۰۸ء۔ جون پور۔

علّامہ خیرآبادی نے، اپنی ان کتابوں میں ''**اِمتناعِ نظیرِ محمدی**'' و ''**اِمتناعِ کِذبِ باری تعالیٰ**'' کے عقیدۂ اہلِ سنّت پر، وَافر اور قاہر دلائل و براہین، پیش کر دیئے ہیں۔

شاہ محمد اسمٰعیل، دہلوی نے، اِسی موضوع پر، ایک رسالہ ''**یک روزہ**'' لکھا تھا۔

شاہ محمد اسمٰعیل، دہلوی اپنے اِس رسالہ ''یک روزہ'' میں، امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کی تائیدِ مزید میں لکھتے ہیں:

''قولُہٗ : **وَ ھُوَ مُحَالٌ لِاَنَّہٗ نَقْصٌ۔ وَ النَّقْصُ عَلَیْہِ تَعَالیٰ مُحَالٌ۔**

اَقُولُ: اگر، مراد از محال، **ممتنع لذاتہٖ** است کہ **تحتِ قدرتِ الٰہیہ**، داخل نیست۔

پس، لا نُسَلِّمُ کہ، کذبِ مذکور، محال، بہ معنی مسطور باشد''

(چند سطروں کے بعد) **وَ بِالْجُمْلَہ**، عدمِ تکلّم بکلامِ کاذِب، **تَرَفُّعاً مِنْ عَیبِ الْکِذْبِ وَتَنَزُّھاً عَنِ التَّلَوُّث**، بہ از صفاتِ مدح است۔

وبنا بر عجز از تکلّم بکلامِ کاذِب، ہیچ گونہ، از صفاتِ مدائح نیست۔

یا۔ مدحِ آں، بسیار اَدْوَنْ است از مدحِ اول۔'' الخ۔

(ص ۱۷ اور ۱۸۔ رسالہ ''یک روزہ'' مؤلّفہ شاہ محمد اسمٰعیل، دہلوی۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ۔ ملتان، پنجاب)

اور (شَیْخُ الْھِند) مولانا محمود حَسَن، دیوبندی (متوفی نومبر ۱۹۲۰ء) بھی، یہی لکھتے ہیں کہ:

عُیوب وقَبائح کے صُدُور، اور ان پر قدرت ماننے میں، زمین، آسمان کا فرق ہے۔

یعنی، کذبِ باری تعالیٰ ممکن ہے۔ مگر، اس کا، صُدُور نہیں ہوگا۔

چنانچہ، اپنے رسالہ ''**اَلْجُھْدُ الْمُقِلّ**'' میں، مولانا محمود حَسَن، دیوبندی لکھتے ہیں:

''اَمرِ ہفتم، یہ ہے کہ، صُدُورِ قبائح اور قدرت علیٰ الْقَبائح میں، زمین آسمان کا فرق ہے۔

اَمرِ اوّل کو، عِندَ اَھْلِ السُّنَّۃ، بہ نسبت ذاتِ خالق الکائنات، محال کہا جاتا ہے۔

اور امرِ دوئم، مسلّمات میں سے ہے۔

سب، جانتے ہیں کہ، ذاتِ باری تَعالیٰ شانُہٗ سے، اَفعالِ قبیحہ کے صُدُور کی نوبت نہیں آسکتی۔

لیکن، اَفعالِ قبیحہ کو، مثل دیگر ممکناتِ ذاتیہ، مقدورِ باری، جُملہ اہلِ حق تسلیم فرماتے ہیں۔

کیوں کہ، خرابی ہے، تو، ان کے صُدُور میں ہے۔

نفسِ مَقدُوریَّت میں، اصلاً کوئی خرابی، لازم نہیں آتی۔'' الخ۔

(ص ۴۱۔ اَلْجُھْدُ الْمُقِلّ فِی تَنْزِیہِ الْمُعِزّ وَ الْمُذِلّ۔ مؤلّفہ مولانا محمود حَسَن، دیوبندی۔ مطبع بلالی، ساڈھورہ۔ ضلع انبالہ، پنجاب)

شاہ محمد اسمٰعیل، دہلوی کے ہم خیال وہم نَوا، مولانا حیدر علی، رام پوری ثمّ ٹونکی (متوفی ذوالحجہ ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء) نے، ۱۲۶۵ھ میں ''**صِیَانَۃُ النَّاس عَنْ وَسْوَسَۃِ الْخَنَّاس**'' مطبوعہ ۱۲۷۰ھ لکھ کر، کچھ جوابات دینے اور اپنے استاد کا دِفاع کرنے کی، جو، کوشش کی تھی، اُس کا مدلّل جواب علّامہ خیرآبادی کے تلمیذ، مولانا شاہ عبد الحق، کان پوری (وصال ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۵ء۔ حیدرآباد دکن) نے ''فَصْلُ الْخِطَاب'' کے نام سے دیا۔

علّامہ فضلِ حق، خیرآبادی نے، خود بھی، جوابُ الْجَواب کے طور پر، فارسی زبان میں ''**اِمْتِنَاعُ النَّظِیر**'' کے نام سے، ایک محقّقانہ وعالمانہ کتاب لکھی۔ جسے علّامہ سید سلیمان اشرف، صدر شعبۂ علوم اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (متوفی ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء) نے، ۱۹۰۸ء میں جون پور سے شائع کیا۔

شاہ محمد اسمٰعیل، دہلوی (متوفی مئی ۱۸۳۱ء) سے مولانا حیدر علی، رام پوری، ٹونکی (متوفی ۱۸۵۶ء) اور مولانا محمود حَسَن، دیوبندی (متوفی نومبر ۱۹۲۰ء) تک:

سب کے سب، ایک ہی راگ، اَلاپ رہے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا، ممکن ہے، محال نہیں۔

وہ، جھوٹ بول سکتا ہے۔ مگر، بولے گا نہیں۔''

اِس وہابی دیوبندی عقیدہ کا دوسرا جُز، اپنے آپ، سر اُبھارے، سامنے آجاتا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ، چاہے، تو، پیغمبرِ اسلام، نبیِ آخرالزماں، خاتمِ پیغمبراں، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جیسا، دوسرا خاتم النبیّین، مبعوث فرماسکتا ہے۔

اِن علما کی دلیل، یہ ہے کہ:

اللہ تعالیٰ، ہر شئ پر، قادرِ مطلق ہے۔ تو، جھوٹ بولنے پر بھی قادر ہے۔ اگر چہ، بولے گا نہیں۔''

سَوادِ اعظم اہلِ سنّت و جماعت کا عقیدہ، یہ ہے کہ:

اللہ تبارک وتعالیٰ، ہر شئ کا خالق و مالک ہے۔ ہر چیز، اس کے قبضہ وتصرُّف و اختیار میں ہے۔ اس کی، جو، بھی، مَشیّت ہو، کوئی، اسے روک نہیں سکتا۔ وہ، قادرِ مطلق ہے۔''

اس کے ساتھ ہی، سَوادِ اعظم اہلِ سنّت و جماعت کا، یہ بھی عقیدہ ہے کہ:

نَقائص وعُیوب وقَبائح میں، یہ اِستعداد وصلاحیت ہی، نہیں ہے کہ:

وہ، ایک لمحہ کے لئے بھی، ذات وصفاتِ باری تعالیٰ سے قریب اور اس سے متعلق ومنسلک ہوسکیں۔''

یہ، وہ محالاتِ عقلیہ و شرعیہ ہیں، جو، ایک آن کے لئے بھی، اس کی قدرت و اختیار کا
جُز اور حصہ ہوسکتے ہیں، نہ ہی، ان میں سے کسی کا، اس سے صُدُور، ممکن ہے۔

ذاتِ پاک پروردگار ''**مستجمع جمیع صفاتِ کمالیہ**'' ہے۔ صفتِ کمال کے علاوہ
کوئی ناقص و معیوب صفت، اس کے لئے ممکن ہی نہیں۔ اور اس کی ہر صفت، دائمی، اَبدی ہے۔''

اس نے اپنی بہت سی صفاتِ کمالیہ کا، قرآن حکیم میں، صراحۃً، ذکر فرمادیا ہے۔ مثلاً:

صفتِ صِدق۔ تو، اس کے، برعکس و برخلاف، صفتِ کذب کا امکان ہی، اس کے لئے معدوم
ہے۔ کیوں کہ، صفتِ صدق، اُس کی مَشیّت کے عین مطابق

اور صفتِ کذب، اس کی مشیّت کے بالکل، برعکس و برخلاف ہے۔

اور، اس کی مَشیّت کے خلاف، کچھ بھی ہونا، قطعاً، ناممکن اور یقیناً محال ہے۔

ذاتِ پاک پرودگار کو، دنیا کا ہر مسلمان، قادرِ مطلق سمجھتا ہے۔

لیکن، کوئی بھی مسلمان، یہ تصور بھی، نہیں کرسکتا کہ:

(۱) اللہ، چاہے، تو، اپنے جیسا، کوئی دوسرا خدا، پیدا کرسکتا ہے۔

(۲) اللہ، چاہے، تو، اپنی خدائی، کسی دوسرے کے، حوالے کرسکتا ہے۔

(۳) اللہ، چاہے، تو، بال بچوں والا باپ ہوسکتا ہے۔

(۴) اللہ، چاہے، تو، انسانوں کے درمیان
انسانی صورت و جسم و جان کے ساتھ، ظاہر ہوسکتا ہے۔

(۵) اللہ، چاہے، تو، ساری کائنات و موجودات و مخلوقات کے ساتھ
اپنی ہستی کو بھی، فنا کرسکتا ہے۔ مَعاذَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِین۔

قرآنِ حکیم کی آیتِ کریمہ: اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (سورۂ بقرہ۔ آیت ۲۰)

ترجمہ: **بے شک! اللہ، ہر شئے پر قادر ہے۔''**

یہ آیتِ کریمہ ہی، ربِّ کائنات کے لئے صفتِ صدق کی، اِس اَبدی حقیقت و صداقت کی
دلیل و بُرہان ہے کہ:

کذبِ باری تعالیٰ، ممکن نہیں، بلکہ محال ہے۔

جس آن، کذب کو، اس کے لئے ممکن، مانا گیا، وہ آن، صِدق سے، خالی ہُوا۔

جو، عقلاً نقلاً، ہر طرح، باطل ہے۔

کیوں کہ، صفتِ صدق، یا۔ اس کی کوئی بھی صفت، ایک آن کے لئے بھی
اس سے، جدا ہوجائے، یہ ممکن نہیں، بلکہ، قطعاً، محال ہے۔

صرف، صُدُور و وقوع نہیں، بلکہ، امکان و جواز ہی، محال ہے۔

اور، وہ ذات، اِلٰہ و معبود ہو ہی نہیں سکتی جس کے لئے کذب و عیب، ممکن اور جائز ہو۔
چہ جائے کہ، صُدُور و وقوعِ کذب و عیب کا، ایک لُحہ کے لئے تصوُّر بھی، کیا جاسکے۔

جمہور مفسّرینِ قرآنِ حکیم، ''شَیٔ'' کی تفسیر میں، ارشاد فرماتے ہیں کہ:

شَیٔ، چاہی ہوئی چیز کو، کہا جاتا ہے۔ جس کی تعبیر ''مَشیّت'' سے کی جاتی ہے۔

یہاں، شَیٔ سے مراد، ہر وہ چیز ہے، جو، تحتِ مشیتِ خداوندی ہے۔

مشیتِ خداوندی میں، تمام ممکنات، شامل، اور اس سے، سارے محالات، خارج ہیں۔

اللہ سُبْحٰنَہٗ کی ہر صفت، دائمی اَبدی ہے۔

جو، ایک لحہ اور ایک آن کے لئے بھی، اُس سے، جُدا، نہیں ہوسکتی۔

اور جو، اُس کی صفت نہیں ہے اور اُس کی مشیت سے خارج ہے

وہ، ایک لحہ اور ایک آن کے لئے بھی، اس سے متعلق و وابستہ نہیں ہوسکتی۔

مثلاً: قرآنِ حکیم کی متعدد آیاتِ کریمہ میں، اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفات کے ساتھ، اُس کی
اِس صفتِ دائمہ (صِدق) کا بھی بیان، اور اس پر، سارے اہلِ ایمان کا، اِذعان و اِیقان ہے کہ:

صِدق، اللہ ربُّ الْعِزَّت کی صفت ہے۔ اور، وہ، صادق ہے۔''

اب، دو دو چار کی طرح، واضح ہوگیا کہ:

اللہ کے لئے صفتِ کذب، محالات میں سے ہے۔

کیوں کہ، یہ، اس کی مَشیّت ہی نہیں ہے۔ وہ، اپنی صفتِ صدق کو، ظاہر و باہر فرماچکا ہے۔

اس کی جُملہ صفاتِ کمالیہ، دائمہ کی طرح، صدق، جب، اس کی صفتِ دائمہ ہے
تو، کذب، اس کے لئے ہمیشہ، محال ہے۔

اس کے لئے کذب کا ممکن ہونا، کبھی ممکن، ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ، ہمیشہ کے لئے محال ہے۔

اور، یہ محال، کبھی تحتِ قدرت، داخل، ہُوا ہے، اور نہ کبھی ہوسکتا ہے۔

اسی طرح، اللہ تبارک و تعالیٰ نے، قرآنِ حکیم میں، پیغمبرِ اسلام صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَسلَّم کو ''خَاتَمُ النَّبِیّن'' فرمایا ہے۔

اب، اس اعلان شدہ مشیَّتِ خداوندی کے خلاف، جو، کچھ بھی ہے، وہ، محالات میں سے ہے۔

لِھٰذا، کسی کا، اب خاتمُ النَّبِیّن ہونا ہی نہیں، بلکہ، نبی ورسول ہونا۔

یعنی، نبی ورسول کی حیثیت سے مبعوث ہونا، ممکن ہی نہیں، بلکہ، محالِ قطعی ہے۔

بہت سی احادیثِ نبوی سے بھی، یہی ثابت ہے کہ:

آپ، آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد، کوئی نبی ورسول، مبعوث نہیں ہوگا۔

سلسلۂ نبوت ورسالت، آپ پر، منقطع ہو چکا ہے۔

اور، ظاہر ہے کہ:

احادیثِ نبوی، شارح ومفسّرِ قرآن ہیں۔ رسولِ کائنات، محبوبِ پروردگار، صَلَّی اللہُ علَیْہِ وَسَلَّم سے زیادہ، مشیتِ اِلٰہی کو، سمجھنے والی کوئی ہستی، صفحۂ گیتی پہ، نہ پیدا ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔

اور، وہ، صاف وصریح الفاظ میں فرما چکے ہیں کہ:

میں، آخِرُ الانبیا ہوں۔ اللہ نے سلسلۂ نبوت ورسالت، مجھ پر ختم کر دیا۔

میرے بعد، کوئی نبی ورسول نہیں۔ میں، قَصرِ نبوت کی آخری اینٹ ہوں۔

عہدِ رسالت وعہدِ صحابۂ کرام سے آج تک، ساری امت، یہی سمجھتی چلی آ رہی ہے کہ:

خَاتَمُ النَّبِیّن، پیغمبرِ آخرالزَّماں، حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ علَیْہِ وَسَلَّم ہی ہیں۔ آپ پر، بابِ نبوت ورسالت، بند کر دیا گیا۔

اب، قیامت تک کوئی، دوسرا نبی ورسول، مبعوث ہونا، مشیَّتِ خداوندی کے خلاف ہے۔

اِس لئے، وہ، تحتِ قدرت نہیں، بلکہ، محالات میں سے ہے۔

مذکورہ بالا حقائق سے، دو دو چار کی طرح، واضح ہو جاتا ہے کہ:

(۱) محالات، تحتِ قدرتِ اِلٰہی نہیں۔ اِس لئے ہر اَمرِ محال سے، اللہ تعالی، یقینی اور قطعی طور سے، پاک وپاکیزہ ہے۔ اور کوئی امرِ مُحال، ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے، ممکن نہیں۔

(۲) تحتِ قدرتِ اِلٰہی، وہی صفات واُمور ومعاملات ہیں، جو، تحتِ مَشیَّتِ اِلٰہی ہیں۔

اس کی مشیَّت کے خلاف، کوئی صفت، اس کے لئے ممکن نہیں، بلکہ، محال ہے۔

(۳) ہر مَقدورِ عبد، مَقدورِ اِلٰہ ہے۔ یہ کلّیہ، مطلقاً عام نہیں۔

وَ مَا مِنْ عامٍّ اِلَّا وَ قَدْ خُصَّ مِنْہُ الْبَعض۔ کوئی عام، ایسا نہیں، جس سے کچھ اِستثنا، نہ ہو۔

وہی مقدورِ عبد، مقدورِ اِلٰہ ہے، جو، تحت مشیَّتِ اِلٰہی ہے۔

جو، صفت، مشیَّتِ اِلٰہی سے خارج ہے، وہ، عبد کی صفت ہو سکتی ہے، معبود کی نہیں۔

لِھٰذا، قدرتِ عبد کے زیادہ، ہونے کی بات ہی، لَغْو ولا طائل اور نا قابلِ اِلتفات ہے۔

(۴) صُدُورِ عیوب وقبائح کا، جنابِ باری تعالیٰ میں، جس طرح، تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اُسی طرح، عیوب وقبائح کے خارج از مشیتِ اِلٰہی ہونے کی وجہ سے، جناب باری تعالیٰ کے لئے انھیں، ممکن بھی، نہیں مانا جا سکتا ہے۔

(۵) جُملہ عیوب وقبائح ونقائص، تحت قدرتِ اِلٰہی ہونے کی اِستعداد وصلاحیت ہی سے یکسر خالی، اور محروم ہیں۔

(۶) کذبِ باری تعالیٰ کے محال وممتنع ہونے کے ساتھ، نظیرِ محمدی ونظیرِ خاتم النَّبِیّن بھی محال وممتنع ہے۔

متعدد آیات واحادیثِ کریمہ کے ذریعہ، یہ مشیَّتِ خداوندی، ظاہر وباہر ہو چکی ہے کہ:

اللہ تبارک وتعالیٰ، صادق ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ علَیْہِ وَسلَّم، خاتمُ النَّبِیّن ہیں۔ آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد، کوئی نبی ورسول نہیں۔

(۷) جن اُمور ومعاملات میں، مشیَّتِ خداوندی، ظاہر ہو چکی ہے۔

اور جو، تحتِ مشیَّتِ خداوندی نہیں، اُن کے بارے میں، کسی اِمکان وجواز کا خیال بھی، دل میں لانا جہالت وضلالت وبددینی کے سِوا، کچھ نہیں ہے۔

مندرجہ ذیل سُطور میں، اِس حقیقت کو، علمی پیرائے میں، نہایت مختصر، مگر، بے حد جامع انداز میں بتایا اور سمجھایا گیا ہے کہ:

''محال بِالذَّات، وہ، ہے جس کی نفسِ ذات، اِبا، کرے، وجود سے۔

اور، وہ عَرَض بھی، محال بِالذَّات ہوتا ہے، جو، اپنے وجود کے وقت ایسی شئے سے متعلق ہوتا ہے جس کی نفسِ ذات، اِبا کرتی ہے، وجود سے۔

اور، اگر، وہ شئے، مستقل نہیں، تو، جس کے ساتھ، اُس کا تعلق ہے، اُس کی نفسِ ذات اِبا کرے، اُس کے وجود سے، تو، وہ بھی، محال بِالذَّات ہے۔

وجہِ اِستحالہ، بیان کرنے سے، شئے، محال بِالغیر نہیں ہوجاتی۔

اللہ نے خبر دی کہ: فلاں بات ہوگی، یا۔ نہ ہوگی۔"

اب، اُس کا خلاف، ممکن ہے، یا۔ محال؟

ممکن، تو، ہے نہیں۔ اور محال بِالذّات، ہو نہیں سکتا کہ:

نفسِ ذات میں، اِمکان ہے۔ تو، محال بِالغیر ہوگا۔

اب، وہ غیر، کیا ہے جس کے سبب سے، یہ محال ہے؟ وہ، کذبِ اِلٰہی ہے۔

لازم آئے گا کہ، کذبِ اِلٰہی، محال بِالذّات ہو۔ ورنہ، محال بالغیر تو ممکن بِالذّات ہوتا ہے۔

اور ممکن بِالذّات پر، کوئی شئے، موقوف ہونے سے، محال بِالغیر نہیں ہوجاتی۔

کذبِ اِلٰہی کا امکان، مان کر، عقائد، ایمان، شرائع، اَدیان، کچھ بھی، نہ رہے گا۔

ایمان، کہتے ہی ہیں، اعتقادِ جازِم، غیر متزلزل کو۔

ہمارا ایمان ہے کہ، قیامت آئے گی۔

پھر، کیا سبب ہے، کوئی دلیلِ عقلی، اس پر قائم نہیں؟ سَمعیاتِ مَحضہ میں سے ہے۔

لامحالہ ماننا پڑے گا: اِخبارِ اِلٰہی۔

اور، جب، اِخبارِ اِلٰہی میں کذب، ممکن ہوا، تو، اِعتقادِ جازِم، غیر متزلزل، کہاں سے آئے گا؟

پھر، تو، ہر بات میں، یہ رہے گا کہ ممکن ہے: جھوٹ کہہ دیا ہو۔

تو، نہ دین رہا، نہ قرآن۔ نہ اسلام رہا، نہ ایمان۔"

(ص ۷۱۔ اَلْمَلفوظ، حصہ چہارم۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

یہاں، یہ حقیقت، واضح رہے کہ:

شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) اور ان کے ہم خیال، سرگرم مبلّغِ وہابیت مولانا عبد الحئ، بڈھانوی (متوفی ۱۲۴۳ھ/۱۸۲۸ء) نے، متحدہ ہندوستان میں جس وہابیت کی تخم ریزی و آبیاری کی تھی، وہ، آگے چل کر، دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔

ان میں ایک حصہ اور ایک طبقہ، وہ ہے، جو، تقلیدِ فقہی اور تصوف و طریقت کو، جائز کہتا ہے۔

اور دوسرا طبقہ، علانیہ طور سے تقلید و تصوف کو، بدعت و ناجائز اور نہ جانے کیا کیا سمجھتا اور کہتا رہا۔

پہلے طبقہ کے دیوبندی علما اور دوسرے طبقہ کے غیر مقلّد علما

ہند و پاک میں، اب تک، اپنا اپنا، یہی کردار، ادا کر رہے ہیں۔

ان دونوں طبقوں کا مَصدر و منبع، مشہورِ زمانہ اور اہلِ سنّت کی نظر میں، رُسوائے زمانہ کتاب "تقویۃ الایمان" ہے۔ جس نے، دوسو (۲۰۰) سال سے متحدہ، اور، پھر، منقسم ہندوستان کی مسلم آبادیوں میں، مذہبی اختلاف و انتشار، فتنہ و فساد اور جنگ و جدال کی آگ، بھڑکا، رکھی ہے۔

عُلمائے فرنگی محل، لکھنؤ میں، مولانا جمالُ الدّین، فرنگی محلی (وصال ۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء) نواسۂ بحرالعلوم، مولانا عبدالعلی، فرنگی محلی (وصال ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) رَدِّ وہابیہ میں، پیش پیش تھے۔

مولانا جمالُ الدّین، فرنگی محلی (متوفی، ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء۔ مدراس) بن مولانا علاءُ الدّین فرنگی محلی (متوفی ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۷ء۔ مدراس) ریاستِ اَرکاٹ (مدراس)

جنوبی ہند کے "مدرسۂ والا جاہی" میں، صدر مدرس تھے۔

انھوں نے، مولانا حیدر علی، رام پوری، ٹونکی (متوفی، ذوالحجہ ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء) کے بھائی مولوی محمد علی، واعظ، رام پوری (متوفی ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء)، خلیفۂ سید احمد، رائے بریلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء)، جو، مدراس میں، تبلیغِ وہابیت کر رہے تھے، اُن سے

مسئلۂ شفاعت پر مناظرہ کر کے، انہیں، ریاست بدر ہونے پر مجبور کر دیا۔

مفتی محمد رضا، انصاری، فرنگی محلی لکھنوی (متوفی فروری ۱۹۹۰ء) سابق استاذِ دینیات مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ نے، قدرے تفصیل سے، یہ واقعہ، اپنی کتاب "بانیِ درسِ نظامی" مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۷۳ء میں، درج کیا ہے۔

چنانچہ، وہ، لکھتے ہیں:

"ملک العُلما، مُلاّ علاء الدین احمد (فرنگی محلی) ہی، مدراس میں آخری عمر تک مقیم رہے۔

اور مُلاّ بحرالعلوم (مولانا عبدالعلی محمد، فرنگی محلی لکھنوی) کی جانشینی کے فرائض، انجام دیتے رہے۔

ان (مُلاّ علاء الدین، فرنگی محلی) کے انتقال کے بعد، ان کے اکلوتے بیٹے، مُلاّ جمال الدین احمد فرنگی محلی، مدراس میں آخری عمر تک، قیام پذیر رہے۔

اور، رَدِّ وہابیہ کے معرکۂ عظیم میں، جو، وہاں "تقویۃ الایمان" مصنّفہ مولوی محمد اسمٰعیل شہید دہلوی کے سلسلے میں ہوا تھا، بہت، پیش پیش تھے۔

مولوی، میر محمد علی، واعظ، رام پوری نے سید احمد شہید، بریلوی، مولوی محمد اسمٰعیل شہید، دہلوی، اور

اس گروہ کے دیگر علما کے عقائد کی، بہت ترویج بھی کی۔جس نے مدراس میں، دوگروہ پیدا کردیے تھے۔
یہ، قاضی بدرُالدّولہ کا زمانہ تھا۔سخت نزاع پھیل گئی۔
جس میں، نوابِ ارکاٹ اور انگریزوں کو دخل دینا پڑا۔
مُلاّ جمال الدین احمد (نواسۂ بحرالعلوم، فرنگی محلی) نے
اس میں، یہاں تک، دل چسپی لی کہ، **میر محمد علی سے "مسئلۂ شفاعت" پر مناظرہ کیا۔**
اور، ان کو مجبور کیا کہ، وہ، تقویۃ الایمان کی قابلِ اعتراض عبارتوں سے، اپنی برأت، ظاہر کریں۔
میر (محمد علی، واعظ، رام پوری) صاحب نے مسجدِ والا جاہی (ریاستِ ارکاٹ) میں، بعد نمازِ جمعہ
برأت نامہ تحریری پیش کیا۔جو، حاضرین کو سنایا گیا۔مگر، اس مجمل برأت نامہ سے، مُلاّ جمال الدین احمد
فرنگی محلی اور ان کے ہم خیال، مطمئن، نہ ہوئے۔دوسرا برأت نامہ، میر صاحب نے پیش کیا۔
ایک طرف، برأت نامہ، دوسری طرف، ایسی تقریر جن سے مولانا اسمٰعیل شہید وغیرہ کی
تعریف وتوصیف نکلتی ہو، میر صاحب کرتے رہے۔
آخر کار، مُلاّ جمال الدین احمد، اور ان کے ہم خیال عُلما نے
میر محمد علی، واعظ، رام پوری کے کفر کا فتویٰ دیا۔اور انھیں، واجبُ القتل، قرار دیا۔
قتل کا اختیار، نوابِ ارکاٹ کو، نہ تھا۔اس لئے مُلاّ جمال الدین احمد، فرنگی محلی نے
ایک اور اشتہار، تیار کرکے، مسجدِ والا جاہی (ریاستِ ارکاٹ) میں، سنایا۔
اور معاملہ، اس حد تک پہنچ گیا کہ:
شہرِ مدراس کے چیف مجسٹریٹ نے، میر صاحب کو
بحفاظت تمام، بذریعہ بحری جہاز، مدراس سے کلکتہ، روانہ کردیا۔
مُلاّ جمال الدین احمد نے، اس کے بعد، میر صاحب کے، ایک ایک مرید سے، فرداً، فرداً
توبہ کرانا، شروع کیا۔اور اصرار کیا کہ، یہ لوگ، مسجدِ والا جاہی میں، عام لوگوں کے سامنے، توبہ کریں۔
نواب محمد علی، والا جاہی مرحوم (نوابِ ریاستِ ارکاٹ) کی ایک بیوہ بھی
میر صاحب کے مریدوں میں تھیں۔ان کو بھی، مجبور کرکے، توبہ کرائی گئی۔
مُلاّ جمال الدین احمد، فرنگی محلی، کسی طرح، ان کو مستثنیٰ کرنے پر، راضی نہ ہوئے۔"
(ص ۱۲۱ و ص ۱۲۲۔"بانیِ درسِ نظامی" استاذ الھند، مُلاّ نظام الدین محمد، فرنگی محلی۔مؤلّفہ مفتی محمد رضا انصاری، فرنگی محلی۔

مجلسِ صحافت ونشریات، ندوۃُ العلما لکھنؤ۔۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء)
حکیم عبدالحیٔ، رائے بریلوی (متوفی ۱۳۴۱ھ/فروری ۱۹۲۳ء) نے بھی، مولانا محمد علی، رام پوری کے
تذکرہ میں، لکھا ہے کہ:
.........حَتّٰی نَهَضَ زُعَمَاءُ الْبِدعةِ وَ دُعاتُهَا اِلیٰ خِصَامِه ۔ وَ کَفَّرُوه
وَ اَحْرَقُوا "**تقویة الایمان**" لِلشَّیخ اسمٰعیل بن عبد الْغَنی الدّهلوی ۔فثَارتِ الْفِتنةُ الْعَظیمة۔
وَ کانَ جَمالُ الدِّین بن عَلاء الدین اللّکْنَوِی، رَأسَ تِلک الْفِتنةِ الْعادیة ۔
کَفَّرَهُ وَسَعیٰ اِلیٰ الحُکّام فامَرُوا بِجلاءِ ه۔اِلیٰ آخرِه۔
(ص۱۰۰،۱۰۱۔اَلْجزءُ السَّابع۔نُزْهَةُ الْخَوَاطِر۔دار ابن حزم۔بَیروت)
مولانا سکندر علی، خالص پوری، لکھنوی، نقشبندی مجدّدی (وصال شعبان ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۷ء)
نے **"تُحفةُ الْعُلَمَاء فِی اِمْتِنَاعِ کِذْبِ الْبَارِی جَلَّ شَانُهٗ"۔**
مولانا احمد حَسَن، کان پوری (متوفی ۳ صفر ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) تلمیذِ مفتی محمد لطف اللہ
علی گڑھی (متوفی ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء) وخلیفۂ حاجی امداد اللہ، مہاجر مکّی (متوفی ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء) نے
"تَنْزِیهُ الرَّحْمٰنِ عَنْ شَائِبَةِ الْکِذْبِ وَالنُّقْصَانِ" مطبوعہ ۱۳۰۶ھ۔
مولانا حکیم سید برکات احمد، ٹونکی (متوفی ربیعُ الاوّل ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۸ء) نے
"اَلصَّمْصَامُ الْقَاضِبُ لِرَأْسِ الْمُفْتَرِی عَلَی اللّٰهِ الْکِذْبَ"۔
اور مفتی محمد عبداللہ، ٹونکی (متوفی ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) نے "عُجَالَةُ الرَّاکِبِ فِی اِمْتِنَاعِ
کِذْبِ الْوَاجِب"، مطبوعہ ۱۳۰۸ء، لکھ کر، **عقیدۂ امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کا، ردِّ بلیغ فرمایا۔**
اِمتناعِ کذبِ باری تعالیٰ کے موضوع پر "سُبْحٰنَ السُّبُّوح عَنْ عَیْبِ کِذْبٍ مَقبوحٍ"
(۱۳۰۷ھ) مطبوعہ بریلی۔ومشمولہ فتاویٰ رضویہ، جلد ششم، مطبوعہ سُنّی دارالاشاعت، مبارک پور
ضلع اعظم گڑھ۔یوپی۔وفتاویٰ رضویہ، مترجَم، جلد ۱۵۔مطبوعہ پاک وہند۔
اور، اِمتناعِ نظیرِ خاتم النّبیّن کے موضوع پر "جَزَاءُ اللّٰهِ عَدُوَّهٗ بِاِبَائِهٖ خَتمَ النُّبُوَّة" (۱۳۱۷ھ)
مطبوعہ بریلی۔ومشمولہ فتاویٰ رضویہ، جلد ششم، سُنّی دارالاشاعت مبارک پور، وفتاویٰ رضویہ مترجَم
جلد ۱۵۔مطبوعہ پاک وہند، شایانِ مطالعہ کتابیں ہیں۔
شاہ محمد اسمٰعیل، دہلوی نے تقویۃُ الایمان میں، مسئلۂ شفاعت کا بھی، اِس طرح، ذکر کیا ہے کہ

اسے، بہ منزلۂ عدم، پہنچا دیا۔ جس کا نہایت محققانہ جواب، علّامہ فضلِ حق، خیر آبادی نے اپنی کتاب "تَحْقِیقُ الْفَتْویٰ فِی اِبْطَالِ الطَّغْویٰ" میں، تحریر فرمایا ہے۔

شاہ اسمٰعیل، دہلوی، اپنے سفرِ حج سے واپسی کے وقت، ۱۲۳۹ھ میں، کلکتہ ہوتے ہوئے صادق پور، پٹنہ اور پھلواری شریف، پٹنہ پہنچے۔

یہاں کا حال، حضرت مولانا محمود احمد، قادری، رفاقتی، مظفر پوری (فرزندِ اکبر، مفتیِ اعظم کان پور حضرت مفتی رفاقت حسین، قادری، اشرفی، مظفر پوری۔ وصال ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء)
اِس طرح، بیان فرماتے ہیں:

..........تیسری رجب (۱۲۳۹ھ) کو، قریۂ ناچیہ، پھلواری شریف گئے۔

یہاں، خانقاہِ مُجیبیہ میں، حضرت شاہ نعمتُ اللہ صاحب سے ملاقات کی۔

حضرت شاہ نعمتُ اللہ قادری نے، ان کو، بزرگانہ نصیحت فرمائی۔

مولوی اسمٰعیل، دہلوی نے، خودرَائی کی رَوِش بَرتی۔ نتیجہ، یہ ہوا کہ:

حضرت شاہ محمد نعمتُ اللہ قادری کی موجودگی میں، ان کے اَمر و حکم سے، ان کے فرزندِ اکبر، حضرت شاہ ابوالحسن فردؔ قادری نے مسئلۂ شفاعتِ حضرت شفیعُ المُذنبین، حبیبِ ربِّ العالمین، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سلَّم پر، مباحثہ و مناظرہ کیا۔ جس میں، مولوی اسمٰعیل کو، بجز سکوت، کوئی چارہ، نہ ہوا۔

اِس مباحثہ و مناظرہ کی مجلس میں، قصبہ پھلواری شریف کے ڈھائی سو عمائد و مشائخ اور کِبارِ عُلما و اَولیا، موجود تھے۔

تفصیل کا موقع نہیں۔ ایک موجز جامع رسالہ میں، مباحثہ کی روداد، موجود ہے۔ اس کا ایک نسخہ شعبۂ مخطوطاتِ فارسی، ذخیرۂ شبلی، کتب خانہ دارالعُلوم، ندوۃ العُلما لکھنؤ میں محفوظ اور شایانِ دید ہے۔"

(ص ۲۱۰۔ سوانحِ رفاقتی۔ مؤلّفہ مولانا محمود احمد قادری، رفاقتی۔ مطبوعہ ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء)

تقویۃُ الایمان کی مندرجہ ذیل، توہین آمیز عبارتیں، اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر پڑھ لیجیے۔ **اور پھر، خود، فیصلہ کیجیے کہ:**

یہ کون سا ایمان و اسلام ہے؟ اور حق و ہدایت کے ساتھ، یہ کیسا مذاق اور شرع و عقل کے خلاف، یہ کیسی جُرأت و جسارت اور کتنا بڑا ظلمِ صَریح ہے؟

"ف۔ یعنی، اللہ صاحب نے لقمان کو، عقل مندی دی تھی۔ سو، انھوں نے

اس سے سمجھا کہ، بے انصافی، یہی ہے کہ، کسی کا حق اور کسی کو پکڑا دینا۔
اور جس نے اللہ کا حق، اُس کی مخلوق کو دیا، تو، بڑے سے بڑے کا حق لے کر
ذلیل سے ذلیل کو، دیا۔ جیسے، بادشاہ کا تاج، ایک چمار کے سر پر، رکھ دیجیے۔
اِس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی؟
اور یقین، جان لینا چاہیے کہ:
ہر مخلوق، بڑا ہو، یا۔ چھوٹا، اللہ کی شان کے آگے، چمار سے بھی، ذلیل ہے۔"

(ص ۱۰۔ تقویۃُ الایمان۔ مؤلّفہ شاہ محمد اسمٰعیل، دہلوی۔ مطبع علیمی۔ اندرونِ لوہاری دروازہ۔ لاہور۔
و ص ۳۵۔ تقویۃُ الایمان۔ مکتبہ سلفیہ، لاہور)

"وہاں، نہ اللہ کے سِوا، کوئی اور، نہ کسی کا، یہ نام۔ اگر، کسی کا، یہ نام ہے۔
تو، اس کو، کسی کاروبار میں، کچھ دخل نہیں۔ سو، سب خیال ہی خیال ہے۔
اِس نام کا کوئی شخص، وہاں، مالک اور مختار نہیں۔
جو، اِن کاموں کا مختار ہے، اُس کا نام، اللہ ہے۔ محمد، یا۔ علی نہیں۔
اور جس کا نام محمد، یا۔ علی ہے۔ وہ، کسی چیز کا مختار نہیں۔"

(ص ۲۸۔ تقویۃُ الایمان۔ مؤلّفہ شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی۔ مطبع علیمی۔ اندرونِ لوہاری دروازہ۔ لاہور۔
و ص ۶۸۔ تقویۃُ الایمان۔ مکتبہ سلفیہ، لاہور)

"سُبْحٰنَ اللہ! اَشرفُ المخلوقات، محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی
تو، اس کے دربار میں، یہ حالت ہے کہ:
ایک گنوار کے منہ سے، اتنی سی بات سنتے ہی
مارے دہشت کے، بے حواس ہوگئے۔"

(ص ۳۹۔ تقویۃُ الایمان۔ مؤلّفہ شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی۔ مطبع علیمی۔ اندرونِ لوہاری دروازہ۔ لاہور)

ایک حدیث لکھ کر، اس پر، اپنی طرف سے "**فائدہ و تبصرہ**" اِس طرح لکھا ہے:
"ف۔ یعنی، انسان، آپس میں، سب، بھائی ہیں۔ جو، بڑا بزرگ ہو، وہ، بڑا بھائی ہے۔
سو، اس کی، بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے۔ اور مالک، سب کا اللہ ہے، بندگی، اسی کو چاہیے۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

اَولیا واَنبیا، اِمام واِمام زادہ، پیروشہید، یعنی، جتنے اللہ کے مقرَّب بندے ہیں

وہ سب، انسان ہی ہیں۔اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی۔

مگر، اللہ نے ان کو، بڑائی دی۔وہ، بڑے بھائی ہوئے۔

ہم کو، ان کی فرماں برداری کا حکم ہے۔ہم، ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔"

(ص ۴۲۔تقویۃ الایمان۔مؤلّفہ شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی۔مطبع علیمی۔اندرونِ لوہاری دروازہ۔لاہور)

"ف۔یعنی، میں بھی، ایک دن، مر کر مٹی میں، ملنے والا ہوں۔"

(ص ۴۲۔تقویۃ الایمان۔مؤلّفہ شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی۔مطبع علیمی۔اندرونِ لوہاری دروازہ۔لاہور)

"اللہ کی شان، بہت بڑی ہے کہ:

اَنبیا واَولیا، اُس کے رُوبرو، ایک ذرّۂ ناچیز سے کم تر ہیں۔"

(ص ۸۷۔تقویۃ الایمان۔مؤلّفہ شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی۔مکتبہ سلفیہ، لاہور)

تقویۃ الایمان کی عبارتوں کی شناعت وقباحت، بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا سید عبدالفتّاح، حَسَنی، قادری، معروف بہ، مولانا سید اشرف علی، گلشن آبادی (وصال ۱۵/صفر ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء۔مدفون بمبئی) تحریر فرماتے ہیں:

"اسی تقویۃ الایمان کی عبارت ہے:

"جو لوگ، پہلے پچھلے، آدم، جن اور پیغمبر ہی سے ہو جائیں۔

تو، اُس مالکُ المُلک کی سلطنت میں، ان کے سبب، کچھ رونق، نہ بڑھ جائے گی۔

اور جو سب لوگ، مل کر، شیطان ہی سے ہو جاویں، تو، اُس کی رونق، گھٹ، نہ جاوے گی۔"

اسی پر، علما لکھتے ہیں: اے مومنو!

"جو شیطان اور دَجّال، پیغمبروں سے اور فرشتوں ہی سے ہو جانا، اور پیغمبران اور فرشتے شیطان اور دَجّال ہی سے بن جانا۔"

اِن نالائقوں کے پاس، حقارت نہیں ہے، تو، کہہ دو، ان سے کہ:

ہاتھ، اپنے ایمان سے دھوئیں، اور جو کچھ، جی میں آوے، سو کہیں۔"

(ص ۲۵۴۔تحفۂ محمدیہ۔مؤلّفہ مولانا سید عبدالفتاح حَسَنی قادری، معروف بہ، مولانا سید اشرف علی، گلشن آبادی۔
مطبوعہ دار العلوم اہلِ سنّت صادق العلوم، گھاس بازار، ناسِک، مہاراشٹر۔طبعِ جدید مع کمپوزنگ ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء۔

طبعِ قدیم، نامی کریمی پریس، بمبئی۔۱۳۴۳ھ)

"ہمارے عُلمائے اَعْلام، بیانِ عقائدِ اسلام میں، یوں لکھتے ہیں کہ:

افضل نام کو، مقامِ مُحَقّر (ادنیٰ حیثیت اور بے ادبی کی جگہ) میں، تصریح کرنا ادبِ ایمان سے دور، بلکہ، خوف، کفر کا ہے۔

چنانچہ، اللہ تعالیٰ، سبھوں کا خالق ہے، تاہم، مقامِ حمد میں

خَالِقُ الْخَنَازِیر (خنزیروں کا خالق) کہیں، تو، کفر ہے۔

شیخ (عبدالحق، محدِّث) دہلوی نے بھی، رسالہ "مَرَجَ الْبَحْرَین" کے آخیر میں لکھا ہے کہ:

عِزّ وکمال کو، منزَّہ رکھنا، جو علم، یا عمل، یا حال کہ، ان کے مرتبہ کے لائق، نہ ہو، اُن کی طرف منسوب، نہ کرنا، بلکہ، جو بزرگیاں، مرتبۂ اُلوہیت کے بعد ہیں، سو، جناب سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حق میں، ثابت، کرنا ہے۔"

اور، یہ مضمون، جو، اس بے ادب نے، اپنے دل سے تراش کر

بزرگوں کی جناب میں بے ادبی کیا ہے، دوسری عبارت سے بھی، ادا ہو سکتا تھا کہ:

جس سے اللہ کی شان اور اس کی بڑائی، معلوم ہووے۔

اور بزرگوں کی بزرگی اور ان کے ادب کا سر رشتہ بھی، ہاتھ سے، نہ جاوے۔

یعنی، یوں کہا ہوتا کہ:

"کسی کی عبادت اور اِطاعت سے، اُس مالکُ الملک کی سلطنت، رونق وزینت، نہیں پاتی۔اور کسی کی نافرمانی اور بغاوت سے، اُس کی سلطنت کی زیب وزینت، گھٹ نہیں جاتی۔"

لیکن، بے چارہ کیا کرے؟ جو کچھ، اس کے دل میں تھا، سو، بے اختیار، زبان سے نکلا۔

شفاءِ قاضی عیاض اور مَوَاھِبُ اللَّدُنِّیَّہ میں لکھا ہے کہ:

وہ سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، جو، سب خلائق میں افضل اور تمام رسولوں کے سردار ہیں، فرمایا کہ:

مجھ کو، یونس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلام پر فضیلت، مت دو۔"

کیوں کہ، کسی شخص کا نام لے کر، اس کو غیر پر فضیلت دینے سے اُس غیر کی تحقیر اور اہانت ہوتی ہے۔

پس، حضراتِ اَنبیا اور اَولیا کی تحقیر، اُس قائل کی بے ادبی کیوں کر، نہ ثابت ہو کہ

جو، اِن بزرگوں کو، بھوت اور پریت کے ساتھ، برابر کردے۔ اور، ان کو، چمار سے تشبیہ دے۔

جیسا کہ، اس کی کتاب (تقویۃ الایمان) کی عبارت سے، صاف معلوم ہوتا ہے۔

غرض! اِس طور کا قول اور بے ادبانہ کلام، مسلمانوں کو، بے ایمان کردیتا ہے۔

اور، یہ سخن، دوزخ میں لے جاتا ہے۔

اگر، وہ گستاخ اور بے ادب، اِسی مطلب کو، دوسرے طرز سے لکھا ہوتا تو بہتر تھا۔

"یعنی، کسی کی شان اور بڑائی، اللہ کی شان اور بزرگی کو نہیں پہنچتی، اور وہی علمِ غیب کا مالک ہے۔ اور کسی انسان اور فرشتے اور جن کو، اُس ربُّ العالمین کی صفتوں میں، جو، مَعبودیت کو لازم ہیں، شریک نہ جانے اور جاہلیت کی کُل رسموں کو چھوڑ دیوے۔"

(مگر) سچ ہے کہ، جس کا رہنما، شیطان ہوتا ہے، وہ، ایسی بے ہودہ گوئی اور بے ادبی سے کچھ، اندیشہ نہیں کرتا۔"

(ص ۲۵۵ و ۲۵۶ ۔ "تحفۂ محمدیہ"، مؤلّفہ مولانا سید اشرف علی گلشن آبادی)

"اور، اِسی طرح، اِس کتاب میں اکثر، نالائق سخن اور بے ہودہ کلام آیا ہے کہ:

جس سے پیغمبروں کی ہَتک، اور بزرگوں کی تحقیر، بے تأمُّل نکلے۔

اور دیکھنے اور سننے سے اُس کے، ہر مومن کا دل، خوف سے، بے ادبی کے، موم سا پگھلے۔

یَااللہ! پناہ دے ہم کو، دیکھنے اور سننے سے، اس کے۔

......کتاب، چلپی، جو، شرح وقایہ کا حاشیہ ہے، اُس کے کتابُ الْجِهَاد میں، یوں لکھا ہے:

(عربی عبارت، نقل کرنے کے بعد) یعنی کُل امت کا، اِس بات پر، اتفاق ہے کہ:

ہمارے پیغمبر ہوں، یا۔ اور کوئی نبی ہو، اُن کو، خفیف اور بے رتبہ جاننا، کفر ہے۔

خواہ، اس فعل کو حلال، جان کر کرے، یا۔ حرام، سمجھ کر، کر بیٹھے۔"

(ص ۲۵۶ و ۲۵۷ ۔ تحفۂ محمدیہ، مؤلّفہ مولانا سید اشرف علی گلشن آبادی)

"بھلا، اتنا تو، خیال کرے کہ:

صحابہ، باوجود، مَرتبت وقُرابت کے، طاقت نہیں رکھتے، جو، یَا اَخِی، کہیں۔

وقتِ سخن، عرض کرنے کے، فِدَاکَ اَبِی وَ اُمِّی یا رَسولَ اللہ، کہا کرتے تھے۔

اس کو بھی، رہنے دو۔ اِسی عقیدہ والوں کو، دیکھو کہ:

اپنے باپ دادا کو، استاد و مُرشد کو، حضرت، حضور و جناب، کہتے اور لکھتے ہیں۔

بھائی صاحب، نہیں بولتے۔

بڑا غضب ہے کہ، پیغمبر کی بے تعظیمی کو، نہیں ڈرتے۔

بلکہ، پوچ پوچ دلیلوں سے، اسی کے اِثبات پر، مرتے ہیں۔"

(ص ۲۵۹ ۔ "تحفۂ محمدیہ"، مؤلّفہ مولانا سید اشرف علی گلشن آبادی۔ مطبوعہ دار العلوم اہلِ سنّت صادق العلوم گھاس بازار، ناسِک، مہاراشٹر۔ طبع جدید مع کمپوزنگ ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء۔ طبعِ قدیم۔ نامی کریمی پریس، بمبئی۔ ۱۳۴۳ھ)

حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری (جامعہ نظامیہ، لاہور۔ وصال شعبان ۱۴۲۸ھ/یکم ستمبر ۲۰۰۷ء) تحریر فرماتے ہیں:

"سلسلۂ نقشبندیہ، مجدّدیہ کے مقتدر بزرگ، حضرت شاہ احمد سعید، نقشبندی، مجدّدی، دہلوی (وصال ربیع الاول ۱۲۷۷ھ/۔ مدفون جنت البقیع، مدینہ منورہ) قُدِّسَ سِرُّہٗ کا ارشاد، ملاحظہ ہو۔ اُن کے فرزندِ گرامی، حضرت شاہ محمد مظہر نقشبندی، مجدّدی، دہلوی، مہاجر مدنی (وصال محرمُ الحرام ۱۳۰۱ھ۔ مدفون جنت البقیع۔ مدینہ منورہ) قُدِّسَ سِرُّہٗ فرماتے ہیں:

وَ لَم یَذکر اَحداً اِلَّا الْفِرقة الضَّالَّة الْوَهابية لِتَحذيرِ النَّاسِ مِنْ قَبَاحةِ اَفعالِهِمْ و اَقوالِهِم۔

(ص ۱۷۶۔ اَلْمَنَاقِبُ الاحمدية وَ الْمقاماتُ السّعيدية ۔ از محمد مظہر، مہاجر مدنی۔ مطبوعہ قزان۔ ۱۸۹۶ء)

حضرت شاہ احمد سعید، مجدّدی قُدِّسَ سِرُّہٗ کسی کی برائی نہیں کرتے تھے، سِوا، فرقۂ وہابیہ کے۔

تا کہ، لوگوں کو، ان کے اَفعال و اَقوال کی قباحت سے ڈرائیں۔

پھر، اسی صفحہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

وَ كانَ قُدِّسَ سِرُّهُ يقول:

اَدنىٰ ضرر صحبتهِم اَنَّ محبةَ النَّبى صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسلَّم الَّتى هِىَ مِنْ اَعظمِ اَركانِ الايمان، تنقص ساعةً فساعةً۔

حتىٰ لا يبقىٰ مِنها غير الاسم وَالرَّسم۔

فكيف يكونُ اَعلاه۔ فَالْحَذر، اَلْحذر عن صحبتِهِم۔

ثُمَّ الْحَذر ،اَلْحذر عن رؤیتِهِم۔

حضرت (شاہ احمد سعید، مجدّدی دہلوی، مہاجر مدنی) فرمایا کرتے تھے کہ:

وہابیوں کی صحبت کا معمولی نقصان، یہ ہے کہ:

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبت، جو، ایمان کے بڑے ارکان میں ہے

لمحہ لمحہ، کم ہوتی جاتی ہے۔ **یہاں تک کہ، نام ونشان کے علاوہ، کچھ بھی، نہیں رہ جاتا۔**

جب، معمولی نقصان کا، یہ حال ہے، تو، بڑے نقصان کا کیا عالَم ہوگا؟

لہٰذا، ان کی صحبت سے بچو، ضرور بچو۔

بلکہ، ان کی صورت تک، دیکھنے سے، ضرور بالضرور، اجتناب کرو۔''

(ص ۳۵۔ وص ۳۶۔ کلمۂ اِفتتاح۔ بقلم مولانا محمد عبدالحکیم، شرف قادری۔ مشمولہ تحقیق الفتویٰ۔
مطبوعہ المجمع الاسلامی، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی۔ انڈیا)

اس دَور کے اختلافات اور نتائج کا ذکر، یہیں چھوڑ کر، اب آگے کی طرف بڑھتے ہیں۔

خلاصۂ بحث کو، سمجھنے کے لئے مشہور نقش بندی مجدّدی عالم، مولانا ابوالحسن زید، فاروقی، مجدّدی، دہلوی (متوفی ۱۷رجمادیٰ الآخرہ ۱۴۱۴ھ/۲؍دسمبر ۱۹۹۳ء) کی، یہ تحریر، بصیرت افروز اور عبرت انگیز ہے:

''حضرت مجدّد (الفِ ثانی، شیخ احمد، سرہندی) کے زمانے سے ۱۲۴۰ھ (مطابق ۱۸۲۴ء) تک، ہندوستان کے مسلمان، دو فرقوں میں بٹے رہے: ایک اہلِ سُنَّت وجماعت، دوسرے شیعہ۔

اب، مولانا اسمٰعیل، دہلوی کا ظہور ہوا۔ وہ، شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیعُ الدّین اور شاہ عبدالقادر کے بھتیجے تھے۔

ان کا مَیلان، محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف ہوا۔ اور نجدی کا رسالہ ''رَدُّ الْاِشْرَاک'' ان کی نظر سے گذرا۔ اور اردو میں، انھوں نے ''**تقویۃُ الایمان**'' لکھی۔

اِس کتاب (تقویۃُ الایمان) سے، مذہبی آزاد خیالی کا دَور، شروع ہوا۔

کوئی غیر مقلِّد ہوا، کوئی وہابی بنا، کوئی اہلِ حدیث کہلایا، کسی نے اپنے کو سَلَفی کہا۔

ائمۂ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام، دل میں تھا، وہ، ختم ہوا۔

معمولی نوشت وخواند کے اَفراد، امام بننے لگے۔

اور افسوس اِس بات کا ہے کہ:

توحید کی حفاظت کے نام پر، بارگاہِ نبوت کی تعظیم واحترام میں تقصیرات (بے ادبی وگستاخی) کا سلسلہ، شروع کر دیا گیا۔

یہ ساری قباحتیں، ماہِ ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ (۱۸۲۴ء) کے بعد سے ظاہر ہونی، شروع ہوئیں۔

اُس وقت، دہلی کے تمام جلیلُ القدر عُلما کا، دہلی کی جامع مسجد میں اِجتماع ہوا۔

اور، ان حضرات نے باتفاق، اِس کتاب (تقویۃُ الایمان) کو، رَدّ کر دیا۔''

(ص ۸ وص ۹۔ ''**مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان**'' از مولانا ابوالحسن زید، فاروقی، مجدّدی، دہلوی
مطبوعہ شاہ ابوالخیر اکیڈمی۔ چتلی قبر، دہلی۔ ومطبوعہ لاہور)

تقویۃُ الایمان وصراطِ مستقیم از شاہ محمد اسمٰعیل، دہلوی اور فکرِ اسمٰعیلی وہابی کے حامل دیگر عُلما کی کتب ورسائل میں، جو کچھ ہے، اُس کا وبال، اپنی جگہ۔

ایک دوسری نہایت خطرناک تدبیر، اور شاطرانہ عمل، اِس طبقے کا، یہ ہے کہ:

منصوبہ بند طریقے سے، اس نے **کتب ورسائلِ ولی اللّٰھی عزیزی میں تحریفات واِلحاقات کی مذموم حرکت کی ہے۔**

چنانچہ، حضرت شاہ رفیعُ الدّین، محدّث دہلوی (وصال ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء) کے نواسے کے پوتے سید ظہیرُ الدّین احمد، عُرف سید احمد، ولی اللّٰھی، دہلوی نے، اپنے مطبع احمدی، دہلی کی شائع کردہ کتاب ''تاوِیلُ الْاَحَادِیث'' از شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی کے آخر میں لکھا ہے کہ:

''آج کل، بعض لوگوں نے، بعض تصانیف کو، اِس خاندان (ولی اللّٰھی) کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اور در حقیقت، وہ تصانیف، اِس خاندان میں سے، کسی کی نہیں ہیں۔

اور بعض لوگوں نے، جو، اِن کی تصانیف میں اپنے عقیدے کے خلاف، بات پائی تو، اس پر، حاشیہ جڑا۔ اور موقع پایا، تو، عبارت میں، تغیُّر وتبدُّل کر ڈالا۔

تو، میرے کہنے سے، یہ غرض ہے کہ:

اب، جو تصانیف، ان کی چھپیں، تو، اچھی طرح اطمینان کر لینا چاہیے۔ جب، خریدی جائیں۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۲۰۱۔ ''**شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب**''۔ مؤلّفہ حکیم سید محمود احمد، برکاتی، ٹونکی (کراچی) مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ۔
جامعہ نگر، نئی دہلی-110025۔ طبعِ دوم، مارچ ۲۰۰۶ء)

اَلْبَلَاغُ الْمُبِین اور تُحْفَةُ الْمُوَحِّدِین کا نام لے کر، سید ظَہِیرُ الدِّین احمد، عُرف سید احمد ولی اللّٰہی، دہلوی نے، انہیں، جعلی اور مصنوعی کتاب لکھا ہے۔ (حوالۂ مذکورہ)

مگر، افسوس کہ، **فکرِ اسمٰعیلی وہابی** کے حامل ادارے اور مکتبے، اب بھی، ان کتب و رسائل کو **شاہ ولی اللہ کے نام سے شائع کرتے رہتے ہیں۔**

قارئینِ کرام کے علم میں، یہ بات آ چکی ہے کہ:

کتب و رسائل میں تحریف و اِلحاق کرنا، طائفۂ وہابیہ کا قدیم شیوہ ہے۔

جیسا کہ، حضرت شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی کی تصنیفات و تالیفات میں، اِس طائفہ نے جا بجا، یہ حرکتیں کی ہیں۔ اب، ہم، یہاں، اِس تصویر کا دوسرا رُخ اور دوسرا منظر، آپ کو دکھاتے ہیں۔

''**مجموعۂ رسائلِ فضلِ رسول**''، طبعِ اول ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء۔ رضا اکیڈمی، بمبئی میں **میری ''تقدیم'' کا، یہ حصہ، بغور پڑھیں:**

''اِس مجموعہ کے آخری رسالہ ''فَوْزُ الْمُؤْمِنِین بِشَفَاعَةِ الشَّافِعِین'' کے آخری ذیلی عنوان ''**تقویۃ الایمان میں تحریف**'' کی، یہ تحریر پڑھ کر، مجھے کوئی حیرت نہیں ہوئی، جس میں سیفُ اللہِ الْمَسْلُول، علّامہ فضلِ رسول، بدایونی (وصال ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''اے مسلمانو! اِن لوگوں کی کتابیں پڑھنے سے بچو۔

عجیب طرح کے فساد، اِن میں بھرے ہوئے ہیں۔

ابھی **تقویۃ الایمان** کا ایک نسخہ دیکھا، جو، دہلی میں، حافظ محمد پیر خاں کے اِہتمام سے ۱۲۶۷ھ میں، چھپا ہے۔ اس میں حاشیہ بھی، چڑھایا ہے۔

اس حاشیہ میں، مخالفین کے بعض اِعتراضات کا جواب، دینے کی کوشش کی ہے۔

تقویۃ الایمان کے بعض الفاظ، جن پر، اہلِ سنّت نے مؤاخذہ کیا تھا، اُن کو، بدل دیا ہے۔

مثلاً: شفاعت کی بحث میں، جہاں، اصل تقویۃ الایمان میں ہے:

''بے سبب، درگذر نہیں کر سکتا'' لکھا تھا، وہاں، اُس کو ''بے سبب درگذر نہیں کرتا'' کر دیا ہے۔

یہ سب حرکتیں، بے جا ہیں۔ اگر، یہ لفظ، تمہارے نزدیک بھی، بُرا تھا اور اس کی برائی تمھیں، معلوم ہو گئی تھی، تو، حاشیہ پر، صاف لکھ دیتے۔

ایمان والے ہونے کا، یہی تقاضا تھا۔ **اصل کتاب میں، رَدّ و بدل کا، کیا معنیٰ ہے؟**

اور، اس سے کیا حاصل؟

تمہاری، یہ حرکت، صاحبِ تقویۃ الایمان پر سے اِعتراض، رفع نہیں کر سکتی۔ بلکہ، دلالتِ اِلتزامی سے سمجھنے والے سمجھ جائیں گے کہ، تم، ان الفاظ کو، ویسا ہی سمجھتے ہو، جیسا، ہم، سمجھتے ہیں۔

ہم، زبان سے بھی، وہی کہتے ہیں جیسا، دل میں سمجھتے ہیں۔ مگر، تم، زبان سے نہیں سمجھتے۔

جن باتوں پر، ہم نے گرفت کی ہے، وہ، تمہارے نزدیک بھی، بری ہیں۔ جبھی تو اُلٹ، پلٹ اور تبدیلی کرتے ہو؟ مگر، تعصّب اور سخن پروری سے تعریف کیے جاتے ہو۔

اور، ان الفاظ پر گرفت کرنے والوں کو، بُرا بھلا کہتے ہو۔

اور، اِس چالاکی اور بے باکی سے اگر، تمہارا مقصد، یہ ہے کہ:

لوگ، جان لیں گے کہ، اسمٰعیل دہلوی نے ایسے ہی لکھا تھا۔ تو، یہ مقصد ہرگز، حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ، اُلٹی، تمہاری ہی فضیحت ہوگی۔ کیوں کہ:

ایک تو، تم سے پہلے، چھپے ہوئے نسخے، کلکتہ، لکھنؤ اور دہلی میں بکثرت، موجود ہیں۔

دوسرے، یہ کہ، خود، اسمٰعیل دہلوی سے، انھیں عبارتوں اور انھیں الفاظ پر، عُلمائے اہلِ سنّت نے بحث کی، اور ہر ہر طرح کی تحریر و تقریر ہوئی۔ ان تحریروں میں، یہ الفاظ، موجود ہیں۔

''**تحقیقُ الْفَتْوٰی**'' میں، دیکھ لو کہ:

سوال میں بھی ''نہیں کر سکتا'' موجود ہے۔ اور جواب میں بھی، اسی کا، رَد کیا ہے۔

اور جب سے، اب تک، کیا اسمٰعیل دہلوی، اور کیا ان کے متبعین اور پیروکار ہر طرح کی گفتگو اور بحثیں کرتے رہے، مگر، ان الفاظ کا، کسی نے، انکار نہیں کیا۔

بہر حال! اگر، ایمان دار ہو، تو، صاف صاف، چھاپ دو کہ، ہم سے خطا ہوئی۔

اور، پُرانے نسخوں سے مقابلہ کر کے، اپنی غلطی کا اعتراف کر لو۔ یہ کوئی، شرم کی بات نہیں ہے۔

اور یہ بھی، سمجھ لو کہ:

فقط، ایک لفظ کی تبدیلی سے، تقویۃ الایمان کے بیانِ شفاعت کی ساری قباحتیں، دور نہیں ہو سکتیں۔ اور، نہ وہ، جو، میں نے، اوپر بیان کی ہیں۔ اور نہ وہ، جو، تحقیقُ الْفَتْوٰی، وغیرہ میں، مذکور ہیں۔''

(فَوْزُ الْمُؤْمِنِین۔ مشمولہ ''**مجموعۂ رسائلِ فضلِ رسول**''۔ مطبوعہ ہند و پاک)

اِس اِنکشاف سے، مجھے حیرت، اِس لئے نہیں ہوئی کہ:

کولمبیا یونیورسٹی، نیو یارک، امریکہ کی ایک ریسرچ اسکالر، مسز اُوشا سانیال، جن کا مقالۂ ڈاکٹریٹ (تھیسس، برائے پی ایچ ڈی) مذکورہ یونیوسٹی سے ۱۹۹۰ء میں منظور ہو کر آکسفورڈ یونیورسٹی پریس سے مطبوع ہو چکا ہے، وہ نئی دہلی میں، جب اپنے موضوعِ تحقیق سے متعلق، مجھ سے علمی تحقیقی استفادہ کر رہی تھیں، تو "اَلْکوکبَۃُ الشِّھابیۃ فِی کُفرِیَّاتِ اَبِی الْوَھابیۃ" مؤلَّفہ امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے مطالعہ ومذاکرہ کے وقت، مجھ سے کہنے لگیں کہ:

"میرے پاس، یہ تقویۃ الایمان، مطبوعہ اشاعتِ دینیات، بستی حضرت نظام الدّین اولیا، نئی دہلی ہے۔ اس میں تقویۃُ الایمان کی وہ عبارتیں، مجھے دِکھایئے جو، اَلْکوکبۃُ الشّھابیۃ میں منقول ہیں؟

میں نے، جب، وہ حوالے انھیں، اس جدید ایڈیشن میں دکھائے تو، دونوں میں کچھ فرق نظر آیا۔

مجھے، حقیقتِ حال، سمجھنے میں، کوئی دشواری، پیش نہیں آئی۔

ان سے، میں نے کہا کہ:

آپ، رضا لائبریری، رام پور (اتر پردیش، انڈیا) سے تقویۃُ الایمان کے کسی قدیم نسخہ کا عکس، لائیں۔ **مَیں، اَلْکوکبۃُ الشّھابیۃ میں**

تقویۃُ الایمان کی منقولہ عبارتیں، حرف بہ حرف، دِکھادوں گا۔"

چنانچہ، انہوں نے رام پور (یوپی) کا سفر کیا اور تقویۃُ الایمان کے ایک قدیم نسخے کا عکس لاکر، مجھے دکھایا۔ مَیں نے، جب، حوالے کی عبارتیں، انھیں دکھانی شروع کیں، تو، ایسا محسوس ہوا کہ:

مؤلِّفِ اَلْکوکبۃُ الشّھابیۃ، امامِ اہلِ سنّت، مولانا احمد رضا، بریلوی نے **غالباً، اسی نسخے سے عبارتیں، نقل کی ہیں۔**

اور حوالہ، اور اصل عبارتِ تقویۃ الایمان میں، بسر مُو، کوئی فرق، نظر نہیں آیا۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذٰلِکَ۔

(ص ۵۲ تا ۵۴۔ "تقدیم" بقلم یٰسٓ اختر مصباحی، "مجموعہ رسائلِ فضلِ رسول"۔ طبعِ اول ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء۔ مطبوعہ ہندوپاک)

"فَوْزُ الْمُؤمِنِین بِشَفَاعَۃِ الشَّافِعِین" مؤلّفہ علاّمہ فضلِ رسول، عثمانی، بدایونی مشمولہ "مجموعۂ رسائلِ فضلِ رسول" میں ایک جگہ، تقویۃُ الایمان کی، یہ عبارت، نقل کی گئی ہے۔

.......جو، کسی کو، اپنا حمایتی سمجھے۔ گو کہ، یہی جان کر کہ:

اس کے سبب سے، خدا کی نزدیکی ہوتی ہے۔

سو، وہ، مُشرک ہے۔ اور جھوٹا اور اللہ کا، ناشکرا ہے۔"

اِس عبارت پر، شہیدِ بغداد، مولانا اُسَیدُ الحق، قادری، بدایونی (شہادت: ۲/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ/۴/مارچ ۲۰۱۴ء۔ مدفون بغداد، عراق) کا، حاشیہ ہے:

"ہمارے پیشِ نظر، تقویۃُ الایمان کا، جو نسخہ ہے، اُس میں، یہ عبارت، اِس طرح ہے:

..........جو کوئی، کسی کو، اپنا حمایتی سمجھے۔ گو کہ، یہی جان کر کہ:

اس کے پوجنے کے سبب سے، خدا کی نزدیکی، حاصل ہوتی ہے۔

سو، وہ بھی مُشرک ہے، اور جھوٹا اور اللہ کا ناشکرا۔"

(دیکھیے ص ۶۔ تقویۃُ الایمان۔ کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند)

مصنّف کی نقل کردہ عبارت اور موجودہ نسخوں کی عبارت کا، تقابلی مطالعہ کرنے سے صاف، ظاہر ہے کہ:

"اس کے سبب سے"، کے درمیان "پوجنے کے لئے" کا اضافہ، بعد میں کیا گیا ہے۔

(ص ۲۷۹۔ "مجموعۂ رسائلِ فضلِ رسول"۔ رضا اکیڈمی، بمبئی۔ ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء)

متحدہ ہندوستان میں "**غیر مقلّدیت**" کو، مشہور غیر مقلّد محدّث، مولانا نذیر حسین، بہاری ثُمَّ دہلوی (متوفی رجب ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) نے، خاص طور سے اپنی درس گاہ کے ذریعہ، منظّم ومدوّن ومرتّب کیا۔

انھوں نے، اپنی کتاب "مِعْیَارُ الْحق" میں، امامِ اعظم ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ پر **زبانِ طَعن، دراز کرتے ہوئے، تقلیدِ فقہی عُرفی کا، انکار کیا۔**

جس کا محقّقانہ جواب، استاذُ الاساتذہ، مولانا مفتی ارشاد حسین، مجدّدی، رام پوری (وصال ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء) خلیفۂ مولانا شاہ احمد سعید، مجدّدی، دہلوی، مہاجرِ مدنی (وصال ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء) نے "اِنْتِصَارُ الْحَق" کے نام سے تحریر فرمایا۔

بعض غیر مقلّد عُلما نے، اس کا جواب دینے کی کوشش کی، مگر، یہ "اِنْتِصَارُ الْحَق" اب تک لاجواب ہے۔ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور کے طلبہ نے، بڑے اہتمام کے ساتھ، "اِنتصارُ الحق" کی جدید طباعت واشاعت کا، قابلِ قدر اور لائقِ تحسین فریضہ، انجام دیا ہے۔

غیر مقلّدیت کے فروغ واشاعت اور اسے مستحکم ومنظّم کرنے میں، نواب صدیق حسن خان

بھوپالی (متوفی ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء) کا بھی، نمایاں کردار ہے۔

متحدہ ہندوستان کی ''وہابیت'' کا اصل چہرہ ''غیر مقلّدِیت'' ہے۔ جس کی روح، ''نجدی وہابیت'' ہے۔ اِسی ''غیر مقلّدِیت'' کے بطن سے، ہندوستانی ''نیچریت'' کا جنم ہوا۔

چنانچہ، مولانا ابوالکلام آزاد (متوفی ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء) اپنے والد، مولانا خیرُ الدّین دہلوی (وصال ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) تلمیذِ مفتی صدر الدین آزردہ، دہلوی و علاّمہ فضلِ حق خیرآبادی کے حوالے سے کہا کرتے تھے کہ، **اُن کے والد ماجد کے بقول:**

''گم رَاہی کی موجودہ ترتیب، یوں ہے: پہلے، وہابیت، پھر، نیچریت۔

نیچریت کی تیسری منزل، جو، اِلحادِ قطعی ہے، اس کا ذِکر، وہ، نہیں کرتے تھے۔

اِس لئے کہ، وہ، نیچریت ہی کو، اِلحادِ قطعی سمجھتے تھے۔

لیکن، مَیں، یہ تسلیم کرتے ہوئے، اتنا اضافہ کرتا ہوں کہ:

تیسری منزل، اِلحاد ہے۔ اور ٹھیک ٹھیک، مجھے، یہی پیش آیا۔

سرسید مرحوم کو بھی، پہلی منزل، وہابیت ہی کی، پیش آئی تھی۔''

(ص ۳۵۹۔ آزاد کی کہانی، آزاد کی زبانی۔ مرتّبہ عبدالرَّزّاق ملیح آبادی۔ مکتبہ اشاعتُ القرآن، دہلی۔ بار دوم، نومبر ۱۹۶۵ء)

''میں نے، سرسید سے، بڑی چیز، جو، اُس وقت پائی تھی، وہ، یہی تَرکِ تقلید تھی۔

مُفَسّرین کی، فُقہا کی، مُحدِّثین کی، مُتکلّمین کی، تمام عُلما کی، تیرہ سو برس کے تمام اِجتماعی عقائد و مسلّمات کی، اور، ان کروڑوں اور اَنْ گِنت مسلمانوں کی، جو، تیرہ صدیوں میں گذر چکے ہیں۔

تاہم، مَیں، خود، سرسید کا، نہ صرف مُقلّدِ اَعمیٰ تھا۔

بلکہ، تقلید کے نام سے، ان کی پرستش کرتا تھا۔''

(ص ۳۶۲۔ آزاد کی کہانی، آزاد کی زبانی۔ مرتّبہ عبدالرَّزّاق ملیح آبادی۔ مطبوعہ دہلی ۱۹۶۵ء)

محبِّ رسول، تاجُ الفُحول، مولانا عبدالقادر، عثمانی، قادری برکاتی، بدایونی (متوفی ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) اور غیر مقلّد عالم، مولانا امیر احمد، سَہسوانی (متوفی ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء) بن مولوی امیر حَسَن سَہسوانی (متوفی ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء) کے درمیان، مسئلۂ اِمکانِ کِذب و اِمکانِ نظیر پر، ۳۰/ جمادی الآخرہ ۱۲۸۸ھ/ ۱۶/ستمبر ۱۸۷۱ء میں، شیخوپور، بدایوں میں، مناظرہ ہوا۔

تفصیلات، ''مناظرۂ احمدیہ'' مؤلّفہ مولانا نذیر احمد، سَہسوانی (غیر مقلّد)۔ مطبوعہ مطبع

شُعلۂ طور، کان پور، ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء۔ و ''اِفاداتِ تُرابیہ''۔ مطبوعہ میرٹھ۔ از مولانا تُراب علی (غیر مقلّد) تلمیذِ مولانا امیر حَسَن، سَہسوانی (غیر مقلّد)۔

اور ''**اِفاداتِ صَمدیہ**''۔ مطبوعہ آگرہ۔ ۱۲۸۹ھ۔ از **حافظ بخاری**، حضرت مولانا سید شاہ عبدالصَّمد چشتی، سَہسوانی ثمَّ پھپھوندوی میں، مسطور و مذکور ہیں۔

۱۲۸۰ھ و ۱۲۸۴ھ کے درمیانی عرصے میں، مولانا نذیر حسین، بہاری، دہلوی (متوفی، رجب ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) نے، اَثرِ ابنِ عباس کو، بنیاد، بنا کر، اِمکانِ نظیرِ محمدی، ثابت کرنے کوشش کی تھی۔

(ص ۴۔ **اِفاداتِ صمدیہ**، از حافظ بخاری، سید عبدالصَّمد، چشتی، سَہسوانی۔ مطبع الٰہی، آگرہ۔ ۱۲۸۹ھ)

''**اِفاداتِ تُرابیہ**'' میں، اثرِ ابنِ عباس کا سہارا لیتے ہوئے دعویٰ کیا گیا کہ:

رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے، چھ اَمثال (ہم شکل و ہم مثل) بِالْفعل، موجود و متحقق ہیں۔''

اِس ''اِفاداتِ تُرابیہ'' کے اصل مصنّف، مولانا امیر حَسَن، سَہسوانی، شاگردِ مولانا نذیر حسین بہاری، دہلوی ہیں۔ مگر، اُن کے ایک شاگرد، مولانا تُراب علی (غیر مقلّد) کے نام سے ۱۲۸۹ھ/ میں، میرٹھ سے، اس کی طباعت و اِشاعت ہوئی۔

مولانا امیر احمد، سَہسوانی و مولانا نذیر احمد، سَہسوانی، یہ دونوں غیر مقلّد عُلما مولانا محمد احسن نانوتوی (متوفی ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء) کے صحبت یافتہ تھے۔

یہ لوگ، اَثرِ ابنِ عباس کو، دلیل بنا کر مختلف طَبقاتِ اَرض میں، آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ عَلَیْہِمُ السَّلام اور حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرح، دیگر انبیا، مانتے تھے۔

اور، یہ، اِس لئے تھا کہ:

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نظیر، ممکن ہی نہیں

بلکہ، اس کا وُقوع، ثابت بھی، کیا جا سکے۔''

اِس نئی کروٹ اور نئی صورتِ حال سے، یہ ضابطہ، قارئین کو، اچھی طرح سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ:

''جو چیز، ممکن ہے، وہ، واقع بھی، ہو سکتی ہے۔''

اب، انھیں، اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ:

جس نظیرِ محمدی و مَثیلِ خاتمُ النَّبِیّٖن کو، پہلے، محض ممکن، مانا گیا تھا، وہ ممکن، اب عُلمائے سَہسوان یعنی، ایک بڑے طائفۂ وہابیہ نے، واقع بھی، مان لیا۔ فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتکیٰ۔

بات بات پر، صحیح حدیث، صحیح حدیث، کا مطالبہ کرنے والے اِس طائفۂ وہابیہ کو:

ایسے اہم اور بنیادی اِعتقادی مسئلہ میں، کسی حدیثِ حَسَن کی بھی، ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

بس، ایک اَثرِ شاذ پر، اِکتفا کرلیا گیا۔

آخر، اِس کی وجہ، کیا ہوسکتی ہے؟

اِس کی وجہ، اِس کے سِوا، کیا ہوسکتی ہے کہ:

جمہور اہلِ اسلام کے عقیدۂ ختمِ نبوت کی بنیاد (اِمتناعِ نظیرِ محمدی) کو، مُنہدم کرتے ہوئے

اپنے بعض پیشواؤں کی، شوشہ بازی کو سہارا دینا، اور ان کی ناک، اونچی رکھنا ہے۔

اسلام و ایمان اور اہلِ اسلام و ایمان کا جو بھی، حشر ہو، اِس سے

انھیں، کوئی مطلب ہے **اور نہ ہی، اس کی کوئی پَروا۔** فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتکیٰ۔

پروفیسر، محمد ایوب قادری (کراچی) لکھتے ہیں:

"یہاں، اِس امر کی طرف اشارہ کرنا، ضروری ہے کہ:

اَثرِ ابن عباس کے مسئلہ میں، علمائے بریلی اور بدایوں نے

مولانا محمد اَحسن نانوتوی کی، بڑی شدّ و مد سے مخالفت کی۔

بریلی میں، اس محاذ کی قیادت، مولانا نقی علی خاں کر رہے تھے۔

اور بدایوں میں، مولانا عبدالقادر بن مولانا فضلِ رسول، بدایونی، سرخیلِ جماعت تھے۔"

(ص ۹۴۔ "مولانا محمد احسن نانوتوی"، مرتّبہ پروفیسر محمد ایوب قادری۔ مکتبہ عثمانیہ، کراچی ۱۹۶۶ء)

مولانا عبدالحق، خیرآبادی، و مولانا سید حُسین شاہ، محدّث رام پوری، و مولانا عبدالعلی، رام پوری و مفتی نورُالنبی، رام پوری و دیگر علمائے اہلِ سُنّت نے، فتنۂ مثل و اِمکانِ نظیرِ محمدی کے خیال کو **نَصِّ قرآنی کے مُعارِض عقیدۂ فاسدہ، قرار دیا۔**

حضرت مفتی ارشاد حسین، مجدّدی، رام پوری (متوفی ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء) نے لکھا کہ:

اس پر عقیدہ رکھنا، اہلِ سُنّت و جماعت کے خلاف ہے۔

"خَاتَمُ النَّبِیّٖن بمعنی آخِرُ النَّبِیّٖن، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہی، ہیں۔"

(ص ۲۶۔ "**تَنْبِیْہُ الْجُھَّالِ بِاِلْھَامِ الْبَاسِطِ الْمُتَعَال**"۔ مطبوعہ بہارستانِ کشمیر، لکھنؤ)

آیتِ ختمِ نبوت اور متعدد احادیثِ ختمِ نبوت کو، سامنے رکھ کر

ادنیٰ تأمُّل کے بعد ہی، واضح ہوجاتا ہے کہ:

"**خاتَم النَّبِیّٖن**"، بمعنی **آخرالنَّبِیّٖن** ہی، ہے۔ اور اس میں تأخُّرِ زمانی ہی، مراد ہے۔ مثلاً:

آیتِ کریمہ ہے: وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖن۔

اور حدیث نبوی ہے: اَنَا خَاتِمُ النَّبِیّٖن لا نَبِیَّ بعدِی (اَبوابُ الْفِتَن۔ جامعِ ترمذی)

صاف، واضح ہے کہ: **میرا، آخری نبی ہونا، قطعِ سلسلۂ نبوت کا، اِلٰہی فرمان ہے۔**

"**تَنْبِیْہُ الْجُھَّال**" میں، اس مسئلہ و قضیہ کی دیگر تفصیلات، جمع کردی گئی ہیں۔

اس کے مُرتّب، مولانا، حافظ بخش آنُوْلوِی ثُمَّ بدایونی (ولادت ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۸ء۔ وصال جمادیٰ الآخرہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء۔ مدفون بدایوں) تلمیذِ علّامہ فضلِ رسول، عثمانی، بدایونی و مولانا عبدالقادر، عثمانی، بدایونی و مولانا نور احمد، عثمانی، بدایونی ہیں۔

جنھوں نے، اسے ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۳ء میں تحریر کیا۔ مطبوعہ، مطبع بہارستانِ کشمیر، لکھنؤ۔

نظیرِ محمدی، ختمِ نبوت، اثرِ ابن عباس کی بحث، طول پکڑتی گئی۔

اور اِسی موضوع سے متعلق ایک سوال کے جواب میں، مولانا محمد قاسم، نانوتوی (متولد ۱۲۴۸ھ۔ متوفی ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) نے "تَحْذِیْرُ النَّاس عَنْ اِنْکارِ اَثَرِ ابنِ عبَّاس" کے نام سے ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۲ء میں ایک کتاب لکھی۔ جسے مولانا محمد اَحسن، نانوتوی (متوفی ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء) نے، اپنے مطبع صدیقی، بریلی سے طبع کیا۔

قارئین کے لئے، یہ اِنکشاف، باعثِ حیرت نہیں ہوگا کہ:

مولانا محمد قاسم، نانوتوی (متوفی ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) کے ہم جَد تحذیرالناس کے مُستفتی اور اپنے مطبع صدیقی، بریلی کے ذریعہ، اس کے پہلے طابع و ناشر، مولانا محمد احسن، نانوتوی (متوفی ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء) کے تعارف میں، حلقۂ دیوبند ہی کے ایک مؤرخ اور تحریکِ بالاکوٹ کے مؤیّد و حامی مصنّف و مؤرِّخ پروفیسر، محمد ایوب قادری (کراچی۔ متوفی نومبر ۱۹۸۳ء) لکھتے ہیں:

"۲۲ رمئی ۱۸۵۷ء کو، نمازِ جمعہ کے بعد، مولانا محمد احسن صاحب نے، بریلی کی **نَو محلّہ مسجد میں، مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں بتایا کہ:**

حکومت سے بغاوت کرنا، خلافِ قانون ہے۔

ایک انگریز مؤرخ نے لکھا ہے کہ:

مولانا نے مسجد میں تقریر کی اور اس میں بتایا کہ:

حکومت سے بغاوت کرنا، خلافِ شرع ہے۔

اِس تقریر نے، بریلی میں آگ لگادی۔

اور تمام مسلمان، مولانا محمد احسن نانوتوی کے خلاف ہوگئے۔

اگر، کوتوالِ شہر، شیخ بدرُالدّین کی فہمائش پر، مولانا، بریلی نہ چھوڑتے تو اُن کی جان کو بھی، خطرہ پیدا ہوگیا تھا۔'' (ص ۵۰ و ص ۵۱۔ ''مولانا محمد احسن نانوتوی'' مؤلّفہ پروفیسر محمد ایوب قادری۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۶ء)

مشہور دیوبندی عالم، مولانا خالد محمود (مانچسٹر۔ انگلینڈ) لکھتے ہیں:

''مولانا محمد احسن، نانوتوی، حضرت مولانا محمد قاسم، نانوتوی کے، ہم جَدّ تھے۔

آپ نے، حضرت مولانا قاسم، نانوتوی کی کتاب ''تَحذِیرُ النّاس'' اپنے مطبع (مطبع صدیقی، بریلی) سے، شائع کی تھی۔''

''اس میں، بطور مُستفتی، مولانا محمد اَحسن، نانوتوی کا نام، درج ہے۔''

........۱۸۵۰ء میں، بریلی کالج، قائم ہوا۔ اور مولانا محمد احسن، نانوتوی، اس کے شعبۂ فارسی کے صدر، مقرَّر ہوئے۔ اور جب، شعبۂ عربی قائم ہوا، تو، اس کے بھی صدر، آپ ہی بنائے گئے۔

دیوبند کے، حضرت مولانا ذوالفقار علی (م ۱۹۰۴ء) بریلی میں، انسپکٹر مدارس، رہے۔

۱۸۵۱ء میں، آپ، یہیں رہے۔ ۱۸۵۷ء میں، میرٹھ کے ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدے پر فائز، رہے۔

۱۸۵۷ء میں، حضرت مولانا فضلُ الرَّحمان، عثمانی (م ۱۸۹۱ء) جو، شیخُ الاسلام، علّامہ شبیر احمد عثمانی کے والد تھے، بریلی میں، انسپکٹر مدارس تھے۔''

(ص ۱۸۔ **مطالعۂ بریلویت**، حصہ چہارم۔ از مولانا خالد محمود۔ مطبوعہ حافظی بک ڈپو، دیوبند)

''بریلی میں، بڑے بڑے علما، پیدا ہوئے۔ شیخُ الھند، حضرت مولانا محمود حسن، ۱۸۵۱ء میں یہیں، پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا حبیبُ الرحمان عثمانی، مُہتممِ دارالعلوم، دیوبند کے مولد و منشا ہونے کا شرف، اسی سرزمین کو، حاصل ہے۔ آپ، بریلی میں ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔

ان سب اکابر کے استاذ، حضرت مولانا مملوک علی، ۱۲۶۷ھ میں فوت ہوئے۔

آپ، دہلی کالج کے شعبۂ عربی کے صدر تھے۔'' (ص ۱۸۔ **مطالعۂ بریلویت**، حصہ چہارم۔ مطبوعہ دیوبند)

''حضرت مولانا محمد یعقوب، نانوتوی، پہلے، بریلی میں، ڈپٹی انسپکٹر مدارس، رہے۔ اور بعد میں دارالعلوم، دیوبند کے صدر مدرس بنے۔'' (ص ۲۰۔ **مطالعۂ بریلویت**، حصہ چہارم۔ مطبوعہ دیوبند)

سارے **مؤرخین، اِس حقیقت سے، واقف ہیں کہ:**

مولانا **مملوک علی**، نانوتوی (متوفی ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۱ء) دلی کالج میں، انگریزی حکومت کے منظورِ نظر پرنسپل تھے۔ اور انھیں کے فرزند، مولانا محمد یعقوب، نانوتوی (۱۸۳۳ء۔۱۹۰۱ء)

مدرسہ دیوبند، معروف بہ دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس ہوئے۔

جو، جنگ ۱۸۵۷ء کو ''غدر'' اور انقلابیوں کو ''مُفسِدین'' کہا کرتے تھے۔

جیسا کہ، سوانحِ قاسمی۔ مطبوعہ دیوبند میں، اس کی صراحت، مرقوم ہے۔

مزید براں، تاریخی ریکارڈ، یہ ہے کہ، **مدرسہ دیوبند کے مدرسین کی اکثریت:**

''ایسے بزرگوں کی تھی، جو، گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پنشنر تھے۔ جن کے بارے میں گورنمنٹ کو، شک وشبہ کرنے کی گنجائش ہی، نہ تھی۔'' (ص ۲۴۷۔ حاشیہ سوانحِ قاسمی۔ مطبوعہ دیوبند)

اِستفتا اور اس کے جواب، بنام تَحذِیرُ النَّاس کا عُقدہ، مندرجہ ذیل تحریر سے کُھلتا ہوا نظر آتا ہے کہ، شاید مُستفتی اور مُجیب کی گفتگو کے نتیجہ میں ہی، تَحذِیرُ النَّاس کی تالیف ہوئی۔

اور جواب بھی شاید، پہلے سے طے شدہ تھا۔ کیوں کہ، مستفتی، اُسی خیال کے پیشگی حامل تھے جسے، تَحذِیرُ النَّاس میں، شرح وبسط کے ساتھ، بیان کیا گیا ہے۔

سائل و مُجیب، دونوں ہی، نانوتہ ضلع سہارن پور کے باشندے اور ہم جَدّ بھی تھے۔

اور اس اِستفتا سے پہلے ہی، ان کے خیالات، ظاہر بھی ہو چکے تھے۔

چنانچہ، مولانا محمد حنیف، گنگوہی، قاسمی لکھتے ہیں:

..........۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء میں شیخو پور ضلع بدایوں میں، مسئلۂ اِمکان و اِمتناعِ نظیر پر مولوی عبدالقادر، بدایونی اور امیر احمد، سَہسوانی کے درمیان، ایک مناظرہ، منعقد ہوا۔

سَہسوانی نے، ہر دو فریق کے مفصّل حالات و تحریرات پر مشتمل ایک کتاب ''مناظرۂ احمدیہ'' کے نام سے، طبع کرادی۔

تحریراتِ مناظرہ میں، اَثرِ ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ

''اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ سَبعَ اَرَضِینَ فِی کُلِّ اَرضٍ، آدمُ کَآدَمِکُم وَ نُوحٌ

کَنُوحِکُم۔اھ بھی،زیرِ بحث آیا۔

سَہسوانی نے،آخرِ کتاب میں ایک جملہ،یہ بھی لکھ دیا کہ:

مولوی محمد اَحسن،صدیقی،نانوتوی بھی،اِسی کے مُعتقد ہیں۔

اور،اسی مضمون پر،ان کی مُہر،ثبت ہے۔

اور،اِسی کے،اورعُلمائے دین،قائل اورمُعتقد ہیں۔''

(ص ۳۶۵۔ظَفرُ المُحَصِّلِین بِاَحوالِ المُصَنِّفِین۔مؤلّفہ مولانا محمد حنیف،گنگوہی،قاسمی۔حنیف بک ڈپو۔دیوبند ضلع سہارن پور)

پروفیسر،محمد ایوب قادری (کراچی) کی کتاب''مولانا محمد اَحسن نانوتوی''کا تعارف،حلقۂ دیوبند کے مشہور عالم،اور سابق مفتیِ دارالعلوم دیوبند،مفتی محمد شفیع،دیوبندی (کراچی) نے لکھا ہے۔

جب کہ پیشِ لفظ،ایک دوسرے معروف دیوبندی عالم،مولانا عبد الرشید نعمانی جامعہ عباسیہ،بھاول پور،پنجاب کا لکھا ہوا ہے۔

اپنے پیشِ لفظ میں،مولانا عبد الرشید نعمانی لکھتے ہیں:

''مولانا محمد قاسم،نانوتوی کا مشہور،رسالہ،تَحذِیرُ النَّاس (درصحتِ اثرِ ابنِ عباس) سب سے پہلے،مطبع صدیقی،بریلی سے طبع ہوا۔

یہ رسالہ،ایک اِستفتا کا جواب ہے۔جس میں مُستفتی،مولانا محمد احسن،نانوتوی ہیں۔......

یہ رسالہ،سب سے پہلے ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں طبع ہوا۔''

(ص ۷۷۔''مولانا محمد احسن نانوتوی'' مؤلّفہ پروفیسر محمد ایوب قادری۔مکتبہ عثمانیہ،پیرالٰہی بخش کالونی۔کراچی)

قارئینِ کرام،سب سے پہلے،وہ اِستفتا پڑھ لیں جس کے جواب میں تحذیر الناس لکھنے اور خلافِ عقیدۂ جمہور اُمَّتِ مسلمہ،اپنے سر،وَبال لینے کی زحمت،مولانا محمد قاسم،نانوتوی نے اٹھائی ہے۔وَ ھُوَ ھٰذا:

''کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین،اِس باب میں کہ:

زید نے،بہ تَتَبُّع،ایک عالم کے،جس کی تصدیق،ایک مُفتیِ مسلمین نے بھی،کی تھی۔

دربارۂ قولِ ابنِ عباس،جو''دُرِّ مَنثور''وغیرہ میں ہے:

اِنَّ اللہَ خَلَقَ سَبعَ اَرَضِینَ۔فِی کُلِّ اَرضٍ آدَمُ کَآدَمِکُم وَ نُوحٌ کَنُوحِکُم

وَابراھیمُ کَابراھِیمِکُم وَ عیسیٰ کَعِیسیکُم وَ نبیٌّ کَنَبِیِّکُم، کے

یہ عبارت،تحریر کی کہ:

میرا عقیدہ ہے کہ:حدیثِ مذکور،صحیح اور معتبر ہے۔

اور زمین کے طبقات،جُدا جُدا ہیں۔اور ہر طبقے میں مخلوقِ اِلٰہی ہے۔

اور حدیثِ مذکور سے،ہر طبقے میں،انبیا کا ہونا،معلوم ہوتا ہے۔

لیکن،اگرچہ،ایک ایک خاتم کا ہونا،طبقاتِ باقیہ میں،ثابت ہوتا ہے۔

مگر،اس کا مثل ہونا،ہمارے خاتم النَّبِیّن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے،ثابت نہیں۔

اور نہ میرا،یہ عقیدہ ہے کہ،وہ خاتم،مماثلِ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے،ہوں۔

اِس لئے کہ،اولادِ آدم،جس کا ذکر وَ لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِی آدَمَ میں ہے۔

اور سب مخلوقات سے افضل ہے،وہ،اِسی طبقے کی،آدم کی اولاد ہے،بِالاِجماع۔

اور ہمارے حضرت صلعم،سب اولادِ آدم سے افضل ہیں۔

تو،بلا شبہ،آپ،تمام مخلوقات سے افضل ہوئے۔

پس،دوسرے طبقات کے خاتم،جو،مخلوقات میں داخل ہیں،آپ کے مماثل،کسی طرح نہیں ہوسکتے۔اِنتَھیٰ۔

اور،باوجود،اس تحریر کے،زید،یہ کہتا ہے کہ:

اگر،شرع سے،اس کے خلاف،ثابت ہوگا،تو،میں،اسی کو،مان لوں گا۔

میرا اصرار،اِس تحریر پر،نہیں ہے۔

پس،عُلمائے شرع شریف سے اِستفسار،یہ ہے کہ:

الفاظِ حدیث،ان معنوں کے متحمل ہیں،یا،نہیں؟

اور زید،بوجہ اِس تحریر کے،کافر،یا فاسق،یا خارج،اہلِ سنَّت و جماعت سے ہوگا،یا نہیں؟

بَیِّنُوا تُوجَرُوا۔

(ص ۲۔تحذیر الناس۔مؤلّفہ مولانا محمد قاسم،نانوتوی،مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ،دیوبند)

مولانا محمد قاسم،نانوتوی نے اِس اِستفتا کا طویل جواب،تحریر کیا ہے۔

جو،تَحذِیرُ الناس کے نام سے،مطبوع و مشہور ہے۔

حیرت وافسوس کا مقام ہے کہ:

مولانا نانوتوی، جنھیں عُلماے دیوبند، اپنی جماعت کا، سب سے بڑا عالم سمجھتے اور مانتے ہیں

وہ، کیوں اور کیسے:

اِس اَثرِ اِبنِ عباس کی سند، اور اس کی اِستنادی حیثیت سے غافل، رہ گئے؟

اور پوری کتاب میں، اس پر کوئی تحقیقی گفتگو، نہ کرتے ہوئے ایک جگہ کچھ لکھا بھی تو، بس اتنا کہ:

بالجملہ۔ اَثرِ مذکور، دُونا، مُثبِتِ خاتمیت ہے۔ معارض ومخالفِ ''**خاتم النّبیّن**'' نہیں۔

جو، یوں کہا جائے کہ، یہ اثرِ شاذ بمعنیٰ مخالفِ روایتِ ثِقات ہے۔'' (ص ۲۴۔ تحذیر الناس)

اور، اس سے زیادہ، ناقابلِ فہم بات، یہ ہے کہ:

اس اثرِ شاذ سے متأثر ہوکر، کیوں اور کیسے، وہ ''خاتم النّبیّن'' بمعنیٰ آخر النّبیّن کا، انکار کر بیٹھے؟

جب کہ، عہدِ رسالت وعہدِ صحابہ وتابعین سے، آخری طبقۂ اُمّت تک

یہی معنیٰ (**آخر النّبیّن**) ہر عہد وعصر میں سمجھا جاتا رہا اور قیامت تک، سمجھا جاتا رہے گا۔

کچھ، ایسا گمان ہوتا ہے کہ:

اِستفتا کا جواب لکھنے، بلکہ، اِستفتا، سامنے آنے سے، بہت پہلے ہی

مولانا نانوتوی صاحب ''**خاتم النّبیّن**'' کا، یہی معنیٰ ومفہوم سمجھے ہوئے تھے۔

اور، اسے بتانے اور ظاہر کرنے کے لئے، تیار بیٹھے تھے۔

تحذیرُ النّاس میں، مولانا محمد قاسم، نانوتوی نے، مندرجہ بالا اِستفتا کے جواب کا

آغاز، اِس طرح کیا کہ:

.........''بعد حمد وصلوٰۃ کے، قبلِ عرضِ جواب، یہ گذارش ہے کہ:

اوّل معنیٰ خاتَمُ النّبِیّن کا، معلوم کرنا چاہیے۔ تا کہ، فہمِ جواب میں، کچھ، دِقّت نہ ہو۔

''سو، عوام کے خیال میں، تو، رسول اللہ صلعم کا، خاتم ہونا، بایں معنیٰ ہے کہ:

آپ کا زمانہ، انبیاءِ سابق کے زمانہ کے بعد ہے۔ اور آپ سب میں، آخر نبی ہیں۔

مگر، اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ:

تقدم، یا۔ تأخر میں، بِالذّات، کچھ فضیلت نہیں۔

پھر، مقامِ مدح میں، وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖن فرمانا

اِس صورت میں کیوں کر، صحیح ہوسکتا ہے؟

ہاں! اگر، اِس وصف کو، اوصافِ مدح میں سے نہ کہیے اور اِس مقام کو، مقامِ مدح، قرار نہ دیجیے

تو، البتّہ، خاتمیت، باعتبارِ تأخُّرِ زمانی، صحیح ہوسکتی ہے۔

مگر، میں جانتا ہوں کہ:

اہلِ اِسلام میں سے کسی کو، یہ بات، گوارا، نہ ہوگی۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۳۔ **تحذیرُ النّاس**۔ مؤلّفہ: مولانا محمد قاسم نانوتوی۔ کتب خانہ امدادیہ، دیوبند۔ ضلع سہارن پور۔ یوپی)

''غرض، اِختتام، اگر، بایں معنیٰ تجویز کیا جائے، جو، میں نے عرض کیا

تو، آپ کا خاتم ہونا، انبیاے گذشتہ ہی کی نسبت، خاص نہ ہوگا۔ بلکہ، اگر:

بِالفَرض! آپ کے زمانے میں بھی، کہیں کوئی نبی ہو۔

جب بھی، آپ کا خاتم ہونا، بدستور، باقی رہتا ہے۔''

(ص ۲۳۔ **تحذیرُ الناس**۔ مؤلّفہ مولانا محمد قاسم نانوتوی۔ کتب خانہ امدادیہ، دیوبند ضلع سہارن پور۔ یوپی)

''اور اگر، درصورتِ تسلیم، اور چھ زمینوں کے، وہاں کے آدم ونوح وَغیرھُم عَلَیھِمُ السَّلام

یہاں کے آدم ونوح عَلَیھِمُ السَّلام وغیرھُم سے، زمانۂ سابق میں ہوں۔

تو، باوجود مماثلتِ کُلّی بھی، آپ کی خاتمیتِ زمانی سے، انکار، نہ ہوسکے گا۔

جو، وہاں کے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مساوات میں، کچھ حجت کیجیے۔

ہاں! اگر، خاتمیت بمعنیٰ اِتّصافِ ذاتی بوصفِ نبوت لیجیے۔

جیسا کہ اِس ہیچ مداں نے عرض کیا ہے، تو، پھر، سِوا، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

اور کسی کو، افرادِ مقصود بالخَلق میں سے مماثلِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، نہیں کہہ سکتے۔

بلکہ، اس صورت میں فقط، انبیا کے افرادِ خارجی ہی پر، آپ کی فضیلت، ثابت نہ ہوگی۔

افرادِ مقدّرہ پر بھی، آپ کی فضیلت، ثابت ہوجائے گی۔

بلکہ، اگر، بِالفَرض، بعدِ زمانۂ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی

کوئی نبی پیدا ہو، تو، پھر بھی، خاتمیتِ محمدی میں، کچھ فرق، نہ آئے گا۔

چہ جائے کہ، آپ کے معاصر کسی اور زمین میں۔

یا۔ فرض کیجیے، اِسی زمین میں، کوئی اور نبی، تجویز کیا جائے۔

بالجُملَه، ثبوتِ اَثرِ مذکور، دُونا، مُثبِتِ خاتمیت ہے۔ معارِض ومخالفِ خاتَمُ النَّبِیّن نہیں۔
جو، یوں کہا جائے کہ: یہ اثر، شاذ بمعنٰی مخالفِ روایتِ ثِقات ہے۔"

(ص۲۴۔تحذیرُ النّاس۔مؤلّفہ مولانا محمد قاسم نانوتوی۔کتب خانہ امدادیہ، دیوبند ضلع سہارن پور۔ یو پی)

اپنے ایک مکتوب، بنام مولانا محمد فاضل کے اندر، مولانا محمد قاسم، نانوتوی، رقم طراز ہیں:

"معنٰی خاتَمُ النَّبِیّن، درنظرِ ظاہر پرستاں، ہمی باشد کہ:
زمانۂ نبوی، آخر است از زَمانۂ گذشتہ، باز نبیِ دیگر، نخواہد آمد۔
مگر، می دانی، ایں سخنے است کہ، نہ مدحے است، نہ ذَمّے۔" (ص۵۵۔ قاسم العلوم، مکتوب اول)

ترجمہ: خاتَمُ النَّبِیّن کا معنی، ظاہر پرستوں کی نظر میں، یہی ہے کہ:
زمانۂ نبوی، گذشتہ انبیا کے زمانہ سے، آخر ہے۔ اور اب کوئی نبی، نہ آئے گا۔
مگر، تم جانتے ہو کہ: یہ ایسی بات ہے جس میں، نہ کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی برائی۔"

مولانا نانوتوی کی تحذیرُ النّاس میں، بِالذّات اور بِالعرض کی تقسیم ہی، باطل ہے۔

اسی طرح، بِالفرض کا پیوند بھی، بے سود ہے۔ کیوں کہ:

قرآن وحدیث کی صراحت کے ساتھ، جمہور اُمّت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ:

پیغمبر اسلام، حضرت محمد رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر، سلسلۂ نبوت ورسالت منقطع ہو گیا، اور اب کسی بھی، نبی ورسول کی بعثت، کسی بھی شکل میں ممکن نہیں، بلکہ، شرعاً، عقلاً، ہر طرح، ہر جہت سے، ممتنع اور محال ہے۔

مولانا اشرف علی، تھانوی (متوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کا، بیان ہے کہ:

"جس وقت، مولانا نانوتوی صاحب نے، تَحذِیرُ النّاس لکھی ہے کسی نے، ہندوستان بھر میں، مولانا کے ساتھ، موافقت نہیں کی۔ بجز مولانا عبدالحیّٰ کے۔"

(ص۵۸۰۔ملفوظ ۹۲۷۔جلدِ چہارم۔ اَلْاِفَاضَاتُ الْیَوْمِیَّه۔ مطبوعہ دیوبند)

قرآن وحدیث کے نُصُوصِ قطعیہ اور صحابہ وتابعین سے آج تک کی اُمّتِ مسلمہ کے "عقیدۂ ایمانیہ قطعیہ" کو، **عوام کا خیال** کہنے کی، اور "**خاتَمُ النَّبِیّن**" بمعنٰی "آخِرُ النَّبِیّن" کے مسلّمہ واجماعی معنی ومفہوم کو، مسخ کرکے، جمہور اُمّت کے عقیدہ کے برخلاف، تیرہویں صدی کے عشرۂ اَخیرہ کے ایک غیر اسلامی نظریہ کی، عُلماے متحدہ ہند، واسلامیانِ ہند

موافقت، کیوں کر، اور کس طرح کر سکتے تھے؟

ابوالحسنات، مولانا، عبدالحیّٰ، فرنگی محلی، لکھنوی (متوفی ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء) نے، اَثرِ ابن عباس کو **صَحِیحُ الْاِسْنَاد**، ضرور لکھا ہے، مگر، تَحذِیرُ النّاس کے اَخذ کردہ نتیجہ کو، بلا تکلّف وتردُّد، سنگین گمراہی قرار دیا ہے اور تَحذِیرُ النّاس کے خلاف لکھے گئے رسالہ "**اِبطالِ اَغلاطِ قاسمیہ**" کی تحریری تصدیق فرمائی ہے۔

"اِبطالِ اَغلاطِ قاسمیہ"، مرتّبہ مولانا عبدالغفار، مطبوعہ بمبئی ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء

مولانا محمد قاسم، نانوتوی اور مولانا محمد شاہ، پنجابی کے درمیان، دہلی میں تَحذِیرُ النّاس کے موضوع پر، ہونے والے مباحثہ کی، روداد ہے۔ **اس میں، اُن عُلما کی تحریری تصدیقات بھی شامل ہیں جنھوں نے، تَحذِیرُ النّاس کے جدید نظریہ وخیال کو، گمراہی، قرار دیا ہے۔** مثلاً:

مولانا عبدالقادر، عثمانی، بدایونی، ومفتی ارشاد حسین مجدّدی، رام پوری، ومولانا عبدالحیّٰ، فرنگی محلی ومولانا محبّ احمد، بدایونی، ومولانا فصیحُ الدّین، بدایونی، ومولانا عُبید اللہ مکی، بدایونی، امامِ جامع مسجد بمبئی۔ وغیرھم۔

مولانا محمد شاہ، پنجابی ومولانا فضلِ مجید، بدایونی ومولانا ہدایت علی، بریلوی ومولانا فصیحُ الدّین بدایونی وشیخ محمد، تھانوی اور دیگر عُلماے عصر نے، تَحذِیرُ النّاس کے خلاف، کتابیں لکھ کر **اس کے مشمولات کی زبردست تردید کی۔**

اَثرِ ابن عباس وتحذیر الناس اور متعلقہ مسائل ومباحث کی تحقیق وتفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: "**ختمِ نبوت اور تحذیر النّاس**" مؤلّفہ سید بادشاہ تبسم بخاری۔ طبعِ اول ادارہ اِشاعتُ العلوم وَسَن پورہ، لاہور۔۲۰۱۱ء۔ وطبعِ دوم، رضا اکیڈمی، بمبئی۔۲۰۱۲ء۔

جو، پانچ سو (۵۰۰) صفحات پر مشتمل، ایک گراں قدر، تحقیقی کتاب ہے۔

حضرت مولانا عبدالسّمیع، بیدلؔ، رام پوری، سہارن پوری (متوفی ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) تلمیذ مولانا رحمتُ اللہ، کیرانوی (متوفی رمضان ۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۱ء) وخلیفۂ حاجی امدادُ اللہ، مہاجر مکّی (متوفی ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء) نے، ایک کتاب لکھی ہے، بنام "**انوارِ ساطعہ**"

انوارِ ساطعہ از مولانا عبدالسّمیع، بیدلؔ، رام پوری، سہارن پوری کی اشاعتِ اول ۱۳۰۲ھ میں اور اشاعتِ ثانی ۱۳۰۶ھ میں ہوئی۔ اِس اِشاعتِ ثانی میں، اکابر عُلما کی تقاریظ وتصدیقات ہیں۔

بعد میں، متعدد ایڈیشن چھپے۔ طلبۂ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے، اسے جدید انداز میں جون ۲۰۰۷ء میں، مع تعلیق و تشریح، شائع کیا۔

المجمع الاسلامی، مبارک پور نے بھی، اسی ایڈیشن کی اشاعت، اکتوبر ۲۰۰۷ء میں کی ہے۔ جو، آسانی سے، ہر جگہ، دستیاب ہے۔

اِس انوارِ ساطعہ کے جواب میں، مولانا خلیل احمد، انبیٹھوی، سہارن پوری (متوفی ربیعُ الآخر ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء) نے ''**بَرَاہینِ قاطعہ**'' کے نام سے ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء میں ایک کتاب لکھی جس پر، مولانا رشید احمد، گنگوہی (متوفی ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) کی تحریری تصدیق ہے۔

مطبعِ ہاشمی، میرٹھ سے، بَراہینِ قاطعہ کی، پہلی طباعت و اشاعت ہوئی۔

رسولِ اَکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عِلمِ مبارک اور ابلیسِ لعین کے علم کے بارے میں، تقابُل کا ''**بَرَاہینِ قاطعہ**'' میں، یہ دل خراش و روح فرسا اور ایمان سوز اسلوبِ بیان اپنایا گیا ہے:

''**اَلْحَاصِل! غور کرنا چاہیے کہ:**

شیطان و ملکُ الْمَوت کا حال دیکھ کر، علمِ مُحیط زمین کا، فخرِ عالَم کو، خلاف نُصوصِ قطعیہ کے بلا دلیل، محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا، شرک نہیں، تو، ایمان کا کون سا حصہ ہے؟

شیطان و ملکُ الْمَوت کو، یہ وُسعت نَص سے ثابت ہے۔

فخرِ عالَم کی وُسعتِ علم کی، کون سی نَصِّ قطعی ہے؟

جس سے تمام نُصوص کو، رَد کر کے، ایک شرک، ثابت کرتا ہے۔''

(ص ۵۵۔ ''بَرَاہینِ قاطعہ''، مرتَّبہ مولانا خلیل احمد، انبیٹھوی۔ کتب خانہ امدادیہ، دیوبند)

۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء میں لکھی گئی ''**بَرَاہینِ قاطعہ**'' کے خلاف بھی، شورش ہوئی اور مشاہیر عُلماے اہلِ سُنَّت نے، اس کی زبردست تردید و مخالفت کی۔

۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء میں، بھاول پور کے اندر، نواب محمد صادق عباسی، نوابِ بھاول پور (پنجاب) کے اِنتظام و اِنصرام میں، مذکورہ عبارت کے موضوع پر، ایک نہایت اہم، مناظرہ ہوا۔

بَراہینِ قاطعہ کے مؤلّف، مولانا خلیل احمد، انبیٹھوی، سہارن پوری، جامعہ عباسیہ، بھاول پور (پنجاب) کے مدرسِ اوَّل تھے۔ مولانا محمود حَسَن، دیوبندی (متوفی ربیعُ الاوَّل ۱۳۳۹ھ/نومبر ۱۹۲۰ء) اور مولانا خلیل احمد، انبیٹھوی نے، اِس مناظرہ میں ''**بَرَاہینِ قاطعہ**'' کا، دِفاع کیا۔

اہلِ سُنَّت جماعت کی طرف سے، حضرت مولانا غلام دستگیر، قصوری، لاہوری (وصال ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) مُناظِر تھے۔ شیخُ الْمَشائخ، شاہ غلام فرید، فاروقی، چشتی (متولد ۲۰/ذوالقعدہ ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء۔ متوفی ۷/ربیعُ الاوَّل ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) اِس مناظرہ کے حَکَم (فیصل) تھے۔

پوری روداد ''**تَقْدِیْسُ الْوَکِیْلِ عَنْ تَوْهِیْنِ الرَّشِیْدِ وَالْخَلِیْل**'' کے نام سے مرتَّب ہو کر، شائع ہو چکی ہے۔

تَقْدِیْسُ الْوَکِیل از مولانا غلام دستگیر، قصوری کی اشاعتِ اول، اُسی دَور میں، چاچڑاں شریف سندھ سے ہوئی۔

بعد میں، لاہور سے ایک ایڈیشن شائع ہوا۔ اپریل ۲۰۱۲ء میں، طلبۂ درجۂ فضیلت الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور نے، ۴۸۸ صفحات پر مشتمل ایڈیشن، مع تخریج و تقدیم، شائع کیا۔

حضرت مولانا غلام دستگیر، قصوری اور مولانا خلیل احمد، انبیٹھوی کے درمیان ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء میں ہونے والا، یہ مناظرہ، متحدہ ہندوستان کا پہلا ''**سُنّی، دیوبندی مناظرہ**'' ہے۔

مولانا غلام دستگیر، قصوری، لاہوری اپنے اِعتراض کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''**فقیر کانَ اللّٰہُ لَہٗ کا اعتراض، یہ ہے کہ:**

سرورِ کائنات، اَعلمِ مخلوقات عَلَیْہِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِیْمَات کی وُسعتِ علم کا، جو، اِنکار کیا ہے۔ اور شیطان کے علم سے، آپ کے علم کو، کم لکھ دیا ہے، یہ نہایت درجہ کی توہین ہے۔''

(ص ۱۹۳۔ **تَقْدِیْسُ الْوَکِیْل**۔ مؤلّفہ مولانا غلام دستگیر، قصوری۔ مطبوعہ پاک و ہند)

حاجی اِمدادُ اللہ، مہاجرِ مکّی (متوفی ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء) اور پایۂ حرمین، مولانا رحمتُ اللہ، عثمانی، کیرانوی (متوفی رمضان ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۱ء) نے، عُلماے اہلِ سُنَّت کے مَوقِف کی تائید اور مولانا غلام دستگیر، قصوری کی حمایت کرتے ہوئے تَقْدِیْسُ الْوَکِیْل کی تحریری تصدیق کی ہے۔

مولانا رشید احمد، گنگوہی کی طرف سے، مولانا خلیل احمد، انبیٹھوی کے موقف کی تحریری تصدیق کو، رَد کرتے ہوئے، مولانا رحمتُ اللہ، کیرانوی لکھتے ہیں:

''**مَیں، مولوی رشید احمد کو، رشید سمجھتا تھا۔ مگر، میرے گمان کے خلاف، کچھ اور ہی نکلے۔**

بڑی کوشش، اِس میں کی کہ:

حضرت کا علم، شیطانِ لعین کے علم سے، کم تر ہے۔

اور،اس عقیدے کے خلاف کو،شرک فرمایا۔"

(ص ۴۱۹۔تَقْدِیْسُ الْوَکِیْل۔مؤلّفہ مولانا غلام دستگیر،قصوری)

علمِ نبوی کو،کم سے کم،ظاہر کرنے کے لئے،ایک نہایت افسوس ناک جسارت،یہ کی گئی کہ
ایک روایت،جسے حضرت شیخ عبد الحق،محدّث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) نے،بے اصل بتایا ہے
اُسے خود،آپ ہی کے نام سے،بَرَاہِینِ قاطعہ میں،اِس طرح نقل کر دیا گیا ہے کہ:

"اور شیخ عبد الحق،روایت کرتے ہیں کہ:

مجھ کو،دیوار کے پیچھے کا بھی،علم نہیں۔" (ص ۵۵۔بَرَاہِینِ قاطعہ۔مؤلّفہ مولانا خلیل احمد،انبیٹھوی)

جب کہ،حضرت شیخ عبد الحق،محدّث دہلوی،یہ فرضی روایت اور اس کا جواب
اِس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"وَایں جا،اِشکال می آرَند کہ،در بعضے روایات،آمدہ است کہ:

گفت،آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کہ:

مَنْ،بندہ اَم،نمی دانم آں چہ،در پسِ ایں دیوار است۔

جوابش آن است کہ:

این سخن،اصلے نہ دَارَد۔و روایت بداں صحیح،نہ شدہ است۔"

(ص ۷۔مَدَارِجُ النُّبوۃ۔جلد اول۔مؤلّفہ حضرت شیخ عبد الحق،محدّث دہلوی)

ترجمہ: یہاں،بعض لوگ،یہ اِشکال،پیش کرتے ہیں کہ:

بعض روایات میں،وارِد ہے کہ:

آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے،ارشاد فرمایا کہ:

میں،بندہ ہوں۔اور نہیں جانتا کہ،اِس دیوار کے پیچھے،کیا ہے؟

اِس کا جواب،یہ ہے کہ:

اِس بات کی کوئی اصل نہیں اور اِس طرح کی کوئی روایت،صحیح نہیں ہے۔" (مَدَارِجُ النُّبوۃ)

اب،وُسعتِ علمِ نبوی کی مختلف حیثیتوں سے متعلق،یہ جامع و مانع تحریر،ملاحظہ فرمائیں:

(۱) اللہ عَزَّ وَ جَلَّ ہی،عالم بِالذّات ہے۔بے اُس کے بتائے،ایک حرف،کوئی نہیں جان سکتا۔

(۲) رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور دیگر انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام

کو،اللہ عَزَّ وَ جَلَّ نے،اپنے بعض غیوب کا علم دیا۔

(۳) رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا علم،اوروں سے،زائد ہے۔

ابلیس کا علم،معاذ اللہ،علمِ اَقدس سے،ہرگز،وسیع تر نہیں۔

(۴) جو علم،اللہ عَزَّ وَ جَلَّ کی صفتِ خاصّہ ہے۔

جس میں،اس کے حبیب،محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو،شریک کرنا بھی
شرک ہو،وہ،ہرگز،ابلیس کے لئے نہیں ہوسکتا۔

جو،ایسا مانے،قطعاً،مُشرک،کافر،ملعون،بندۂ ابلیس ہے۔

(۵) زید و عَمر و،ہر بچے،پاگل،چوپائے کو،علمِ غیب میں،محمد صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم
کے مماثل،کہنا،حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی،صریح توہین اور کُھلا کفر ہے۔

یہ سب مسائل،ضروریاتِ دین میں سے ہیں۔

اور ان کا مُنکِر،ان میں،ادنیٰ شک لانے والا،قطعاً،کافر۔

یہ **قسمِ اول** ہوئی۔

(۶) اَولیائے کرام نَفَعَنَا اللّٰہُ تَعالیٰ بِبَرَکَاتِہِم فِی الدَّارَین کو بھی
کچھ،علومِ غیب ملتے ہیں۔مگر،بوساطتِ رُسُل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلام۔

مُعتزلہ خَذَلَہُمُ اللّٰہُ تَعالیٰ کہ،صرف رسولوں کے لئے،اِطّلاعِ غیب مانتے ہیں۔

اور اَولیائے کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کا،علومِ غیب کا،اَصلاً،حصہ نہیں مانتے،گمراہ و مُبتدِع ہیں۔

(۷) اللہ عَزَّ وَ جَلَّ نے،اپنے محبوبوں،خصوصاً،سیدُ المحبوبین صَلَّی اللّٰہُ تَعالیٰ عَلَیْہِ
وَعَلَیْہِم وَسَلَّم کو،غیوبِ خَمسہ سے،بہت جُزئیات کا علم،بخشا۔

جو،یہ کہے کہ: خمسہ میں سے،کسی فرد کا علم،کسی کو،نہ دیا گیا۔

ہزار ہا احادیثِ مُتَواتِرَۃُ الْمَعنیٰ کا مُنکِر،اور بدمذہب خاسر ہے۔

یہ **قسمِ دوم** ہوئی۔

(۸) رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو،تعیینِ وقتِ قیامت کا بھی،علم ملا۔

(۹) حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو،بلا اِستثنا،جمیع جُزئیاتِ خَمس کا،علم ہے۔

(۱۰) **جُملہ مکنوناتِ قلم و مکتوباتِ لوح۔**

بِالْجُمْلَه، روزِ اوّل سے، روزِ آخر تک، تمام مَاکَانَ وَ مَایَکُونُ، مندرجۂ لَوحِ محفوظ اوراس سے، بہت زائد کا علم ہے۔ جس میں، ماوَرَاے قیامت۔ **تو، جُملہ افرادِ خمس، داخل۔**

اور، دربارۂ قیامت، اگر، ثابت ہو کہ:

اس کی تعیینِ وقت بھی، درجِ لَوح ہے، تو، اُسے بھی شامل۔ ورنہ، دونوں اِحتمال، حاصل۔

(۱۱) حضورِ پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو، حقیقتِ روح کا بھی علم ہے۔

(۱۲) جُملہ متشابہاتِ قرآنیہ کا بھی علم ہے۔

یہ (آخری) پانچوں مسائل، قسمِ سوم سے ہیں کہ:

ان میں، خود، عُلما و ائمۂ اہلِ سنّت، مختلف رہے ہیں۔

جس کا بیان، بِعَوْنِہٖ تَعَالیٰ، عنقریب، واضح ہوگا۔

ان میں، مُثبِت و نافی، کسی پر، مَعَاذَ الله، کفر کیا، معنیِ ضَلال، یا فِسق کا بھی، حکم نہیں ہوسکتا۔

جب کہ، پہلے سات (۷) مسئلوں پر، ایمان رکھتا ہو۔

اور، ان پانچ (۵) کا اِنکار، اُس مَرضِ قلب کی بِنا پر، نہ ہو، جو، وہابیہ قَاتَلَهُمُ اللهُ تَعَالیٰ کے نجس دلوں کو ہے کہ:

محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فضائل سے جلتے۔

اور جہاں تک بنے، تنقیص و کمی کی راہ چلتے ہیں۔"

(ص۴۱۴ تا ص۴۱۶۔ فتاویٰ رضویہ، مترجَم، جلد ۲۹۔ مطبوعہ پاک و ہند)

خانوادۂ فرنگی محل، لکھنؤ کے جلیلُ القَدر عالم و مفتی، حضرت مولانا محمد قیامُ الدّین عبدالباری فرنگی محلی (وصال رجب ۱۳۴۴ھ/جنوری ۱۹۲۶ء) نے

فتاویٰ عُلماے فرنگی محل کو تعلیق و اِصلاح و تصحیح و تصدیق کے ساتھ، کچھ اپنے فتاویٰ پر مشتمل "**فَتَاوىٰ قِيَامُ الْمِلَّةِ وَ الدِّين**" (حصہ اول) شائع فرمایا ہے۔ جس سے ماخوذ، بعض فتاویٰ متعلق بہ وُسعتِ علمِ رسول یہاں، درج کیے جارہے ہیں:

(۱) نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو، بہ عَطاے اِلٰہی علمِ غیب، حاصل ہے۔ بلکہ **جمیع مَاکَانَ وَ مَایَکُونُ کا علم، آپ کو دیا گیا۔** (ص۶۹۔ ص۱۹۰۔ فتاویٰ قِیامُ الْمِلَّةِ وَ الدِّين)

(۲) انبیا و اولیا کو، علمِ غیب سے بالکل، خالی سمجھنا، مَعَاذَ الله، کفر سے، خالی نہیں۔

کیوں کہ، اس سے بعض آیاتِ قرآنیہ اور وُسعتِ قدرت کا انکار، لازم آتا ہے۔

(ص۷۷۔ فَتاویٰ قِیامُ الْمِلَّةِ وَ الدِّين)

(۳) اہلِ سنّت کے نزدیک، صَراحةً، ثابت ہے کہ:

حَق سُبْحٰنَہٗ وَ تَعالیٰ نے، سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو، اوّلین آخرین، ماضی، مستقبل، بَدءِ خلق تا قیامت، مَاکَانَ وَ مَایَکُون، بلکہ، تمام جُزو کُل کا علم، عطا فرمایا ہے۔ (ص۴۷۔ حصہ اول۔ فَتاویٰ قِیامُ الْمِلَّةِ وَ الدِّين)

بَراہینِ قاطعہ، مؤلّفہ مولانا خلیل احمد، انبیٹھوی، سہارن پوری و مصدّقہ مولانا رشید احمد گنگوہی میں، صرف، وُسعتِ علمِ رسول کا انکار نہیں کیا گیا ہے، بلکہ، اِمکانِ کذبِ باری تعالیٰ کو بھی، صحیح مانا گیا ہے کہ، **اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا، ممکن ہے۔**

چنانچہ، لکھا گیا ہے کہ:

"اِمکانِ کذب کا مسئلہ، تو، اب، جدید، کسی نے نہیں نکالا۔

بلکہ، قُدَما میں اختلاف ہوا ہے کہ، خلفِ وَعید، آیا جائز ہے کہ نہیں؟

(ص۶۔ **بَراہینِ قاطعہ**۔ مؤلّفہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی و مصدّقہ مولانا رشید احمد گنگوہی۔ کتب خانہ امدادیہ دیوبند، ضلع سہارن پور۔ یوپی)

اِس کفری عبارت کے خلاف، مولانا نذیر احمد خاں، مجدّدی، رام پوری (وصال ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) نے، سب سے پہلے، فتواے تکفیر جاری کیا۔ جو، مطبع خیرُ الْمطابع، میرٹھ سے شائع ہوا۔

حضرت مولانا محمد ظفر الدّین احمد، قادری رضوی، عظیم آبادی (وصال ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) سابق پرنسپل، مدرسہ شمس الھُدیٰ، پٹنہ (صوبہ بہار) تحریر فرماتے ہیں:

......وقوعِ کذبِ باری تعالیٰ، ماننے پر، اعلیٰ حضرت (مولانا احمد رضا، بریلوی) سے بہت پہلے، جناب مولانا نذیر احمد خاں، رام پوری ثمّ احمد آبادی نے، کفر کا فتویٰ دیا۔

جو، ۱۳۰۹ھ میں، مطبع خیر المطابع، میرٹھ سے چھپ کر، شائع ہوا۔"

(ص۴۸۴۔ حصۂ حواشی۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی۔ بمبئی ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء)

مولانا نذیر احمد خاں، مجدّدی، رام پوری کے تذکرہ میں، حضرت مولانا محمود احمد قادری، رَفاقتی، مظفر پوری لکھتے ہیں:

"پیشوائے دیوبندیت، مولانا رشید احمد، گنگوہی کی کفری عبارت پر، سب سے پہلے ۱۳۰۹ھ میں، فتوائے تکفیر، صادر فرمایا۔ یہ فتویٰ، خَیرُ المطابع، میرٹھ میں، طبع ہوا تھا۔"

(ص ۲۵۲۔ "تذکرۂ عُلمائے اہلِ سنّت"، مولفہ مولانا محمود احمد قادری، مطبوعہ کان پور۔ ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء)

حضرت مولانا محمد قیامُ الدّین عبدالباری، فرنگی محلی، لکھنوی (وصال، رجب ۱۳۴۴ھ/جنوری ۱۹۲۶ء) کے نام، اپنے ایک مکتوب (محرَّرہ، ذوالقعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء) میں

امام احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

...........باپ، دادا سے اِستناد کا جواب، ابھی آپ کے فتاویٰ سے گذرا کہ:

غیر مُجتہد مشائخ کے قول و فعل، کوئی چیز نہیں، جب تک، مطابقِ کتاب وسنّت ہونا، نہ ثابت ہو۔

مگر، میں کہتا ہوں کہ:

آپ کے اَب وجَد کو، دیوبندیوں کے، ان کفروں پر اطلاع، نہ ہوئی ہوگی۔

تو، ان کا بَرتاؤ، بعدِ ظہورِ اَمر، کیا حُجّت رہا؟

۱۳۰۷ھ تک کہ، میں نے "سُبحٰنَ السُّبُّوح" لکھا، خود مجھے، ان کے کفروں پر اِطّلاع، نہ تھی۔ وَ لِھٰذا، جب تک، ان پر صرف، لزومِ کفر لکھا۔" اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(اَلطَّارِیُ الدَّارِی، حصہ سوم۔ مطبوعہ حسنی پریس، بریلی۔ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء)

۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں، مولانا اشرف علی، تھانوی (متوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) نے علمِ غیب سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے "حفظُ الایمان" کے نام سے، ایک کتابچہ لکھا۔

حفظ الایمان میں، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علم کی تشبیہ، دیتے ہوئے یا۔ اس کی مقدار و کیفیت، بیان کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ:

ایسا، یا۔ اتنا علم، تو، پاگل و مجنوں و حیوانات و بَہائم کو بھی، حاصل ہے۔

تو، اس میں، حضور کی کیا تخصیص ہے؟

اصل عبارت، یہ ہے:

"پھر، یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدّسہ پر، علمِ غیب کا حکم کیا جانا، اگر، بقولِ زید، صحیح ہو تو، دریافت طلب، یہ اَمر ہے کہ:

اِس غیب سے مراد، بعض غیب ہے، یا۔ کُل غیب؟

اگر، بعض علومِ غیبیہ، مراد ہیں، تو، اس میں حضور کی ہی، کیا تخصیص ہے؟

ایسا علمِ غیب تو، زید و عَمرو، بلکہ، ہر صبی و مجنوں، بلکہ، جمیع حیوانات و بَہائم کے لئے بھی، حاصل ہے۔"

(ص ۸۔ حفظ الایمان۔ مصنّفہ مولانا اشرف علی تھانوی۔ کتب خانہ اِعزازیہ، دیوبند)

حضرت سید محمد جیلانی، قادری، حیدر آبادی کے پوتے، سید نذیرُ الدّین ولد سید معینُ الدّین اِس عبارت اور اس کی قباحت وشناعت کا ذکر کرتے ہوئے، بیان کرتے ہیں کہ:

"میرے دادا (سید محمد جیلانی، قادری) کے پاس، حیدر آباد، دَکن کے لوگ مولوی اشرف علی کا، رسالہ "حفظُ الایمان" لائے۔ **اور اس کے متعلق، آپ سے دریافت کیا۔**

آپ نے، رسالہ پڑھ کر فرمایا:

"علمِ غیب کے متعلق، مولوی اشرف علی نے، نہایت قبیح عبارت لکھی ہے۔"

اس کے چند روز بعد، مکّہ مسجد (حیدر آباد، دَکن) میں، مولوی اشرف علی بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے دادا نے، کھڑے ہو کر، مولوی اشرف علی کے رسالے کی قباحت، بیان کی اور کہا کہ:

"اِس عبارت سے، بوئے کفر آتی ہے۔"

پھر، چند روز بعد، مولانا حافظ (محمد) احمد (فرزندِ مولانا محمد قاسم نانوتوی) کے مکان پر عُلما کا اِجتماع ہوا۔ چوں کہ، حافظ (محمد احمد) صاحب کو، میرے دادا سے محبت تھی اِس لئے، انھوں نے، آپ کو بلایا اور آپ، تشریف لے گئے۔

وہاں، حفظُ الایمان کی عبارت پر، عُلما نے اظہارِ خیال کیا۔

آپ نے اِس رسالے کی قباحت کا بیان کیا۔ **اور، رسالے کے خلاف، فتویٰ دیا۔**

پھر، تھوڑے دن بعد، خواب میں، آپ نے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو، دیکھا کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، آپ سے "حفظُ الایمان" کی عبارت، رَد کرنے اور اس کو اَقْبَح کہنے پر، اظہارِ خوشی فرما رہے ہیں۔ اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

"ہم، تم سے خوش ہوئے۔ تم، کیا چاہتے ہو؟"

آپ نے عرض کیا: میری تمنا ہے کہ:

اپنی باقی ماندہ زندگی، مدینہ منوّرہ میں بسر کروں۔ اور مدینے کی پاک مٹی میں، مدفون ہوں۔"

آپ کی درخواست، منظور ہوئی اور آپ، اس کے بعد، مدینہ منوّرہ، ہجرت کر گئے۔

دس (۱۰) سال، وہاں، مقیم رہے۔ اور ۱۳۶۴ھ میں، رحلت فرما گئے۔"

(ص ۶۱۶۔ "مقاماتِ خیر"، مولّفہ مولانا ابوالحسن زید، فاروقی، مجدّ دی، دہلوی۔ مطبوعہ شاہ ابوالخیر اکیڈمی، چتلی قبر، دہلی ۶)

کوٹھی اِلٰہی بخش، میرٹھ میں، ایک بار، حضرت مولانا ابوالخَیر، نقش بندی مجدِّ دی، دہلوی (متوفی ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء) قیام پذیر تھے۔ ایک موقع پر آپ کی مجلس میں حافظ محمد احمد، فرزندِ مولانا محمد قاسم، نانوتوی اور مولانا اشرف علی، تھانوی بھی، حاضر تھے۔

حضرت مولانا غلام دستگیر، قصوری، لاہوری (متوفی ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) کے ایک حامی بزرگ نے، حفظُ الایمان کی عبارت، پڑھ دی۔

حضرت شاہ ابوالخَیر، دہلوی نے، اسے سخت ناپسند کیا۔ اور آپ نے، مولوی اشرف علی سے کہا:

"کیا یہی، دین کی خدمت ہے؟ تمہارے بڑے تو، ہمارے طریقے پر تھے۔ تم نے، اس کے خلاف کیوں کیا؟

مولوی (اشرف علی) صاحب نے کہا:

میں نے، اِس عبارت کی توضیح، اپنے دوسرے رسالے میں، کر دی ہے۔"

آپ نے، یہ جواب، ارشاد فرمایا:

"تمہارے اِس رسالے کو، پڑھ کر، کتنے لوگ، گمراہ ہو گئے۔

ہم، دوسرے رسالے کو لے کر، کیا کریں گے؟۔"

(ص ۱۱۔ بزمِ خیر از زید۔ مولّفہ مولانا ابوالحُسن زید، فاروقی، مجدِّ دی۔ مطبوعہ شاہ ابوالخُیر اکیڈمی، چتلی قبر، دہلی ۶)

ابتدا و انتہا، دونوں، آپ کے سامنے ہے۔ فیصلہ، آپ، خود کر سکتے ہیں۔

........."وَائے بے انصافی! اگر، کوئی تمہارے باپ کو، گالی دے، تو، اس کے خون کے پیاسے رہو۔ صورت، دیکھنے کے رَوادار، نہ رہو۔ بس پاؤ، تو، کچا نِگل جاؤ۔

وہاں، نہ تاویلیں نکالو، نہ سیدھی بات میں، ہیر پھیر ڈالو۔

اور محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نسبت، وہ کچھ، سنو اور آنکھ، مَیلی نہ کرو۔

بلکہ، اس کی امامت و پیشوائی کا، دَم بھرو۔ امام مانو۔

جو، اُسے برا کہے، اُلٹے، اسی سے، دشمنی نکالو۔

بدلگام کی بات میں، سو سو طرح کے پیچ، نکالو۔ رنگ رنگ کی تاویلیں، ڈھالو۔

جیسے بنے، اس کی پگڑی سنبھالو۔ اس کی حمایت میں، عظمتِ مصطفیٰ، پسِ پشت ڈالو۔

یہ کیسا، ایمان ہے؟ کیسا، اسلام ہے؟ کیا، اسی کا نام، اسلام ہے؟

(ص ۳۲۔ **اَلْکَوْکَبَۃُ الشِّھَابِیَّۃ**۔ مؤلّفہ حضرت مولانا احمد رضا، بریلوی۔ مطبع اہلِ سنّت، بریلی)

یہاں، تصویر کا، ایک دوسرا رُخ بھی، ملاحظہ فرماتے چلیں کہ:

مولانا تھانوی، کس طرح، اپنی کلمہ خوانی کی تحسین، فرما رہے ہیں۔

اور اپنے ایک مُرید سادہ کی، جس نے خواب اور بیداری، دونوں حالتوں میں، اُن کا کلمہ پڑھا اور بذریعۂ مکتوب، اپنے اِس عمل سے، مولانا تھانوی کو مطلع کیا، تو:

بجائے تنبیہ و ہدایت اور حکمِ توبہ و رُجوع کے، جوابی مکتوب میں، تحریر فرماتے ہیں کہ:

تم نے، جس کی طرف، رُجوع کیا ہے (بالفاظِ دیگر جس کا، کلمہ، پڑھا ہے) وہ، مُتَّبِعِ سُنَّت ہے۔

لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

اب، اپنی کلمہ خوانی اور اس کی حوصلہ افزائی سے متعلق، اصل عبارت، ملاحظہ فرمایئے۔

مولانا تھانوی کا کوئی مُرید سادہ لکھتا ہے:

......"کچھ عرصہ بعد، خواب، دیکھتا ہوں کہ، کلمہ شریف

لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمد رسولُ اللّٰہ، پڑھتا ہوں۔

لیکن، محمد رسولُ اللّٰہ کی جگہ، حضور کا نام لیتا ہوں۔

اتنے میں، دل میں، خیال پیدا ہوا کہ:

تجھ سے غلطی ہو گئی، کلمہ شریف پڑھنے میں۔ اس کو صحیح پڑھنا چاہیے۔

اِس خیال سے، دوبارہ، کلمہ شریف پڑھتا ہوں۔ دل پر تو، یہ ہے کہ، صحیح پڑھا جاوے۔ لیکن، زبان سے بے ساختہ، بجائے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نام کے اشرف علی، نکل جاتا ہے۔

حالاں کہ، مجھ کو، اِس بات کا علم ہے کہ:

اِس طرح، درست نہیں۔ لیکن، بے اختیار، زبان سے، یہی کلمہ نکلتا ہے۔

دو تین بار، جب یہی صورت ہوئی، تو، حضور کو، اپنے سامنے دیکھتا ہوں۔

اور بھی چند شخص، حضور کے پاس تھے۔ لیکن، اتنے میں میری، یہ حالت ہو گئی کہ:

میں، کھڑا کھڑا، بوجہ اس کے کہ، رِقّت، طاری ہوگئی، زمین پر گرگیا۔
اور نہایت زور کے ساتھ، ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ
میرے اندر، کوئی طاقت، باقی نہیں رہی۔

اتنے میں، بندہ، خواب سے بیدار ہوگیا۔ لیکن، بدن میں، بدستور، بے حسی تھی۔

اور، وہ اثرِ ناطاقتی، بدستور تھا۔ لیکن، حالتِ خواب اور بیداری میں، حضور کا ہی، خیال تھا۔

لیکن! حالتِ بیداری میں، کلمہ شریف کی غلطی پر، جب خیال آیا، تو:

اِس بات کا، ارادہ ہوا کہ:

اِس خیال کو، دل سے دور کیا جاوے۔ اِس واسطے کہ، پھر، کوئی ایسی غلطی، نہ ہو جاوے۔

بایں خیال، بندہ، بیٹھ گیا۔ اور پھر، دوسرے کروٹ، لیٹ کر، کلمہ شریف کی غلطی کے تدارُک میں، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر، درود شریف پڑھتا ہوں۔

لیکن! پھر بھی، یہ کہتا ہوں: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنا وَ نَبِیِّنا وَ مَولانا اَشرف عَلِی۔

حالاں کہ، اب، بیدار ہوں۔ خواب نہیں۔

لیکن، بے اختیار ہوں۔ مجبور ہوں۔ زبان، اپنے قابو میں نہیں۔

اُس روز، کچھ ایسا ہی خیال رہا، تو، دوسرے روز، بیداری میں، رِقّت، رہی۔ خوب، رویا۔
اور بھی، بہت، وجوہات ہیں۔ جو حضور کے ساتھ، باعثِ محبت ہیں۔ کہاں تک عرض کروں۔''

جواب: اِس واقعہ میں، تسلّی تھی کہ:

جس کی طرف، تم، رُجوع کرتے ہو، وہ، بِعَونِہٖ تَعَالٰی، مُتَّبِعِ سنّت ہے۔'' ۲۴ رشوال ۱۳۳۵ھ۔

(ص ۳۴ وص ۳۵۔ صحیفۂ شہریہ، مُلقّب بہ **اَلْاِمْدَاد**۔ عدد، ۸۔ جلد، ۳۔ بابت ماہِ صفر ۱۳۳۶ھ۔ مطبع، اِمدادُ المطابع۔ تھانہ بھون۔ ضلع سہارن پور)

۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء کے ماہنامہ ''اَلْاِمْدَاد'' تھانہ بھون میں، شائع شدہ مکتوبِ مُرید سادہ کا ایک ایک جُملہ، اُس کی باطنی کیفیت، اُس کے کرب و اضطراب اور سنگین غلطی کے اِحساس واِعتراف کا، غمّاز ہے۔

مُرید سادہ، ڈرے سہمے انداز میں، لرزتا، کانپتا ہوا، خط لکھ رہا ہے۔

اپنی غلطی کے تدارُک اور دل سے، اس ایمان سوز خیال کو، دور کرنے کی تدبیر اور رونے

دھونے کے اپنے عمل کے ساتھ، اپنے پیر سے، **ہدایت و رہنمائی کا خواہاں ہے۔**

لیکن! پیر صاحب ہیں کہ:

اپنے اس مُرید کی اصلاح و ہدایت سے بے نیاز ہو کر، ایسا لگتا ہے کہ، دل ہی دل میں:

معاذَ اللہ، خوشی سے پھولے نہیں سَمار ہے ہیں کہ، کسی نے تو، میرا کلمہ پڑھا۔

اور اسی احساس و خیال کے ساتھ، اسے شاباشی، دے رہے ہیں۔

اِس کی حوصلہ افزائی، فرما رہے ہیں کہ، گھبرانے اور کچھ غم کرنے کی ضرورت نہیں۔

جو ہُوا، بہت اچھا ہُوا۔ تم نے کوئی غلطی نہیں کی۔ تمہارا، یہ عمل، باعثِ اَجر و ثواب ہے۔

کیوں کہ، تم نے، ایک مُتبع سنّت پیر کی طرف، رُجوع کیا ہے۔

کیا، مولانا تھانوی کی حوصلہ افزائی کا، اِس کے علاوہ بھی، کوئی مطلب ہو سکتا ہے؟

شاباشی و حوصلہ افزائی کا، یہی، وہ مطلب ہے کہ:

مشہور عالم و فاضلِ دارالعلوم دیو بند، سابق صدر شعبۂ دینیات، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ مولانا سعید احمد، اکبر آبادی، اِس حقیقت بیانی پر، مجبور ہوئے:

''اپنے معاملات میں، تاویل و توجیہ اور اِغماض و مسامحت کرنے کی، مولانا (تھانوی) میں جو، خُو تھی، اُس کا اندازہ، اس ایک واقعہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ:

ایک مُرید نے، مولانا کو، لکھا کہ:

میں نے، رات، خواب میں، اپنے آپ کو، دیکھا کہ:

مَیں، ہر چند، کلمۂ تشہّد، صحیح صحیح ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں، لیکن، ہر بار، یہ ہوتا ہے کہ:

لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے بعد، **اشرف عَلِی رسول اللّٰہ**، منہ سے نکل جاتا ہے۔''

ظاہر ہے کہ، اس کا صاف اور سیدھا جواب، یہ تھا کہ:

یہ کلمۂ کفر ہے۔ شیطان کا فریب ہے اور نفس کا دھوکہ ہے۔

تم، فوراً توبہ کرو، اور استغفار پڑھو۔

لیکن، مولانا تھانوی، صرف، یہ فرما کر، بات، آئی گئی کر دیتے ہیں کہ:

تم کو، مجھ سے محبت ہے۔ اور یہ سب، اسی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔''

(ماہنامہ ''بُرہان'' دہلی۔ شمارہ فروری ۱۹۵۲ء۔ بقلم مولانا سعید احمد، اکبر آبادی)

مولانا اکبرآبادی نے، مندرجہ بالا تحریر میں، صرف، خواب کا واقعہ بیان کیا ہے۔ مگر، مُریدِ سادہ کا مکتوب، آپ پڑھ چکے ہیں، جس میں، اس نے، اسے خواب اور بیداری، دونوں کا واقعہ لکھا ہے۔

بہر حال! اِس واقعہ سے کم، اور بہت ہی کم سنگین، وہ، بات رہی ہوگی، جس کے پیشِ نظر شاعرِ مشرق، ڈاکٹر اقبالؔ نے کہا ہے کہ:

مُریدِ سادہ تو، رو رو کے ہوگیا تائب
خدا کرے کہ، ملے شیخ کو بھی، یہ توفیق

مُریدِ سادہ کی، بحالتِ خواب و بیداری، کلمہ خوانی پر، مولانا تھانوی کی تحسین وآفرین کا سنگین واقعہ، آپ کے سامنے ہے۔ اس سے پہلے آپ، پڑھ چکے ہیں کہ:

انھوں نے رسولِ کائنات ونبیِ صادق وامین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علمِ اَرفع واَعلیٰ کا موازنہ، کتنی اَدنیٰ اور اَرذَل چیزوں کے ساتھ، کیا ہے؟

اسی طرح، مولانا رشید احمد، گنگوہی اور مولانا خلیل احمد، انبیٹھوی، سہارن پوری کی عبارتیں بھی، آپ کی نظر سے گذر چکی ہیں کہ:

میلادِ نبوی کی محافل وتقریبات کو، انھوں نے
کنھیّا کے جنم سے تشبیہ دے کر، کس طرح، شانِ رسالت میں، گستاخی کی ہے۔

اس سے پہلے، آپ پڑھ چکے ہیں کہ:

مولانا محمود حَسَن، دیوبندی ومولانا محمد قاسم، نانوتوی، کس طرح، اپنے اِس عقیدے کا اظہار کر چکے ہیں کہ: **اللہ تعالیٰ کا جھوٹ، بولنا، ممکن ہے۔"**

اور ختمِ نبوت کی اَساس وبنیاد پر ضرب لگانے والی دیگر تحریریں بھی، آپ کے مطالعہ میں آ چکی ہیں۔

اب، ان صریح کفری عبارتوں کی شرعی گرفت کی جاتی ہے، ان کے خلاف، شرعی حکم لگایا جاتا ہے، تو، شوروغوغا مچایا جاتا ہے۔ اور، دُہائی دی جانے لگتی ہے کہ:

دیکھیے! کتنے بڑے بڑے علما، جن کی، یہ تصنیفات، وہ خدمات، اور، این وآن وچنیں وچناں ہیں، ان کے خلاف، کفر کے فتوے، جاری کیے جا رہے ہیں۔

ان کے عظیم دینی وعلمی کارناموں کو، یکسر نظرانداز کیا جا رہا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ایسا سوچنے، کہنے اور لکھنے والے بندگانِ خدا، کبھی، یہ سوچنے کی زحمت، گوارا نہیں کرتے کہ:

اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرَّم ومحترَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شان میں جو، بے ادبیاں اور گستاخیاں کی گئی ہیں، وہ، کتنی خطرناک ہیں؟

جن سے، ایمان واسلام کی جڑ ہی، صاف، اور اصل ہی، منقطع ہو جاتی ہے۔

کیا، تاریخِ اسلام کے کسی عہد وعصر میں، اِس طرح کی باتیں کہی اور لکھی گئی ہیں جن کی تفصیل، گذشتہ صفحات میں آ چکی ہے؟

اور کیا، ایسی کوئی گستاخانہ اور کفری بات، کبھی، کسی دَور میں کہی اور لکھی گئی ہے تو، اُس عہد کے علما وفقہا ومفتیانِ کرام نے، اس کی شرعی گرفت، نہیں فرمائی ہے؟

اور اس کے خلاف، شرعی حکم نہیں، صادر فرمایا ہے؟

اب، اگر، گمراہ کن اور کفری باتیں کہنے اور لکھنے والوں کو، نظرانداز کر کے:

صرف، اُن علما وفقہا ومفتیانِ کرام پر، طَعن وتشنیع کی جائے اور ہر وقت، انھیں ہی، نشانہ بنایا جائے، جنھوں نے، اصلاح ورُجوع وتوبہ کا، بار بار مطالبہ کیا۔

اور، رُجوع وتوبہ، نہ کرنے پر، ان کے خلاف، صادر کیے جانے والے شرعی حکم پر انھیں ہی، موردِ الزام، ٹھہرایا جائے۔ انھیں ہی، انتشار واختلاف کا سبب، قرار دیا جائے۔

اور بھولے سے بھی، اِس طرف، توجہ، نہ دی جائے کہ:

اللہ ورسول کی تقدیس وتعظیم کی، اور ایمان واسلام کی بنیادیں، کہاں کہاں اور کس کس نے متزلزل کرنے کی، مذموم کوشش کی ہے؟

تو پھر، یہ کہاں کا انصاف ہے؟ یہ کیسی دیانت ہے؟ یہ کیسی ایمان داری ہے؟

اور، یہ کیسی حق پسندی ہے؟

حق وانصاف سے دور، یہی، وہ جانب دارانہ رویّہ، یہی، وہ طرزِ فکر، یہی، وہ نقطۂ نظر اور، یہی وہ صورتِ حال ہے، جس کے پیشِ نظر

اپنے وسیع مطالعہ کی روشنی میں، حضرت پروفیسر مسعود احمد، مجدّدی، مظہری، دہلوی (متوفی ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء۔ کراچی) فرزندِ حضرت مفتی محمد مظہر اللہ، نقشبندی، مجدّدی، دہلوی، خطیب وامام شاہی مسجد، فتح پوری، دہلی (متوفی ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء) نے، اس طرح، اِظہارِ حق فرمایا کہ:

"جہاں تک، امام احمد رضا کے مذہبی افکار کا تعلق ہے، وہ، سنّی حنفی اور سچّے پکّے مسلمان تھے۔

ایمان میں، کسی لچک کے قائل، نہ تھے۔

اِسی لئے انھوں نے اپنے بعض معاصِرین کے اقوال واعمال پر
سخت تنقید کی اور کفر کے فتوے بھی لگائے۔

چنانچہ، ان کے مخالفین نے، مشہور کر دیا کہ:
تکفیرِ مسلم، امام احمد رضا کا محبوب مشغلہ تھا۔
لیکن! حقیقتِ واقعہ، یہ ہے کہ:
اِعلاے کلمۃُ الحق، ان کا مسلک تھا، اور اِحیاے اسلام، ان کا مقصد۔
اس مسلک کا، جو، مخالف ہوتا، اور اس مقصد کی راہ میں، جو، حائل ہوتا، خواہ، اپنا ہو، یا بیگانہ۔
وہ، پوری شِدّت سے، اس کی مخالفت کرتے۔
اور اس کے لئے اپنی تمام فکری وعملی توانائیاں، صَرف کرتے۔
وہ، اپنے مخالفین کے برعکس، اپنوں کی بھی، کبھی، رعایت، نہ کرتے۔
یہی، اُن کی عدل گستری اور انصاف پسندی کا طُرّہ ٔامتیاز تھا، جو، محسوس کیا جانا چاہیے۔"

(ص ۲۳۔ "تنقیدات وتعاقبات"۔ بقلم پروفیسر محمد مسعود احمد، مجدّدی، دہلوی۔ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ۔
لاہور۔ ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء)

"حیف، صد حیف! چور کو، چُراتے، کسی نے نہ دیکھا۔ فریادی کو، غُل مچاتے، سب نے سنا۔
قاتل کو، قتل کرتے، کسی نے نہ دیکھا۔ رقصِ بسمل کا تماشا، سب نے دیکھا۔
ظالم کو، ظلم کرتے، کسی نے نہ دیکھا۔ مظلوم کو، چِلّاتے، سب نے سنا۔
اس نے کیوں غُل مچایا؟ یہ کیوں تڑپا؟ وہ کیوں چِلّایا؟
کوئی تو، پوچھو! مگر، کوئی نہیں پوچھتا۔
جس کو، دیکھو! فریادی کو ملامت کر رہا ہے۔۔۔۔۔مقتول کو، کوس رہا ہے۔ مظلوم کو، جھڑک رہا ہے۔
خدایا! یہ کون سی بستی ہے، جہاں کی ہر اَدا، نرالی ہے؟
جہاں، نہ عقل کی بات، سنی جاتی ہے۔ اور نہ دل کی بات۔
جہاں، آنکھوں پر، پٹیاں، باندھ کر، تحقیق کی جاتی ہے۔
جہاں، دکھایا نہیں جاتا، جو، کچھ نظر آتا ہے، اُس کو بھی، جھٹلایا جاتا ہے۔"

(ص ۲۵۔ "تنقیدات وتعاقبات"۔ بقلم پروفیسر محمد مسعود احمد، مجدّدی، دہلوی۔ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ۔
لاہور۔ ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء)

محمد حسین، رئیسِ قصبہ نہٹور ضلع بجنور لکھتے ہیں کہ:

جب، شاہ محمد اسمٰعیل، دہلوی اپنے متعلقین ومعاونین کے ساتھ، دہلی سے روانہ ہو کر لکھنؤ پہنچے اور اپنے خیالات کی تبلیغ شروع کی۔

"اسی زمانہ میں، مولانا عبدالرحمٰن، ولایتی، صوفی لقب، شہر لکھنؤ میں، مقیم تھے۔
ان کے کشف وکرامات کی، اس زمانے میں، بڑی شہرت تھی۔
مولوی اسمٰعیل، بحث ومباحثہ کے ارادے سے ملنے گئے۔ مگر، کہتے ہیں کہ:
صوفی صاحب کا تصرُّف، غالب رہا۔ بحث، شروع کرنے سے باز، رہے۔
رُخصت ہونے کے وقت، مولوی اسمٰعیل، دہلوی نے، فرمایا کہ:
"فرنگی محل (لکھنؤ) کے مولوی، بہت گم راہ ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ:
جس وقت، کلکتہ سے واپس ہوں گا۔ اِن گم راہوں سے، جہاد کروں گا۔"
مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے کہا کہ:
"صاحب زادے! جو، اِس قسم کا ارادہ رکھتے ہیں، وہ، مُڑ کر نہیں آتے۔"

(فریادُ المسلمین، مطبوعہ مطبع ریاضِ ہند، امرتسر۔ ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۰ء۔ مؤلفہ محمد حسین بجنوری)

حضرت مولانا سید عبدالرحمٰن، لکھنوی (وصال ۱۲۴۵ھ/۱۸۲۹ء) تلمیذِ بحرالعلوم، مولانا عبدالعلی، فرنگی محلی، لکھنوی (وصال ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) خطۂ اَوَدھ کے مشہور ومقبول عالمِ دین اور عارف باللہ تھے۔ مسئلۂ وحدۃُ الوجود کے ماہر تھے۔ اسی لئے آپ کو "وجودی" بھی کہا جاتا تھا۔

سید احمد، رائے بریلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) کی تحریک اور شاہ اسمٰعیل دہلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) کی تحریر میں، مذہبِ اسلاف اور مسلکِ عزیزی، ولی اللّٰھی سے، اِنحراف اور کتب ورسائلِ اکابر واسلاف میں تحریف والحاق کی مسلسل کوششوں اور صحیح ومستند وثابت شدہ "فکرِ عزیزی، ولی اللّٰھی" کے خلاف، پُرفریب پروپگنڈے کے، باوجود:

نام نہاد "مُوَحِّدین" کو "فکرِ وہابی" کی تشہیری مُہم میں، خاطر خواہ کامیابی، حاصل نہ ہوسکی۔

پروفیسر، محمد سرور، جامعی کی زبانی، مولانا عُبَیداللہ، سندھی (متوفی اگست ۱۹۴۴ء) کے

اِس تبصرہ کے ذریعہ، ناکامی کی، یہ داستان، واضح ہوکر، سامنے آجاتی ہے۔

"مولانا سندھی کہا کرتے تھے کہ:

گذشتہ صدیوں میں، عوامی اور قومی تحریکیں، اکثر و بیشتر، مذہبی اُٹھان اور بیداری کا نتیجہ تھیں۔ لیکن! جیسے جیسے، وہ، آگے بڑھیں، اُن کا دائرہ، وسیع ہوتا گیا اور، وہ، عَملاً، عوامی و قومی بن گئیں۔

لیکن "تحریکِ ولی اللّٰھی" میں، اس تاریخی انحراف کے بعد، جو، موڑ آیا

تو، وہ، جیسے جیسے، آگے بڑھتی گئی، بجائے اس کے کہ:

وہ، مسلمان عوام کی، ایک قومی تحریک بنتی، وہ، ایک علیحدگی پسند، فرقہ پرستانہ تحریک بن گئی۔

سید احمد شہید سے منسوب اِس تحریک کا، یہ حشر تو ہُوا ہی، اِس کا رَدِّ عمل اِس تحریک کے دوسرے حصے، تحریکِ دیوبند پر بھی ہوا۔ اِسی کا نتیجہ ہے کہ:

آج بھی، اِس برِ اعظم کے مسلمان عوام کی غالب اکثریت "بریلوی" ہے۔

جو، اوپر کی دونوں تحریکوں کو، کفر سے کم نہیں سمجھتی۔

اِس نوع کی اِحیا پسندانہ مذہبی تحریکیں، اگر، قومی اور عوامی خطوط پر، نہ چلیں۔

تو، لازِماً، وہ، علیحدگی پسندانہ و فرقہ پرستانہ تحریکیں، بن کر، رہ جاتی ہیں۔"

(ص ۳۴۹۔ "اِفادات و ملفوظاتِ مولانا عُبید اللہ، سندھی"۔ مرتّبہ پروفیسر محمد سرور، جامعی۔ سندھ ساگر اکیڈمی، لاہور)

واضح، رہے کہ ہندو پاک میں "**سنّی، وہابی**" و "**سنّی، دیوبندی**" و "**حنفی، غیر مقلّد**" اور "**بریلوی، دیوبندی**" کہنے اور لکھنے کا عام، رواج ہے۔

جس کے ذریعہ، کسی مذہبی فرد، یا۔ طبقے کی، مذہبی شناخت، ظاہر کی جاتی ہے۔

اہلِ سنّت و جماعت کو، ہندو پاک کے دیوبندی و غیر مقلّد حضرات، صرف "بریلوی" نہیں، بلکہ، تحریراً تقریراً "**رضا خانی**" بھی کہتے رہتے ہیں۔ جس کا ایک خاص مقصد اور پسِ منظر ہے۔ **رضا خانی**، کہنے کہلانے اور سننے سنانے والے، آج بھی، اسے ایک گالی ہی سمجھتے ہیں۔

آج، ہندو پاک و بنگلہ دیش، تینوں ممالک کا، کثیر التّعداد مذہبی طبقہ:

بریلوی، یا۔ دیوبندی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

لیکن، اِس سلسلے میں، عُلمائے اہلِ سنّت کی، مندرجہ ذیل ہدایت و تنبیہ اور تاریخ بھی، پیشِ نظر رہنی، ضروری ہے:

(۱) ۱۹۴۷ء سے پہلے لکھی جانے والی کتاب "حیاتِ اعلیٰ حضرت" مؤلّفہ مولانا محمد ظفر الدّین احمد، قادری رضوی، عظیم آبادی (متوفی جمادیٰ الآخرہ ۱۳۸۲ھ/نومبر ۱۹۶۲ء) میں، ایک مکالمہ، اِس طرح، درج ہے:

"فقیر ظفر الدّین، قادری، غُفِرَ لَہٗ کہتا ہے کہ:

ایک وقت، ان کی، ایک دیوبندی سے، کچھ باتیں ہو رہی تھیں۔

انہوں نے، اَثنائے گفتگو کہا: "یہ بریلوی مذہب ہے۔"

میں نے کہا کہ: "بریلوی مذہب، تو، کوئی ہے ہی نہیں۔"

تو، انہوں نے جواباً کہا: تو، پھر، دیوبندی مذہب بھی، کوئی نہیں ہے۔"

میں نے کہا: ہے۔ اور ضرور ہے۔ اِس لئے کہ، دیوبندی حضرات:

بہت سے مسائل و اَقوال کے، مُوجِد ہیں۔

جن میں کوئی بھی، ان کا پیشوا، عُلمائے اہلِ سنّت میں، نہیں۔

بخلاف اعلیٰ حضرت (مولانا احمد رضا، بریلوی) کے، کہ:

وہ، مقلّدِ محض ہیں۔ کسی قول و اِعتقاد کے، موجِد نہیں۔

ان کا کوئی قول، ایسا نہیں پیش کر سکتے ہیں جس کے اہلِ سنّت و سَلف و اکابر و خَلف قائل، نہ ہوں۔ اور بذاتِ خود، وہ، اس کے مُختَرِع ہوں۔" اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۵۴۸ و ص ۵۴۹۔ "حیاتِ اعلیٰ حضرت"، مکمل، مؤلّفہ مولانا محمد ظفر الدین، قادری رضوی، عظیم آبادی۔ مطبوعہ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور۔)

(۲) مفتیِ اعظمِ ہند، مولانا الشّاہ محمد مصطفیٰ رضا، نوری، بریلوی (وصال مُحرمُ الحرام ۱۴۰۲ھ/نومبر ۱۹۸۱ء) خلفِ اصغر، امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّھُمَا، اپنے ایک فتویٰ جو، ۱۹۶۰ء کی دَہائی کے آغاز کا لکھا اور چھپا ہوا ہے، اُس میں، تحریر فرماتے ہیں:

"ہم، وہی قدیم، چودہ سو سالہ، اہلِ سنّت و جماعت ہیں۔

اور، وہابیہ دیابنہ مَلاعِنَہ، اہلِ سنّت کو، بریلوی کہتے ہیں۔

اگر، کوئی، تم کو، بریلوی کہے، تو، بِشِدَّت سے انکار کرو۔" (مطبوعہ ماہنامہ "پاسبان" الٰہ آباد)

مفتیِ اعظم کان پور، حضرت مولانا مفتی رفاقت حسین، قادری، اشرفی، مظفر پوری (وصال

۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء) کے فرزندِ اکبر، حضرت مولانا محمود احمد، قادری، رفاقتی، مظفر پوری نے اپنی ایک مطبوعہ کتاب ''**اہلِ سنّت میں اِختلاف واِفتراق**'' میں، اسے نقل کیا ہے۔

(۳) حضرت مفتی محمد اعظم رضوی، سابق شیخُ الحدیث، دارالعلوم مظہرِ اسلام، بریلی شریف نے مختلف مسائل پر گفتگو کے دَوران، راقمِ سُطور (یٰسین اختر مصباحی) سے فرمایا:

''ایک بار، حضرت مفتیِ اعظمِ ہند کو، ایک اِستفتا، سنا رہا تھا۔

اِستفتا میں، ایک جگہ ''بریلوی'' کا لفظ آیا۔

حضرت مفتیِ اعظمِ ہند نے لفظ، بریلوی سنتے ہی، ناراضی کے ساتھ، ارشاد فرمایا:

''بریلوی کیا؟ سنّی کہنا چاہیے، سنّی لکھنا چاہیے۔''

یہ تو ''دیوبندی'' ہمیں کہتے ہیں۔ ہم، انہیں ''دیوبندی'' کہتے ہیں۔

تو، وہ، ہمیں، بریلوی کہتے ہیں۔

جب کہ، ہم، سنّی ہیں۔ اور ہمیں، اپنے آپ کو، سنّی ہی، کہنا چاہیے۔''

(روایت، بتاریخ ۷/ذوالقعدہ ۱۴۳۶ھ/۲۳/اگست ۲۰۱۵ء۔ بمقام۔ دارُالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی۔ ۲۵)

(۴) حضرت مولانا عبد الحلیم رضوی، ناگ پوری (موجودہ سرپرستِ ''دعوتِ اسلامی'' ہند) حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی ثُمَّ پیلی بھیتی (وصال ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء) کی ایک اہم تقریر کا ایک خاص حصہ، اِس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

شیر بیشۂ اہلِ سنّت، حضرت مولانا حشمت علی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ، جب حج کے لئے تشریف لے گئے تھے، تو، وہاں، نجدی قاضی سے، آپ کا ایک مباحثہ ہوا۔

بحث کے دَوران، آپ نے فرمایا:

''بریلوی، کوئی مذہب نہیں ہے۔ میں، سنّی حنفی ہوں۔

کسی کی مجال نہیں کہ، وہ، میرے سامنے، یہ ثابت کر سکے کہ:

ہندوستان میں، بنام بریلوی، کوئی نیا فرقہ ہے۔''

اِس سفرِ حج وزیارت سے واپسی کے بعد، آپ نے غالباً ۱۹۵۶ء میں، **عرسِ رضوی، بریلی شریف** کے موقع پر، جلسۂ عام کی اپنی تقریر (درمحلّہ سوداگران، بریلی شریف) میں، مذکورہ مباحثہ سے متعلق، پورا واقعہ، بیان کرکے، **بہانگِ دُہل، یہ اعلان فرمایا کہ:**

''ہم، بریلوی نہیں۔ بلکہ، سنّی حنفی ہیں۔''

''اور اگر، کوئی شخص، خود کو، بریلوی کہے، تو، اس کا مطلب، یہ ہے کہ:

ہندوستان میں، کوئی فرقہ، بریلوی کے نام سے پایا جاتا ہے۔

اور وہ، اپنی نادانی سے، اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا، بریلوی) کو، اِس فرقے کا، بانی کہہ رہا ہے۔ حَاشَا وَ کَلَّا۔ ایسا، ہرگز نہیں ہے۔

ہم سب، سنّی ہیں اور سنّی ہی رہیں گے۔ فقہِ حنفی کے مقلّد ہیں اور حنفی ہی رہیں گے۔

اِسی سنّیت وحنفیت پر، ہمارا خاتمہ بھی ہوگا۔'' (اِنْ شاءَ اللّٰہُ تَبارَکَ وَ تَعالیٰ)

(۵) مجاہدِ ملّت، حضرت مولانا محمد حبیب الرَّحمٰن، قادری، عباسی، اُڑیسوی (وصال ۱۹۸۱ء) نے جب، ۱۹۷۴ء میں، سفرِ حج وزیارت کیا، تو، نجدی قاضی سے گفتگو کے دَوران، آپ نے فرمایا کہ:

''بریلوی، کوئی مذہب نہیں۔ ہم، اہلِ سنّت وجماعت ہیں۔''

(۶) استاذِ گرامی، بحرالعلوم، حضرت مفتی عبد المنان، اعظمی (وصال ۱۵/محرمُ الحرام ۱۴۳۴ھ/ ۲۹/نومبر ۲۰۱۲ء) سابق شیخُ الحدیث الجامعۃُ الاشرفیہ، مبارک پور ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی **اپنے ایک فتویٰ میں، تحریر فرماتے ہیں:**

''بریلوی، کوئی مذہب نہیں۔ یہ، دیوبندیوں اور وہابیوں نے بطورِ استہزا، سنّیوں کو کہنا، شروع کیا۔ اور اسی نام سے مشہور کیا۔ الخ۔

(ص ۵۶۔ فتاویٰ بحرالعلوم، جلدِ دوم۔ امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی شریف، یوپی)

(۷) حضرت مفتی محمد اختر رضا، قادری رضوی، ازہری، بریلوی دَامَتْ بَرَکَاتُھُم سے **ایک سفرِ پاکستان کے موقع پر، ایک صحافی نے، یہ سوال کیا کہ:**

''پاکستان میں، بعض لوگ، اپنے آپ کو، بریلوی کہتے ہیں۔

اور بعض لوگ، اپنے آپ کو، دیوبندی کہتے ہیں۔ کیا، یہ اچھی بات ہے؟

آپ نے فرمایا:

بریلوی، کوئی مسلک نہیں ہے۔ ہم، مسلمان ہیں۔ اہلِ سنّت وجماعت ہیں۔

ہمارا مسلک، یہ ہے کہ:

ہم، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو، آخری نبی مانتے ہیں۔

حضور کے صحابہ کا، ادب کرتے ہیں۔ حضور کے اہلِ بیت سے، محبت رکھتے ہیں۔

فقہ میں، امام اعظم ابو حنیفہ کے، مقلّد ہیں۔

ہم، اپنے آپ کو، بریلوی نہیں کہتے ہیں۔

ہمارے مخالف، ہمیں، بریلوی، کہتے ہیں۔''

(ص ۱۲۔ ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور۔ شمارہ فروری ۱۹۸۶ء)

(۸) ایک سفرِ حج وزیارت کے موقع پر، ۳۱ راگست ۱۹۸۶ء کو، مکہ مکرّمہ میں حضرت مولانا مفتی محمد اختر رضا، قادری رضوی، ازہری، بریلوی کی گرفتاری کا واقعہ اور سوال وجواب کا ذکر کرتے ہوئے، مولانا محمد شہاب الدّین، رضوی، بریلوی اپنی کتاب ''**حیاتِ تاج الشّریعہ**'' میں بزبانِ حضرت ازہری میاں، یہ تحریر کرتے ہیں:

''امام احمد رضا، فاضلِ بریلوی نے، کسی نئے مذہب کی بنیاد نہیں ڈالی۔

بلکہ، اُن کا مذہب، وہی تھا، جو، سرکار محمد مصطفیٰ، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا

اور صحابہ وتابعین اور ہر زمانے کے صالحین کا، مذہب ہے۔

اور، یہ کہ ہم، اپنے آپ کو ''اہلِ سنّت و جماعت'' کہلوانا ہی، پسند کرتے ہیں

اور ہمیں، اِس مقصد سے، بریلوی کہنا کہ:

ہم، کسی نئے مذہب کے پیَرو ہیں، ہم پر، بہتان ہے۔''

(ص ۴۲۔ حیاتِ تاج الشّریعہ۔ مؤلّفہ مولانا محمد شہاب الدّین، رضوی، بریلوی۔ مطبوعہ اسلامک ریسرچ سنٹر۔ ۵۸، کسگران۔ سوداگران۔ بریلی۔ طبعِ دوم صفر المظفر ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء)

''میں، بار بار کہہ چکا ہوں کہ:

بریلوی، کوئی مذہب نہیں ہے۔ اور اگر، کوئی نیا مذہب، بنام بریلوی ہے، تو، میں اس سے، بَری ہوں۔''

(ص ۴۳۔ حیاتِ تاج الشّریعہ۔ مطبوعہ بریلی۔ ۲۰۱۳ء)

''اِقرار نامہ میں، میرے مطالبہ پر، اُس نے، یہ اضافہ کیا کہ:

بریلویت، کوئی مذہب نہیں ہے۔ اور ہم لوگ، اپنے آپ کو

اہلِ سنّت و جماعت ہی، کہلوانا، پسند کرتے ہیں۔

(ص ۴۴۔ حیاتِ تاج الشّریعہ۔ مؤلّفہ مولانا محمد شہاب الدّین رضوی بریلوی۔ مطبوعہ بریلی۔ ۲۰۱۳ء)

واضح رہے کہ، حادثۂ گرفتاری ۱۹۸۶ء کے بعد، حضرت ازہری میاں، جب حجازِ مقدس سے بمبئی پہنچے، تو، آپ کا دیا ہوا طویل بیان (جس کے کچھ حصے، مندرجہ بالا سطور میں، آپ نے پڑھے) بمبئی و دہلی وغیرہ کے مختلف جرائد ورسائل میں، اسی زمانے میں شائع ہوا تھا۔

چنانچہ، ہفت روزہ ''**اخبارِ نو**'' نئی دہلی کا، وہ شمارہ، اب تک، میرے پاس موجود ومحفوظ ہے جس میں، آپ کا پورا بیان، شائع ہوا تھا۔

(۹) **دوبئی (متحدہ عرب اِمارات)** کے ایک سفر میں، حضرت مفتی محمد اختر رضا، قادری رضوی ازہری، بریلوی نے، ایک خصوصی جلسہ (ماہِ فروری ۲۰۰۸) جس میں، شیخ عیسیٰ مانع، وزیر اوقاف دوبئی بھی، شریک تھے، اسے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

(عربی سے ترجمہ) ابوظہبی سے نکلنے والے مجلّہ ''اَلْھُدیٰ'' کا ایک شمارہ، میری نظر سے گزرا۔ جو، اہلِ سنّت وامامِ اہلِ سنّت (جدّی الکریم) مولانا احمد رضا کے خلاف **اِفتراءات وَاَکاذِیب** پر، مشتمل ہے۔

..........اس میں، کہا گیا ہے کہ:

''اسلام و مسلمین سے، خارج فرقوں میں سے، ایک نیا فرقہ

''بریلویت'' کے نام سے، ظہور پذیر ہوا ہے۔''

صاف وصریح الفاظ میں، اس کی تردید کرتے ہوئے، مَیں کہتا ہوں کہ:

''اہلِ سنّت وجماعت کو، بریلوی کہنا، ہندوستانی دیوبندیوں کی، عادت ہے۔''

انہوں نے ہمارے اوپر، خارج از اسلام ہونے کا، جو، بہتان باندھا ہے اُس کے صحیح مستحق، وہی ہیں۔ یہ تہمت، انہیں پر، چسپاں ہوتی ہے۔

بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعالیٰ اِس تہمت سے ہم، بَری ہیں۔

''بریلویت، ہمارا، نہ کوئی دین ہے، نہ کوئی مِلّت۔''

ہمارا دین اور ہماری مِلّت، وہی دینِ مُبین اور مِلّتِ بیضا ہے، جو، خوب، روشن ومنوّر ہے۔ جس کی رات بھی، دن کی طرح، تابناک ہے۔

بِحَمْدِہٖ تَعالیٰ، ہم، آبائی طور سے اہلِ سنّت وجماعت ہیں۔ اہلِ سنّت وجماعت کے مذہب ومسلک پر ہیں۔ اور اہلِ سنّت وجماعت ہی کے ساتھ، ہماری، ہر طرح کی، وابستگی ہے۔

وَاللّٰہُ علیٰ ما نَقُولُ وَکِیل۔

(خطاب، حضرت مفتی محمد اختر رضا، ازہری، بریلوی۔ بعنوان "بَشَرِیَّۃُ النَّبیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم"۔ فروری ۲۰۰۸ء۔ دوبئ۔ **متحدہ عرب اِمارات**۔ اِس عربی خطاب کی کلِپ، مولانا محمد اشتیاق القادری، رضوی (جوکھن پور بریلی) کے پاس، موجود و محفوظ ہے۔)

(۱۰) حضرت مفتی محمد اختر رضا، ازہری، بریلوی، مئی ۲۰۰۹ء میں، اپنے گہوارۂ تعلیم، جامعہ ازہر قاہرہ، مصر کے، دَورے کے وقت، جب، فاضلِ ازہر کی حیثیت سے "اَلدِّرْعُ الْفَخْرِی" سے نوازے گئے تھے، اسی دَورے میں، کچھ منتخب طلبہ و اساتذہ و شیوخِ ازہر کو، خطاب فرمانے کے بعد ان کے بعض سوالات کے جوابات بھی، آپ نے عنایت فرمائے تھے۔

اسی موقع پر، آپ نے، ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"ہمارے عقائد، وہی ہیں، جو، عہدِ صحابۂ کرام سے، آج تک چلے آ رہے ہیں۔
ہم، مَسلَکاً سُنّی، مذہباً حنفی، مشرباً قادری، بلداً بریلوی ہیں۔
بریلویت، کوئی جدید فرقہ نہیں ہے، اور بریلوی، کوئی جدید مذہب نہیں ہے۔
نہ، ہمارے جَدِّ امجد، امام احمد رضا بریلوی، اس کے بانی ہیں۔
یہ ایک جھوٹ اور غلط الزام و بہتان ہے۔ جس سے ہم، کُلِّیَّۃً، بری ہیں۔
حق بات، یہ ہے کہ:
ہم، اہلِ سنّت و جماعت ہیں۔ ہمارے پاس کوئی جدید فکر ہے اور نہ ہی **ہم کسی مذہبِ جدید سے، جُڑے ہوئے ہیں۔**
بریلویت کا لقب، ہمارے اَغیار و اَعْدا کا دیا ہوا ہے۔ اور انھیں کا، یہ پروپگنڈہ ہے۔
حق و باطل کے امتیاز کے لئے میری، دو کتابیں (۱) اَلْحَقُّ الْمُبِین (۲) حقیقۃُ البریلویۃ۔ مطالعہ کر لی جائیں۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہ، ساری حقیقت، واضح ہو جائے گی۔"

(مئی ۲۰۰۹ء میں، طلبہ و اساتذہ و شیوخِ جامعہ ازہر، مصر سے حضرت ازہری میاں کا، تاریخی خطاب)

اس کے ساتھ ہی، دیوبندی مذہب و مسلک کے بارے میں، عُلمائے دیوبند کا موقف بھی جان لینا، اِفادیت سے، خالی نہیں۔

مولانا انور شاہ، کشمیری (متوفی، صفر ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۲ء) سابق شیخ الحدیث دار العلوم، دیوبند

کے فرزند، مولانا انظر شاہ، کشمیری (سابق شَیْخُ الحدیث دار العلوم، دیوبند۔ متوفی ۲۰۰۸ء)
اپنے مطالعہ و تحقیق کا خلاصہ، اِس طرح، پیش کرتے ہیں:

"پس، میرے نزدیک، "دیوبندیت"، خالص ولی اللّٰہی فکر بھی نہیں۔
اور، نہ کسی خاص خانوادہ کی لگی بندھی فکر دولت و متاع۔
میرا یقین ہے کہ:
اکابرِ دیوبند، جن کی ابتدا، میرے خیال میں، سیدُنا الاِمام، مولانا محمد قاسم، نانوتوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور فقیہِ اکبر، حضرت مولانا رشید احمد، گنگوہی سے ہے۔
علمِ کامل اور شعورِ بالغ کے ساتھ، قدرت نے، ان کو، ایسی چھلنی بھی، عطا کی تھی، جس سے وہ، افکار و نظریات کو، چھان بین کر ہی، قبول کر سکیں۔
(چند جُملوں کے بعد) اس لئے، دیوبندیت کی ابتدا، حضرت شاہ ولی اللہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ سے، کرنے کے بجائے، مذکورہ بالا، دو عظیم انسانوں سے، کرتا ہوں۔"

(ص ۴۸۔ ماہنامہ اَلْبَلَاغ۔ کراچی۔ شمارہ، ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۹ء)

"ایک بار، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے ایک باخبر پروفیسر، اچانک مجھ سے دریافت کرنے لگے کہ: **دیوبندیت کیا ہے؟** اس کے جواب میں، جب، میں نے اپنی مذکورہ بالا دریافت، ذرا تفصیل سے بیان کی، تو، سننے کے بعد، وہ، بولے:

"مولوی صاحب! اِس حقیقت پر، تو، اکثر دیوبندی بھی، مطلع نہیں۔
اور کھینچ تان کر، خود کو، ولی اللّٰہی فکر سے، جوڑتے ہیں۔
حالاں کہ، دیوبندیت کے امام تو، صرف، یہی دو، امامِ وقت ہیں۔"

(حاشیہ ص ۴۸۔ ماہنامہ اَلْبَلَاغ، کراچی۔ شمارہ، ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۹ء)

"ایک عرصہ تک، میرا خیال، یہ رہا کہ:
دیوبند کو، اپنا تعلق، حضرت شیخ عبد الحق، محدِّث دہلوی سے، کیوں، نہ قائم کرنا چاہیے؟
غالبًا، ہندوستان میں، اپنی مخصوص نوعیت کے اعتبار سے، حدیث کے سلسلہ میں ان کی خدمات، کچھ کم، وَقیع نہیں۔
شروحِ حدیث میں، شاہ صاحب مرحوم کے قلم سے جو کچھ جواہر پارے، تیار ہوئے۔

انہیں، تو، جانے دیجیے، ان کے صاحبزادہ، شیخ نورُالحق، دہلوی کی شرحِ بخاری بھی
ایک زمانہ میں، معروف ومتداول رہی ہے۔

اس خانوادہ کی خدمات، عُلماے ولی اللّٰھی کے کنبہ کی طرح، اگرچہ، جلیل و وقیع نہیں، تاہم
حدیث وقرآن سے، ہندکو، واقِف کرنے میں، شیخ عبدالحق مرحوم کا بھی، بہرحال، حصہ ہے۔

مگر، پھر، یہ رائے بدل گئی۔

اوّل تو، اِس وجہ سے کہ:

شیخ مرحوم تک، ہماری سند ہی نہیں پہنچتی۔

نیز، حضرت شیخ عبدالحق کا فکر، کُلّیّۃً، دیوبندیت سے، جوڑ نہیں کھاتا۔

غالبًا، میری یہ بات، بہت سوں کو، چونکا دینے والی ہو۔

مگر، اِس موقع پر، ایک جلیل اورصاحبِ نظر عالم کی رائے میں اپنے لئے پناہ، ڈھونڈھتا ہوں۔

سنا ہے کہ، حضرت مولانا انور شاہ، کشمیری مرحوم فرماتے تھے کہ:

(علّامہ ابنِ عابدین) شامی اور شیخ عبدالحق پر، بعض مسائل میں، بدعت وسنّت کا فرق
واضح، نہ ہوسکا۔

بَس! اِسی اِجمال میں، ہزارہا تفصیلات ہیں۔

جنہیں، شیخ کی تالیفات کا مطالعہ کرنے والے، خوب سمجھیں گے۔"

(حاشیہ ص ۴۹۔ ماہنامہ اَلْبلاغ، کراچی۔ شمارہ ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۹ء)

"فقہِ حنفی کی برتری کا یقین اوراس کی اِشاعت، جو، دیوبند کے متعارف اَجزاے ترکیبی میں
ایک عنصرِ غالب ہے، جس قوت کے ساتھ، شاہ عبدالعزیز کے یہاں ہے، ان کے والد ماجد
قُدِّسَ سِرَّہ' کے، یہاں، اس کا نام ونشان بھی نہیں۔ اگر، ہے تو، نہایت گول مول، دَبا دَبایا۔

اور یہی، وہ بنیادی فرق ہے، جو، شاہ صاحب مرحوم سے
کم ازکم، فقہ میں، دیوبند کو، دور لے کر، کھڑا کردیتا ہے۔ وَالْقِصَّۃُ بِطُولِھا۔

اس لئے، میں، اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ:

دیوبندیت کے واقعی امام، وہی دو بزرگ ہیں، جن کا نام آپ، مجھ سے سن چکے۔"

(ص ۴۹۔ ماہنامہ اَلْبلاغ، کراچی۔ ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۹ء)

"اَلحاج صوفی روشن ضمیر، مولانا عابد حسین رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ، بلاشُبہ، دارالعلوم (دیوبند)
کے ابتدائی بانی ہیں۔ لیکن! یہ حقیقت ہے کہ:

آفاقی اور عالمی درس گاہ کے تخیُّل سے، مرحوم کا دل ودماغ، قطعاً، خالی تھا۔

ایک عظیم درس گاہ، جو، آفاقی تصوُّرات کی حامل ہو، کُلِّیَّۃً، حضرت مولانا قاسم صاحب
رَحمۃُ اللّٰہِ علَیہِ کی، مرہونِ منّت ہے۔

نیز، اِبتدائی آویزشیں، جو، حضرت مولانا قاسم صاحب اور حاجی عابد حسین مرحوم میں، رہیں
جن کی محتاط تعبیر، شکر رنجی، یا۔ مُشاجَرات ہی سے ہوسکتی ہے

میرے نزدیک، اس کی واقعیت، صرف اتنی نہیں کہ:

عمارت کے مختصر، یا۔ وسیع کرنے میں، دونوں بزرگوں کا، اِختلاف تھا۔

جیسا کہ، میں، اپنے بزرگوں سے، برابر سنتا رہا۔

مجھے، عرض کرنے دیجیے کہ: یہ آویزش، خالص "نظریاتی جنگ"، تھی۔

میں، تفصیلات میں، تو، ہرگز نہ جاؤں گا۔ اِس لئے کہ، وہ، ایک دل خراش تاریخ کا، باب ہے۔

لیکن! اپنے علم ومطالعہ کی بنیاد پر، اتنا ضرور عرض کروں گا کہ:

جو دیوبند، حضرت حاجی عابد حسین اَلْمَغْفُور کی زیرِ تربیت بن رہا تھا، وہ، یقیناً، اُس دیوبند سے
مختلف ہوتا جس کا، آج، تعارف اور شہرت، عالَمِ اسلامی سے گذر کر، اَقصاے عالَم میں پہنچ چکی ہے۔"

(ص ۴۹ وص ۵۰۔ ماہنامہ "اَلْبلاغ" کراچی۔ شمارہ ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۹ء)

"سمجھنے کے لئے اتنا عرض کرسکتا ہوں کہ:

چھتّہ کی مسجد، جہاں سے دارالعلوم کی ابتدا ہوئی ہے، حضرت حاجی صاحب مرحوم کی
نشست گاہ، یہی مقدس عمارت ہے۔

اس مسجد میں، رمضانُ المبارک کے چار جمعوں میں، اب تک
میلاد، حضرت حاجی صاحب کی یاد میں، جاری ہے۔

میں نے کیا لکھا؟ بس! اِسی اِجمال میں، نکتہ سنج، ساری تفصیلات کو پڑھ لیں۔

جسے، میں نے، کم ازکم تاریخ نگاری کے تلخ فریضہ کے قطعاً خلاف، سنانے سے، پہلو، بچالیا۔"

(حاشیہ ص ۵۰۔ ماہنامہ "اَلْبلاغ" کراچی۔ شمارہ ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۹ء۔ مضمون بقلم مولانا انظر شاہ، کشمیری

دارالعلوم دیوبند، ضلع سہارن پور۔ یو پی)

صحیح عقائد وافکارِ اسلامی اور مَعمولات ومَراسمِ سَوادِاعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کے اِلتزام اورعوام وخواص اہلِ سُنَّت کو، عقائد وَ اَفکارِ باطلہ وفِرَقِ ضالّہ سے مُحتاط ومُحترِز، رہنے کے لئے عُلما ومشائخِ سَوادِاعظم اہلِ سُنَّت و جماعت نے

سُنّی اور اہلِ سُنَّت کی تعریف فرما کر، مسلمانانِ متّحدہ ہند کے سامنے، صحیح اور نجات دہندہ راہِ عمل کو، واضح فرما دیا ہے۔

اِمامُ الْمُحَدِّثِین، عاشقِ رسول، شیخ عبدالحق، حنفی، قادری، محدِّث دہلوی (وصال ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) اپنی کتاب ''تَحصِیلُ التَّعَرُّف فِی مَعرِفۃِ الْفِقہِ وَ التَّصَوُّف'' میں، تحریر فرماتے ہیں:

''سیدی شیخ، عبدالوَہاب مُتَّقی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ فرماتے تھے:

جاننا چاہیے کہ، دینِ قویم، وہ ہے:

جو، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام، رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُم، سَلفِ صالحین رَحِمَھُمُ اللّٰہُ تَعَالیٰ سے، مَروی ہے۔ **اور یہی مذہبِ اہلِ سنّت وجماعت ہے۔**

اس لئے اس کا عقیدہ رکھنا، واجب ہے اور اپنے آپ کو، اس کا پابند کرنا، ضروری ہے۔

یہاں تک کہ، وہ، انسان پر، چھا جائے۔

اس کے بعد، صوفیۂ کرام کے اقوال کو، دیکھا جائے گا۔

اگر، مذہبِ اہلِ سنّت کے مطابق ہوں، تو، مقبول ہیں۔

اور اگر، بظاہر، کسی بات میں، مخالف ہوں۔

تو، جہاں تک ہو سکے، اُن میں تطبیق اور مطابقت کی راہ، تلاش کی جائے گی۔

اور، اگر، ان اقوال کو، رَد کر دیا جائے اور مصلحت کا تقاضا بھی یہی ہو، تو، جائز ہے۔ کیوں کہ:

مُنکِر، معذور ہے اور اس کا حال، کمزوری اور کوتاہی سے پاک ہے اور وہ، سلامتی کے راستے پر ہے۔

بعض حضرات نے کہا: بلکہ، وہ، مستحقِ ثواب ہے۔

اور اگر، رَد، نہ کیا جائے۔ اور ان اَقوال کا قائل، علم، عمل اور تقویٰ میں امام و مقتدا ہے تو، توقُّف کیا جائے گا۔ کیوں کہ، ہو سکتا ہے، اُس نے ایسی چیز کا ارادہ کیا ہو، جسے، ہم، سمجھ نہیں سکے۔

ایسے قول کو، ہم، ترک کر دیں گے۔ اس کے صحیح مطلب کو تسلیم کریں گے۔

اور، اس کا معاملہ، اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں گے۔''

(ص ۱۲۱۔ ''**تعارفِ فقہ وتصوف**'' (اردو ترجمہ از مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، لاہوری)

تَحصِیلُ التَّعَرُّف فِی مَعرِفۃِ الْفِقہِ وَ التَّصَوُّف (عربی) از شیخ عبدالحق، محدِّث دہلوی۔ مطبوعہ اِعتقاد پبلشنگ ہاؤس۔ کوتانہ اسٹریٹ، سوئیوالان، نئی دہلی ۲)

سَوادِاعظم اہلِ سنّت و جماعت کے عقائد وافکار ومعمولات، جنھیں اپنی کتب ورسائل میں اِمَامُ الْمُحَدِّثِین، شیخ عبدالحق محدّث دہلوی (وصال ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) جا بجا، بیان فرماتے ہیں اُن میں سے بعض کا ذکر، مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، لاہوری (متوفی شعبان ۱۴۲۸ھ/یکم ستمبر ۲۰۰۷ء) نے، تَحصِیلُ التَّعَرُّف فِی مَعرِفۃِ الْفِقہِ وَ التَّصَوُّف، مؤلّفہ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی کے اردو ترجمہ، بنام ''**تعارفِ فقہ وتصوف**'' کے آغاز میں، اپنے تحریر کردہ تعارف بعُنوان ''**حیاتِ مبارکہ**'' میں، نہایت اِختصار کے ساتھ کیا ہے۔ ذیل میں، اس کا انتخاب، نذرِ قارئین ہے:

(ا) الف: حدیثِ نبوی ''فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ''

(پس، میں نے جان لیا، وہ سب کچھ، جو، آسمانوں اور زمین میں ہے)

اس حدیث کی شرح میں، حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

(ترجمہ) اس کا مطلب، یہ ہے کہ:

تمام، جُزئی وکُلّی علوم اور ان کا، اِحاطہ ہو گیا۔

(ص ۳۳۳۔ اَشِعَّۃُ اللَّمْعَات شرح مِشکوٰۃ (فارسی) جلد اول۔ مکتبہ نبویہ رضویہ، سَکّھر، سندھ)

ب: سیرتِ نبوی پر مشتمل کتاب ''مَدَارِجُ النُّبُوَّۃ'' (فارسی) کے خطبہ میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ذاتِ الٰہی کی ہر شان، اس کی صفات کے احکام اور ان کے علاوہ، اَسمائے افعال و آثار کے جاننے والے اور علومِ ظاہر و باطن، و اول و آخر کا اِحاطہ کیے ہوئے ہیں۔ اور فَوْقَ کُلِّ ذِی عِلْمٍ عَلِیْمٌ کا، مصداق، ہوئے ہیں۔

(ص ۲۔ مَدَارِجُ النُّبُوَّۃ، جلد اول، مکتبہ نوریہ رضویہ، سَکّھر، سندھ)

ج: مَدَارِجُ النُّبُوَّۃ میں، ایک دوسری جگہ، تحریر فرماتے ہیں:

حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلام کے زمانے سے لے کر، پہلی دفعہ، صُور پھونکنے تک جو کچھ، دنیا میں ہے، حضورِ نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر، منکشف کر دیا گیا۔

یہاں تک کہ، اول سے آخر تک، تمام اَحوال، آپ کو معلوم ہو گئے۔ آپ نے بعض احوال کی خبر، صحابہٴ کرام کو بھی، دی۔" (ص ۱۴۴۔ مَدَارِجُ النُّبُوَّۃ، جلد اول، مکتبہ نبویہ رضویہ، سَکّھر، سندھ)

(۲) نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے، ایک بار، حضرت ربیعہ اَسلمی، رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے، ارشاد فرمایا: **سَلْ (مانگو)۔**

اس کی تشریح میں، شیخ عبدالحق محدّث دہلوی، تحریر فرماتے ہیں:

مطلقاً فرمایا: مانگو۔ کسی خاص مطلوب کی تخصیص، نہیں فرمائی۔

اِس سے، معلوم ہوتا ہے کہ:

تمام معاملہ، آپ کے، دستِ اقدس میں ہے۔

جو، چاہیں، جسے، چاہیں، اپنے پروردگار کی اجازت سے، دے دیں۔"

(ص ۳۹۶۔ **اَشِعَّۃُ اللَّمْعَات شَرحِ مِشکوٰۃ** (فارسی) مکتبہ نبویہ رضویہ، سَکّھر، سندھ)

ایک دوسری جگہ، تحریر فرماتے ہیں:

"جن و اِنس کے تمام ملک و ملکوت اور تمام جہان، اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور قدرت و تصرُّف سے (اور اس کی عطا سے) نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے، اِحاطہٴ اِختیار و تصرُّف میں ہیں۔"

(ص ۴۳۲۔ اَشِعَّۃُ اللَّمْعَات، جلدِ اول)

(۳) عُلمائے اُمَّت کے کثیر مذاہب اور اِختلافات کے باوجود، کسی ایک شخص کا بھی **اِس مسئلے میں، اختلاف نہیں ہے کہ:**

نبیِ اکرم، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، کسی شائبہٴ تاویل و مجاز کے بغیر
حقیقتِ حیات سے، دائم و باقی اور اَعمالِ اُمت پر، حاضر و ناظر
طالبانِ حقیقت اور طالبانِ توجہ و عنایتِ نبوی کے لئے فیض رساں اور مُربی ہیں۔"

(ص ۱۵۵۔ سُلوکُ اَقْرَبِ السُّبُل بِالتَّوَجُّہِ اِلیٰ سَیِّدِ الرُّسُل (بر اَخبار الاَخیار)

یہ مسائل، ص ۶۲۱۔ مَدَارِجُ النُّبُوَّۃ، جلدِ اول۔ اور ص ۴۰۱۔ **اَشِعَّۃُ اللَّمْعَات**، جلدِ اول میں بھی، بیان کیے گئے ہیں۔ شیخ محدّث دہلوی کی، یہ دونوں کتابیں، فارسی زبان میں ہیں۔

مَدَارِجُ النُّبُوَّۃ میں، تحریر فرماتے ہیں:

انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی حیات، عُلمائے مِلَّت کے درمیان

متَّفَق عَلَیہ ہے۔ اور کسی کا، اِس میں اختلاف نہیں ہے کہ:

وہ زندگی، شُہَدَا، اور مجاہدین فی سبیل اللہ کی زندگی سے، کامل تر اور قوی تر ہے۔

ان کی زندگی، معنوی و اُخروی ہے۔ اور انبیائے کرام کی، حِسّی اور دنیاوی ہے۔

اس بارے میں، احادیث، اور آثار، واقع ہیں۔"

(ص ۴۴۷۔ مَدَارِجُ النُّبُوَّۃ، جلد دوم۔ نیز ملاحظہ ہو ص ۵۷۴۔ اَشِعَّۃُ اللَّمْعَات، جلدِ اول)

"انبیائے کرام، حیاتِ حقیقی دنیاوی سے، زندہ ہیں۔

اور اولیائے کرام، حیاتِ اُخروی معنوی سے۔" (ص ۴۰۲۔ اَشِعَّۃُ اللَّمْعَات، جلد ۳)

(۴) **تمام اہلِ سنَّت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ:**

تمام اَموات کے لئے، جاننے اور سننے کے اِدراکات، ثابت ہیں۔"

(ص ۲۰۲۔ ۲۰۱۔ جَذْبُ القلوب (فارسی)۔ مطبوعہ نولکشور، لکھنؤ)

تمام مومنوں کی قبروں اور ان کی روحوں کے درمیان، ایک دائمی نسبت ہے۔

جس کی بنا پر، وہ، زیارت کرنے والوں کو، پہچانتے ہیں اور انھیں، سلام کہتے ہیں۔

اس کی دلیل، یہ ہے کہ:

زیارت، تمام اوقات میں، مستحب ہے۔"

(ص ۲۰۶۔ جَذْبُ القلوب (فارسی) مطبوعہ نولکشور، لکھنؤ)

(۵) الف: "**امام محمد غزالی** عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَ الرِّضْوَان نے تحریر فرمایا ہے کہ:

زندگی میں، جس سے مدد، طلب کی جاسکتی ہے، اُس سے، اس کے وصال کے بعد بھی مدد، طلب کی جاسکتی ہے۔ (ص ۱۵۷۔ اَشِعَّۃُ اللَّمْعَات شرح مِشکوٰۃ۔ جلدِ اول)

ب: **"ہمارے زمانے کے قریب، ایک فرقہ، پیدا ہو گیا ہے**

جو، اَولیاء اللہ سے، اِستمداد کا، مُنکِر ہے۔

اور، ان کی طرف، توجہ کرنے والوں کو، مُشرِک اور بُت پرست، قرار دیتا ہے۔

اس کے منہ میں، جو، آتا ہے، کہہ دیتا ہے۔" (ص ۴۰۲۔ اَشِعَّۃُ اللَّمْعَات، جلد سوم)

ج: "نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے، اللہ تعالیٰ سے دعا، مانگتے ہوئے کہا:

تیرے نبی کے طفیل، اور اُن انبیائے کرام کے طفیل، جو، مجھ سے پہلے ہوئے۔"

اس حدیث سے، وصال سے پہلے اور وصال کے بعد، دونوں حالتوں میں، توسُّل، ثابت ہے۔

نبیِ کریم، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں اور دیگر انبیاے کرام عَلَیْہِمُ السَّلام کے وصال کے بعد۔ (اِن دونوں حالتوں میں، توسُّل، ثابت ہے)

اور جب، دیگر انبیاے کرام عَلَیْہِمُ السَّلام کے بعد، توسُّل، جائز ہے تو، سیدُ الانبیا عَلیہِ وَعَلَیْہِمُ السَّلام سے، بطریقِ اَولیٰ، جائز ہے۔

بلکہ، اس حدیث کی بنا پر، بعد از وصال، اَولیاے کرام سے، توسُّل کا قیاس کریں، تو، بعید نہیں۔

ہاں! اگر حضور سیدُ الرُّسل صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خصوصیت پر دلیل، قائم ہو جائے تو، قیاس، درست، نہ ہوگا۔ مگر، دلیل، کہاں؟ (ص ۲۲۱۔ جذبُ القلوب (فارسی) مطبوعہ نولکشور، لکھنؤ)

(۶) الف: ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

اگر، فاسقوں اور گنہ گاروں نے، دنیا میں، اہلِ طاعت وتقویٰ کی کوئی خدمت اور اِمداد کی ہو، تو، آخرت میں، اس کا صِلہ پائیں گے۔

اور، ان کی شفاعت اور امداد سے، جنت میں جائیں گے۔ (ص ۴۰۵۔ اَشِعَّۃُ اللَّمعات، جلد۴)

ب: ابن ماجہ کی روایت کردہ ایک حدیث میں ہے کہ:

قیامت کے دن، انبیا، پھر، شُہَدا، پھر، عُلما، شفاعت، فرمائیں گے۔''

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے، شیخ محدّث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

ان تین گروہوں کی شفاعت کی تخصیص، ان کی فضلیت وکرامت، زیادہ ہونے کی بنا پر ہے۔ ورنہ، تمام اہلِ خیر مسلمانوں کے لئے شفاعت، ثابت ہے۔

اس سلسلے میں، مشہور حدیثیں، وارِد ہیں۔

خواہ، گناہوں کی بخشش کے لئے ہو، یا۔ درجات کی بلندی کے لئے ہو۔

اور شفاعت کا انکار، بدعت وگمراہی ہے۔ جیسے کہ، خوارِج اور بعض مُعتزلہ کا مذہب ہے۔

(ص ۴۰۸۔ اَشِعَّۃُ اللَّمعات، جلد۴)

(۷) ابولہب نے، حضور نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ولادتِ باسعادت پر خوشی کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے، اس کی بدولت، اس کے عذاب میں، تخفیف فرمادی

اور دوشنبہ کے دن، اس سے عذاب، اُٹھا لیا۔ جیسا کہ، احادیث میں، وارِد ہے۔

اس جگہ، میلادُ النبی منانے والوں کے لئے، دلیل ہے۔

جو، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ولادتِ باسعادت کی شب، خوشی مناتے ہیں اور مال، خرچ کرتے ہیں۔'' (ص ۱۹۔ مَدارِجُ النُّبُوَّۃ۔ جلد۲)

(۸) مُردوں کے لئے، زندوں کی دعا اور بہ نیتِ ثواب، صدقہ دینے میں اہلِ قبور کے لئے، نفعِ عظیم ہے۔

اس سلسلے میں، بہت سی احادیث وآثار، وارِد ہیں۔

نمازِ جنازہ بھی، اسی سلسلے کی، ایک کڑی ہے۔''

(ص ۷۷۔ تکمیلُ الایمان (فارسی) مطبوعہ نولکشور، لکھنؤ)

ص ۷۹۔ اَشِعَّۃُ اللَّمعات، جلد اول میں بھی، یہ مسئلہ، مذکور ہے۔

(۹) ''مَاثَبَتَ بِالسُّنَّۃ'' میں، محدّث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

مغرب (مراکش) کے، بعض متأخِّر مشائخ نے فرمایا کہ:

جس دن، اولیاے کرام، بارگاہِ عزت اور مقامِ قُدس میں پہنچتے ہیں، اُس دن باقی دِنوں کی بہ نسبت، زیادہ خیر وبرکت اور نورانیت کی امید کی جاتی ہے۔

اور یہ، اُن اُمور میں سے ہے، جنھیں، بعض متأخِّر عُلما نے، مستحسن، قرار دیا ہے۔''

(ص ۲۲۴۔ مَاثَبَتَ بِالسُّنَّۃ۔ (عربی مع اردو) مطبوعہ لاہور)

(۱۰) سیدنا شیخ عبدالقادر، جیلانی، بغدادی، رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنْہُ سے نسبتِ غلامی، حضرت محدّث دہلوی کے لئے باعثِ اِعزاز واِفتخار تھی۔

احترامِ نسبت کا، یہ عالم تھا کہ ''فُتُوحُ الغَیب'' کی فارسی میں، شرح لکھا۔

تو، اِحتراماً، اس کی ابتدا میں، اپنا نام نہیں لکھا۔ اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''اِس حقیر کے نام کے ذکر کی کیا حیثیت اور کیا مجال ہے کہ:

اس جگہ، ذکر کیا جاسکے۔'' (ص ۴۲۴۔ شرح فتوحُ الغَیب (فارسی) مطبوعہ نولکشور، لکھنؤ)

اس نسبتِ قادریت کے اِحترام کے سلسلے میں، حضرت سید مہر علی شاہ، گولڑوی، پنجابی (وصال ۱۳۵۶ھ/ مئی ۱۹۳۷ء۔ گولڑہ شریف، نزدِ راولپنڈی، پنجاب، پاکستان) ارشاد فرماتے ہیں:

سُبْحٰنَ اللہ! سیدنا قطبُ الاقطاب (شیخ عبدالقادر، جیلانی) کی شانِ مبارک کا، کیا کہنا؟
حضرت شیخ عبدالحق، محدّث دہلوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی، جو، جیّد عالم بھی تھے
جب، انھوں نے کتاب ''فتوحُ الغَیب'' تالیفِ محبوبِ سبحانی (سیدنا عبدالقادر، جیلانی)
کی شرح، لکھنے کا، مُصَمَّم ارادہ کرلیا، تو، اُن کے دل میں، ایسی دہشت، پیدا ہوئی کہ:

قلم، اٹھانے کی جرأت، نہ رہی۔ تا آں کہ:
پاپیادہ، لاہور، حضرت ابوالمعالی، رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی خدمت میں
اِس غرض سے، حاضر ہوئے کہ، وہ:
بَرزخی طور پر، جناب سلطانُ الاولیا وجانِ اصفیا (غوثِ اعظم) سے
شرح لکھنے کی اجازت، طلب فرما کر، انھیں، سرفراز فرمادیں۔
چوں کہ، شاہ ابوالمعالی، سیدنا غوثِ اعظم کے ساتھ، محبت وتعلقِ بَرزخی میں
یگانہ اور وحیدُ العصر گذرے ہیں، انھوں نے اجازت، حاصل کرکے
محدّث دہلوی عَلَیہِ الرَّحْمَۃ کو، مشرّف فرمایا۔''

(ص ۱۰۵۔ ملفوظ ۱۴۲۔ **ملفوظاتِ مہریہ**۔ طبع گولڑہ شریف)

''**اخبارالاخیار**'' میں، متحدہ ہندوستان کے عُلَما ومشائخ کرام کا، تذکرہ ہے۔
لیکن، شیخ محقق، محدّث دہلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کا، حُسنِ عقیدت دیکھیے کہ:
انھوں نے، سب سے پہلے، سیدنا غوثِ اعظم، سید عبدالقادر، جیلانی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
کا، تذکرہ کیا ہے۔ (اخذ واقتباس از ص ۵۲ تا ص ۶۲۔ **تعارفِ فقہ وتصوف**۔ مطبوعہ دہلی)

امام اہلِ سُنّت، مولانا الشاہ احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

''مذہب اہلِ سنّت پر، قائم رہنا، فرضِ اعظم ہے۔
اور فقہ میں، ایک مذہب، مثلاً: فقہِ حنفی پر، قائم رہنا۔
اور جو، کسی مذہب پر قائم نہیں، پہلی صورت میں، دَہریہ اور دوسری صورت میں، غیر مقلّد ہے۔
اور، یہ فرقہ بھی، بدعتی ناری ہے۔'' الخ۔ (ص ۲۶۶۔ فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۲۹۔ مطبوعہ ہندوپاک)

صدرُ الشّریعہ، مولانا محمد امجد علی، اعظمی، رضوی (وصال ۲/ذوالقعدہ ۱۳۶۷ھ/
۱۹۴۸ء) تحریر فرماتے ہیں:

''اہلِ سُنّت وجماعت، وہ، ہیں
جو، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عقائد پر، ہوں۔
حدیث میں ہے: قَالُوْا: مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰه؟ قَالَ: مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي۔
یا۔ یوں سمجھیے کہ: حضرت امام ابومنصور، ماتُرِیدی اور حضرت امام ابوالحَسَن، اشعَری نے
سُنّیوں کے، جو، عقائد، بیان کیے ہیں، اُن پر، عقیدہ، رکھے۔
اور، اب، یہ گروہ، چار مذاہب میں، مُنْحَصِر ہے: حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی۔
اور، اِن چاروں سے جو، باہر ہے، وہ، باطل پر ہے۔
علّامہ سید طحطاوی، حاشیۂ دُرِّ مختار میں فرماتے ہیں:
وَهٰذِهِ الطَّائِفَةُ النَّاجِيَةُ قد اجتمعتِ الْيَوم فِي مَذاهب اَربعة۔
وَهُمُ الْحَنَفِيُّون وَالْمَالِكِيُّون وَالشَّافِعِيُّون وَالْحَنْبَلِيُّون۔ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى
وَ مَنْ كَانَ خارِجاً عَنْ هٰذِهِ الْاَربعةِ فِي هٰذا الزَّمانِ فَهُوَ مِنْ اَهلِ الْبِدْعَةِ وَالنَّار۔
شاہ، ولی اللہ (دہلوی) صاحب، رسالہ ''اَلْاِنْصَاف'' میں لکھتے ہیں:
بَعْدَ الْمِأَتَين ظَهَرَ التَّمَذْهُبُ لِلْمُجْتَهِدِين بِاَعْيَانِهِم۔
وَقَلَّ مَنْ كَانَ لَا يَعْتَمِدُ عَلٰى مَذهبِ مُجتهدٍ بِعَيْنِهٖ۔
قاضی ثناءُ اللہ (مجدّدی، پانی پتی) صاحب ''**تفسیرِ مظہری**'' میں، لکھتے ہیں:
اَهْلُ السُّنَّةِ قَدِ افْتَرَقَتْ بَعدَ الْقُرُوْنِ الثَّلٰثةِ اَوِ الْاَرْبَعَةِ عَلٰى اَرْبعةِ مَذَاهب۔
لَمْ يَبْقَ فِي الْفُرُوْعِ سِوَى الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعةِ۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعلم۔

(ص ۳۳۷۔ **فتاویٰ امجدیہ**، جلدِ چہارم۔ مطبوعہ دائرۃُ المَعارفِ الامجدیہ۔ قصبہ گھوسی ضلع مئو۔ اتر پردیش انڈیا۔ ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء)

آل انڈیا، سُنّی کانفرنس، مراد آباد (قائم شدہ، شعبان ۱۳۴۳ھ/مارچ ۱۹۲۵ء) کی تنظیم وتشکیل
زیرِقیادت، صدرُ الافاضل، مولانا محمد نعیم الدّین مراد آبادی (وصال ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء)
کے وقت، متحدہ ہندوستان کے **مشاہیرعُلَما ومشائخ سَوَادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت، مثلاً:**
صدرُ الافاضل، مولانا محمد نعیم الدّین، مراد آبادی وصدرُ الشّریعہ، مولانا محمد امجد علی، اعظمی
رضوی ومفتیِ اعظمِ ہند، مولانا الشّاہ مصطفیٰ رضا، نوری، بریلوی ومحدّثِ اعظمِ ہند، مولانا سید شاہ

محمد، محدِّثِ اشرفی، کچھوچھوی و مبلِّغِ اسلام، مولانا عبدالعلیم، صدیقی، میرٹھی اور ابوالحُسنات، مولانا سید محمد احمد، قادری، لاہوری، رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِین نے

مشترکہ و متفقہ طور سے اہلِ سُنَّت و جماعت، اور سُنّی کی تعریف، اِس طرح فرمائی ہے:

''سُنّی، وہ ہے، جو، **مَااَنَاعَلَیْہِ وَاَصْحَابِی کا، مِصداق ہو۔** یہ، وہ لوگ ہیں:

جو، حضرت شیخ عبدالحق، محدِّث دہلوی، ومَلِکُ العُلَما، سَنَدُالفُضَلا، بَحرُالعلوم مولانا عبدالعلی، فرنگی محلی، لکھنوی، وحضرت مولانا فضلِ حق، خیرآبادی، وحضرت مولانا شاہ فضلِ رسول بدایونی، وحضرت مفتی اِرشاد حسین، مجدِّ دی، رام پوری، اور حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا بریلوی کے مسلک پر، ہوں۔'' (ص ۹۔ اَلْفَقِیہ، امرتسر، پنجاب۔ مؤرخہ ۲۱/اگست ۱۹۲۵ء)

راہِ حق پر، سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت ہی، ہیں۔ اور انھیں کی راہ، صراطِ مستقیم ہے۔

متحدہ ہندوستان کے اندر، ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء کے بعد سے پیدا ہونے والے مسلکی اختلافات واسبابِ اختلاف اور شخصیات واصحابِ اختلاف کی اِجمالی تاریخ، قارئین کی نظر میں آچکی ہوگی۔

اب، مذہب و مسلکِ اہلِ سُنَّت و جماعت کی کچھ نمائندہ شخصیات کی ایک نہایت اِجمالی فہرست بھی، یہاں، نَذرِ قارئین کی جارہی ہے:

تیرہویں صدی ہجری: حضرت مولانا عبدالعلی، فرنگی محلی لکھنوی (ولادت ۱۱۴۴ھ۔ وصال ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) حضرت سید شاہ آلِ احمد، اچھے میاں، قادری برکاتی، مارہروی (ولادت ۱۱۶۰ھ۔ وصال ۱۲۳۵ھ/جنوری ۱۸۲۰ء) حضرت مولانا سید شاہ محمد اجمل، الہ آبادی (ولادت ۱۱۶۰ھ۔ وصال ۱۲۳۶ھ/ ۱۸۲۰ء) حضرت مولانا شاہ انوارُ الحق، فرنگی محلی (ولادت ۱۲۶۷ھ۔ وصال شعبان ۱۲۳۶ھ/۱۸۲۱ء) حضرت مولانا شاہ نورُ الحق، فرنگی محلی لکھنوی (وصال ربیعُ الاوّل ۱۲۳۸ھ/ ۱۸۲۲ء) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی (ولادت ۱۱۵۹ھ۔ وصال ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) حضرت شاہ غلام علی، نقش بندی، مجدِّدی، دہلوی (ولادت ۱۱۵۸ھ۔ وصال ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) حضرت شاہ ابوالحُسن فَرد، پُھلواروی (ولادت ۱۱۹۱ھ۔ وصال ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۷ء) حضرت مولانا جمالُ الدِّین فرنگی محلی، لکھنوی (وصال ۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء) حضرت شاہ احمد سعید، مجدِّدی، دہلوی، مہاجرِ مدنی (ولادت ۱۲۱۷ھ۔ وصال ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء) حضرت مولانا فضلِ حق، خیرآبادی (ولادت ۱۲۱۲ھ۔ وصال ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) حضرت مولانا عبدالحلیم، فرنگی محلی لکھنوی (ولادت ۱۲۰۹ھ۔ وصال ۱۲۸۵ھ/

۱۸۶۸ء) حضرت مولانا فضلِ رسول، عثمانی، بدایونی (ولادت ۱۲۱۳ھ۔ وصال ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) حضرت مولانا سید شاہ آلِ رسول، احمدی، قادری برکاتی، مارہروی (ولادت ۱۲۰۹ھ۔ وصال ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۹ء) حضرت مولانا نقی علی، قادری برکاتی، بریلوی (ولادت ۱۲۴۶ھ۔ وصال ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) وَغیرُھُم۔ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِین۔

چودہویں صدی ہجری: حضرت مولانا عبدالحیٔ، فرنگی محلی لکھنوی (ولادت ۱۲۶۴ھ۔ وصال ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء) حضرت مفتی ارشاد حسین، مجدِّدی، رام پوری (ولادت ۱۲۴۸ھ۔ وصال ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۳ء) حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمان، گنج مرادآبادی (ولادت ۱۲۰۸ھ۔ وصال ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء) حضرت مولانا غلام دستگیر، قصوری، لاہوری (وصال ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) حضرت مولانا عبدالقادر، عثمانی، بدایونی (ولادت ۱۲۵۳ھ۔ وصال ۱۳۱۹ھ//۱۹۰۱ء) حضرت مولانا ہدایتُ اللہ، رام پوری ثُمَّ جون پوری (وصال رمضان ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) حضرت مولانا خَیرالدِّین، دہلوی (وصال رجب ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) حضرت مولانا احمد رضا، قادری برکاتی بریلوی (ولادت ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء۔ وصال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) حضرت شاہ ابوالخَیر، نقش بندی مجدِّدی، دہلوی (ولادت ۱۲۷۲ھ۔ وصال ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء) حضرت سید شاہ علی حسین، اشرفی کچھوچھوی (ولادت ۱۲۶۶ھ۔ وصال ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۶ء) حضرت سید شاہ مہر علی، گولڑوی پنجابی (ولادت ۱۲۷۴ھ۔ وصال ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء)۔

وَغَیرُھُم۔ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِین۔

خانوادۂ فرنگی محل، لکھنؤ کے عظیمُ المرتبت اور جلیلُ القَدر عالمِ دین، حضرت مولانا محمد قیامُ الدِّین عبدالباری، قادری، رَزَّاقی، فرنگی محلی لکھنوی (ولادت ۱۰/ربیعُ الآخر ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۷ء۔ وصال رجب ۱۳۴۴ھ/جنوری ۱۹۲۶ء) نے بھی، اپنے عَہدِ اَخیر کی ہمہ وقتی سیاسی سرگرمیوں (اور، ان سرگرمیوں کے دَوران، بعض لغزشوں) کے باوجود، مدۃُ العُمر، **اپنی تحریرات و فتاویٰ کے ذریعہ مذہب و مسلکِ سَوادِ اعظم اہلِ سنَّت و جماعت کی بھرپور ترجمانی و نمائندگی فرمائی۔**

جس کے عکوس و نقوش، مندرجہ ذیل تحریر میں، ملاحظہ فرمائیں:

''اِس وقت ''فتَاویٰ قِیامُ المِلَّۃ وَ الدِّین''، حصہ اول'' کا ایک پُرانا نسخہ، میرے پیشِ نظر ہے۔ جو، فرنگی محل، لکھنؤ کے اکابر عُلما کے فتاویٰ پر، مشتمل ہے۔

اس کی جمع وترتیب کا کام، خود، مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے، انجام دیا۔

جس میں، مولانا عبدالباری، فرنگی محلی نے، ایک خاص رِعایت برتی ہے کہ:
جہاں کہیں، آپ کو، کچھ کمی نظر آئی، یا۔ کچھ تردُّد ہوا، اُس کے آگے "جَامِعُ الْفَتَاوٰی" کا نوٹ، لگا کر، تسلّی بخش وضاحت، فرمادی ہے۔

"پیش ہے "فَتَاوٰی قِیامُ الْمِلَّة" کی روشنی میں

مولانا عبدالباری، فرنگی محلی، لکھنوی کے افکار وعقائد ومعمولات کی جھلکیاں:

(۱) جو شخص، اِس بات کا قائل ہو کہ:
خداتعالیٰ کا جھوٹ بولنا، ممکن ہے۔ وہ، کافر ہے۔ ص ۲۷۳۔

(۲) جو شخص، نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کے بعد:
کوئی نبی آنے (مبعوث ہونے) کو، ممکن، قرار دے، کافر ہے۔ ص ۳۷۔

(۳) رسالت پناہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم سے متعلق ومنسوب کسی بھی چیز کی توہین، کفر ہے۔ ص ۱۶۷۔

(۴) نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کو، بہ عطائے اِلٰہی، علمِ غیب حاصل ہے۔
بلکہ، **جمیع مَا کَانَ وَ مَا یَکُون کا علم، آپ کو دیا گیا۔** ص ۶۹۔ ص ۱۹۰۔

(۵) انبیاواَولیا کو، علمِ غیب سے، بالکل خالی سمجھنا، معاذَ اللّٰه، کفر سے خالی نہیں۔
کیوں کہ، اِس سے بعض آیاتِ قرآنیہ اور وُسعتِ قدرت کا انکار، لازم آتا ہے۔ ص ۷۷۔

(۶) اہلِ سنّت وجماعت کے نزدیک، صَراحۃً ثابت ہے کہ:
حق سُبْحٰنَهٗ تعالیٰ نے، سرورِکائنات صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کو، اوّلین، آخرین، ماضی مستقبل، بَدءِ خلق تا قیامت، مَا کَانَ وَ مَا یَکُون، بلکہ، تمام جُزو وکُل کا علم، عطا فرمایا ہے۔ ص ۴۷۔

(۷) حضور صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کے شفیع ہونے میں، شک کرنے والا دشمنِ رسول ہے۔ یا۔ ملحد وبے دین ہے۔ یا۔ پھر، زندیق ہے۔ ص ۸۷۔

(۸) نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم، اللّٰہ کے نور ہیں۔ یہی، صحیح عقیدہ ہے۔ ص ۳۰۔

(۹) انبیائے کرام عَلَیْهِمُ السَّلام اور ملائکہ کے سِوا، کوئی بھی، معصوم عَنِ الْخَطا نہیں۔ ص ۲۷۵

(۱۰) حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کو، دَافِعُ الْبَلَاءِ وَ الْوَبَاءِ وَ الْقَحطِ

وَالْمَرضِ وَ الْاَلَمِ، کہنا، بالکل، جائز ہے۔ اور "درودِ تاج" کے تمام مندرجات، صحیح ہیں۔ ص ۸۱۔

(۱۱) بحقِّ نبی، دعا میں کہنا بمعنی وسیلہ کے، حضور صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کی تعلیم سے ثابت ہے۔ ص ۳۰۔

(۱۲) عبدُ النَّبی، عبدُ الرَّسول، نام رکھنا، جائز ہے۔ ص ۳۷۸۔

(۱۳) بلا شُبہ، **مصنّفِ تقویۃُ الایمان** نے، رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کی **توہین کی ہے۔** ص ۱۹۰۔

(۱۴) **فرقۂ وہابیہ**، فرقۂ مُفسدِین ہے۔ **اس کے پیچھے، نماز، درست نہیں۔**
ان کے ساتھ، مخالَطت ومجالَست، جائز نہیں۔ ص ۲۷۲، ۲۷۳۔

(۱۵) سیدنا صدیقِ اکبر وسیدنا فاروقِ اعظم وسیدنا عثمانِ غنی وسیدنا علی مرتضٰی رَضِیَ اللّٰهُ عنہُمْ، **بالتَّرتیب، خُلفائے برحق ہیں۔** ص ۲۰۳

(۱۶) حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْه، کے سلسلے میں، کسی بدظنی سے زبان ودِل کو، محفوظ رکھنا، واجب ہے۔ ص ۲۵۸۔

(۱۷) سَیِّدُ الشُّهَدَا، امام حسین رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ کو، باغی اور یزید پلید کو، امامِ برحق کہنے والا شخص **گمراہ وگنہ گار ہے، اور اس پر توبہ، واجب ہے۔** ص ۲۱۲۔

(۱۸) میلاد شریف کو، کسی کے جنم دن وغیرہ سے تشبیہ دینا، کفر ہے۔ ص ۱۶۷۔

(۱۹) میلاد شریف کی توہین کرنے والے شخص سے مسلمانوں کو، پرہیز کرنا، لازم ہے۔ ص ۱۰۶۔

(۲۰) ذکرِ مولود شریف، بدعتِ سیئہ، ہرگز نہیں۔ بلکہ، اَمرِ مَندوب ہے۔ ص ۸۶۔

(۲۱) رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کے والدین کریمین، مومن تھے۔ ص ۱۹۴۔

(۲۲) بزرگوں کے آثار وتبرکات کی تعظیم، جائز ہے۔ ص ۱۸۲۔

(۲۳) رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کا، نامِ اقدس سُن کر، دونوں انگوٹھے چومنا اور، **انہیں، آنکھوں سے لگانا، مستحب ہے۔** ص ۱۰۷۔

(۲۴) مزاراتِ مقدسہ پر، چادر پوشی وفاتحہ خوانی، مستحسن ہے۔ ص ۱۷۷۔

(۲۵) بلا تحقیق وثبوت، کسی کو، وہابی کہنا، بے ایمان کہنا، کسی پر لعن وطعن کرنا ہر مسلمان کے حق میں، گناہِ کبیرہ ہے۔ ص ۳۱۹۔

(ص ۱۵ تا ص ۱۷۔ ''مولانا عبد الباری کا مسلک اور عقائد ونظریات'' بقلم مولانا محمد احمد مصباحی اشرفی۔ جامعہ چشتیہ، خانقاہِ شیخ العالَم، ردولی شریف، ضلع فیض آباد، یوپی۔ پیشِ لفظ۔ رسالہ ''تَنوِیرُ الصَّحِیفه فِی تابِعیةِ اَبِی حنیفه'' مؤلّفہ مولانا قیامُ الدّین عبد الباری، فرنگی محلی، لکھنوی۔ شعبۂ نشر واشاعت، جامعہ چشتیہ۔ ردولی شریف۔ ۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء)

گذشتہ صفحات میں پیش کردہ بعض حوالہ جات اور بعض دیگر عبارات، جو، ضلالات وکفریات پر مشتمل ہیں۔ (دعوتِ فکر، مرتّبہ مولانا محمد منشا تابش، قصوری، مطبوعہ پاک وہند میں، اِس طرح کی سبھی عبارتوں کا عکس دیکھا جاسکتا ہے) جن سے، تقدیسِ اُلوہیت وناموسِ رسالت پر، براہِ راست زَد پڑتی ہے، یہی، دراصل، مِلّت اسلامیۂ ہند کے درمیان، تفریق وتقسیم اوراختلاف وانتشار کا سبب بنیں۔ **اور سرزمینِ ہند، مذہبی ومسلکی میدانِ کارزار میں تبدیل ہوگئی۔**

جس کی چنگاریاں، آج بھی، شہر، شہر، قریہ، قریہ، اُڑ کر، اسلامیانِ ہند کے جسم وروح کو جھلسا، رہی ہیں۔

قارئینِ کرام کو، یہاں، یہ تاریخی حقیقت، ذہن نشین، رکھنی چاہیے کہ:

متحدہ ہندوستان کے پہلے **''سنّی، وہابی مناظرہ''** منعقدہ ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء، بہ مقام شاہجہانی جامع مسجد، دہلی اور پہلے **''سنّی، دیوبندی مناظرہ''** بہ مقام بھاول پور، پنجاب (موجودہ پاکستان) منعقدہ ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء میں، **بدایوں اور بریلی کا کوئی عالم، شریک نہیں تھا۔**

پہلے مناظرۂ جامع مسجد دہلی ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں، سلسلۂ عزیزی، دہلی کے عُلما، مثلاً:

مولانا شاہ مخصوصُ اللہ، دہلوی ومولانا شاہ محمد موسیٰ، دہلوی، فرزندانِ مولانا شاہ رفیعُ الدّین محدّث دہلوی، فرزندِ مولانا شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی۔

اور مولانا منورُ الدّین، دہلوی ومولانا رشیدُ الدّین خاں، دہلوی ومولانا فضلِ حق خیرآبادی وغیرھُم تلامذۂ حضرت شاہ عبدالعزیز، محدّث دہلوی اور دیگر عُلما ومشائخِ دہلی ایک طرف تھے۔

اور، دوسری طرف، صِرف شاہ اسمٰعیل دہلوی ومولانا عبدالحیٔ بڑھانوی اوران کے چند ہم نوا۔

اور پہلے **''سنّی، دیوبندی مناظرہ''** منعقدہ ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء (بھاول پور۔ پنجاب) میں **ایک طرف، سنّی عُلمائے پنجاب تھے اور دوسری طرف، چند عُلمائے سہارن پور۔**

اِن تاریخی حقائق کے باوجود، یہ کہنا اور لکھنا کتنا، بڑا کِذب واِفترا ہے کہ:

''مولانا احمد رضا، بریلوی نے، اپنی تحریروں کے ذریعہ، ہندوستان کے اندر، مسلکی اختلاف پیدا کیا اور اسے پَروان چڑھایا۔''

اِس لَغو وباطل اِلزام وبُہتان کی تردید وتغلیط کے لئے، اتنا ہی کہنا اور لکھنا، کافی ہے کہ:

مناظرۂ جامع مسجد، دہلی ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء کے بتّیس (۳۲) سال بعد، ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء میں حضرت مولانا احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی کی ولادت ہوئی۔

اور خود، آپ کے والدِ ماجد، حضرت مولانا نقی علی، قادری برکاتی، بریلوی کی بھی مناظرۂ جامع مسجد، دہلی ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء کے، چھ (۶) سال بعد، ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء میں ولادت ہوئی۔

تحریکِ عظمتِ رسالت ودِفاعِ مذہب ومسلکِ اہلِ سُنّت کے باب میں، مُحبِّ رسول تاجُ الفُحول، مولانا عبدالقادر، عثمانی، قادری برکاتی، بدایونی (فرزندِ مولانا فضلِ رسول، عثمانی بدایونی) تلمیذِ مولانا فضلِ حق، خیرآبادی تلمیذِ شاہ عبدالعزیز، محدّث دہلوی، اور امامِ اہلِ سُنّت مولانا احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی (فرزندِ مولانا نقی علی، بریلوی) خلیفۂ حضرت مولانا سید شاہ آلِ رسول، مارہروی، خلیفہ وجانشینِ شمسِ مارہرہ، سید شاہ آلِ احمد، اچھے میاں، مارہروی وتلمیذِ شاہ عبدالعزیز، محدّث دہلوی وتلمیذِ مولانا نورُالحق، فرنگی محلی، تلمیذِ بحرالعلوم، مولانا عبدالعلی، فرنگی محلی لکھنوی نے، **اپنے وقت میں، نمایاں کردار، ادا کیا۔**

اِن دونوں حضرات (مولانا عبدالقادر، بدایونی ومولانا احمد رضا، بریلوی) کو، مارہرہ مطہّرہ ضلع ایٹہ (یوپی) کے سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں بیعت واِرادت کے ساتھ، اسی سلسلۂ عالیہ کی اجازت وخلافت، حاصل تھی۔ **اور دونوں حضرات کا، مرکزِ عقیدت، مارہرہ مطہّرہ ہی ہے۔**

حضرت مولانا احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی کے امتیازی وصف، عشق واِتّباعِ رسول کے بارے میں، آپ کے حقیقی پڑپوتے، حضرت مولانا مفتی محمد اختر رضا، قادری، ازہری، بریلوی لکھتے ہیں:

''انھوں (مولانا احمد رضا بریلوی) نے، عشق ومحبتِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو، اپنی زندگی کا محور بنایا۔ اور ان کے جُملہ اَقوال واَفعال پر، عشقِ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایسا چھایا ہوا نظر آتا ہے کہ، اگر، یہ کہا جائے کہ:

وہ، سرتاپا، عشقِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں، فنا تھے۔

تو، یہ بات، ان کی زندگی کی بالکل صحیح اور سچی عکّاسی ہوگی۔

عشقِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہی، ان کی زندگی تھی۔

اور عشقِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہی، ان کا پیغام تھا........

یہاں، یہ بات، قابلِ لحاظ ہے کہ:

ان کا عشق، دیوانگی نہیں تھا۔ جس میں ہوش و خرد کی قید و بند سے، آزادی ہوتی ہے۔

بلکہ، ان کا عشق، مَرضیِ محبوب میں، فنائیت سے، عبارت تھا۔

اور، یہ عشق کا، وہ بلند و بالا مقام ہے، جہاں، آدمی کی اپنی کوئی خواہش اور اس کا کوئی ارادہ نہیں رہتا، بلکہ، اس کی حَرکات و سَکنات کی طرح، اس کا ارادہ بھی، مرضیِ محبوب کے تابع ہو جاتا ہے۔

اور یہی، وہ مقام ہے جس کو، حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَاَنْ یَّکُوْنَ هَوَاهُ تَبعاً لِمَاجِئْتُ بِهٖ۔

آدمی کی خواہش، اُس دین کے تابع ہو جائے، جو، آقائے نامدار، مدنی تاجدار عَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام سے، عبارت ہے۔

ان کی ساری دینی و علمی کاوش میں، یہی روح، کارفرما تھی۔

اور اس کے لئے آپ کی کتاب ''مَقَالِ عُرَفَا بِاِعْزَازِ شَرْع وَ عُلَمَا'' کا مطالعہ، کافی ہے۔

جس میں آپ نے، شریعت کا اِعزاز اور اس کا مقام، ظاہر کیا ہے۔

اور شرع سے آزاد صوفیوں کا، رَدِّ بلیغ کیا ہے۔

اور اپنی بہت ساری، دوسری تصانیف میں، خلافِ شرع رسوم پر، سخت گرفت فرمائی ہے۔

اور ان سے اِجتناب کی، مسلمانوں کو، تعلیم دی ہے۔ مثلاً:

فرضی قبروں کی زیارت، مزارات پر عورتوں کا جانا، عرس کے موقع پر، میلے اور تماشے سجدۂ تعظیمی، تعزیہ داری، وغیرہ، ان سب سے بچنے کی، اور پرہیز کرنے کی، سخت تاکید کی ہے۔''

(''امام احمد رضا نمبر'' ہفت روزہ ''ہجوم''۔ نئی دہلی۔ شمارہ دسمبر ۱۹۸۸ء)

حضرت مفتی محمد مظہر اللہ، نقش بندی، مجدّدی، خطیب و امام، مسجد فتح پوری، دہلی (متوفی ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء) کے فرزندِ ارجمند، پروفیسر محمد مسعود احمد، مجدّدی، مظہری، دہلوی (متوفی ۲۱/ ربیعُ الآخر ۱۴۲۹ھ/۲۸/اپریل ۲۰۰۸ء۔ کراچی) لکھتے ہیں:

(۱) (مولانا احمد رضا) محدّث بریلوی، شانِ اُلُوہیّت و شانِ رسالت میں، ایسے کلمات کا اِستعمال، خلافِ ادب، خیال کرتے تھے، جو، بظاہر حق معلوم ہوتے ہوں مگر، ساتھ ہی، گستاخانہ بھی ہوں۔

اِس قسم کے کلمات، مولوی قاسم، نانوتوی کی تحذیر النّاس میں، مولوی اشرف علی، تھانوی کی حفظُ الایمان میں، مولوی خلیل احمد، انبیٹھوی کی اَلْبَرَاہِیْنُ الْقَاطِعَہ میں، مولوی اسمٰعیل، دہلوی کی صراطِ مستقیم اور تقویۃ الایمان میں، مولوی محمود حَسَن، دیوبندی کی اَلْجُہْدُ الْمُقِل میں **محدّث بریلوی کے خیال میں، موجود ہیں۔**

جب کہ، ان حضرات کا کہنا ہے کہ:

ان کی مُراد، وہ نہیں، جس سے گمراہی، مترشّح ہوتی ہے۔

کیوں کہ، گستاخی، ان کے نزدیک بھی، حرام ہے۔

مگر (حضرت مولانا احمد رضا) محدّثِ بریلوی کا، یہ موقف ہے کہ:

چوں کہ، وہ عبارات، اردو میں، عام فہم ہیں، اس لئے اہلِ زبان اس سے، جو، مراد لیتے ہیں، وہی مراد لی جائے گی۔ اور اسی پر حکم لگایا جائے گا۔

(۲) دوسری بات، یہ تھی کہ، محدّثِ بریلوی، اِس کے قائل تھے کہ:

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مَحامِد و مَحاسِن، جو، قرآن و حدیث میں، بیان کیے گئے ہیں وہ، مِنْ وَعَنْ، بیان کیے جائیں۔

تا کہ، آپ کی شخصیت، اُبھر کر سامنے آئے اور مسلمانوں کے دلوں، میں آپ کی عزت و عظمت، قائم ہو۔

جب کہ، عُلماے دیوبند، اِحتیاط کے قائل تھے۔ ان کا خیال تھا کہ:

اِس طرح مسلمان، حد سے بڑھ سکتے ہیں۔

(۳) محدّثِ بریلوی، مجالسِ عیدِ میلادُ النّبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو جائز و مستحسن خیال کرتے تھے۔ جب کہ، عُلماے دیوبند، اِس قسم کی مجالس کے خلاف تھے۔

(۴) محدّثِ بریلوی، مجالسِ عیدِ میلادُ النّبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں قیام کو، مستحب، خیال کرتے تھے۔ جب کہ، عُلماے دیوبند، اس کو، بدعت، تصور کرتے تھے۔''

(۵) محدّثِ بریلوی، اَعراس کو (بشرطیکہ، ان میں خلافِ شرع بات، نہ ہو)

جائز، خیال کرتے تھے۔ جب کہ، عُلماے دیو بند، انھیں، ناجائز، خیال کرتے تھے۔"

(۶) فاتحہ خوانی (بشرطیکہ، اس میں کوئی خلافِ شرع بات، نہ ہو) محدّث بریلوی کے نزدیک جائز تھی۔ مگر، عُلماے دیو بند، اسے بدعت، خیال کرتے تھے۔"

چند سطروں کے بعد، پروفیسر محمد مسعود احمد، مجدّدی، مظہری، دہلوی (کراچی) لکھتے ہیں:

"عُلماے دیو بند کے مُرشدِ طریقت، حاجی اِمدادُ اللہ، مہاجرِ مکی، تقریباً تمام اُمور میں **محدّثِ بریلوی کے خیالات سے، متفق تھے۔**

اور، انھوں نے، دونوں مکاتبِ فکر میں، اتحاد پیدا کرنے کے لئے ایک رسالہ (فیصلۂ ہفت مسئلہ) تحریر کیا تھا۔ **مگر، عُلماے دیو بند نے، ان کی باتوں کو، تسلیم نہیں کیا۔"**

(ص ۳۷۔ و ص ۳۸۔ امام احمد رضا، محدّث بریلوی، مرتّبہ پروفیسر محمد مسعود احمد، مطبوعہ قادری کتاب گھر، بریلی)

سَلَف سے خَلَف تک کا، اجماعی عقیدہ ہے کہ:

رسولِ اَکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شان میں، بےادبی وگستاخی، سنگین جُرم اور کھُلا ہوا کفر ہے۔ قرآن وحدیث واَقوالِ صحابہ وتابعین میں، اس کی تصریحات، موجود ہیں۔

دارُ العلوم، دیو بند کے شیخُ الحدیث، مولانا حسین احمد، مدنی (متوفی ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء) اِس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی توہین، موجبِ کفر ہے۔
صریح توہین، تو، درکنار، اگر، کوئی شخص، ایسے کلمات بھی کہے گا
جو، مُوہِمِ توہین ہوں، تو، وہ بھی، کفر کا سبب ہوگا۔"

(ص ۱۶۵۔ جلدِ دوم، مکتوباتِ شیخُ الاسلام۔ مطبوعہ دہلی)

اِسی طرح، اِلحاد وزندقہ بھی، کفر ہے۔ ضروریاتِ دین میں سے، کسی ایک کا بھی، انکار کفرِ صریح ہے۔ **اور بعدِ تحقیق وثبوتِ شرعی، اُس کے مُنکِر کی تکفیر، فرض ہے۔**

جماعتِ اسلامی کے معروف عالم، مولانا امین اَحسن اِصلاحی، منتظِم مدرسۃُ الاصلاح سرائے میر، ضلع اعظم گڑھ (یوپی) اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"مولانا تھانوی کا فتویٰ، شائع ہوگیا ہے کہ:
مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمیدُ الدّین فراہی، کافر ہیں۔

اور چوں کہ، مدرسہ، انھیں دونوں کا مِشن ہے، اِس لئے مدرسۃُ الاصلاح، مدرسۂ کفر وزِندقہ ہے۔ یہاں تک کہ، جو عُلما، اِس مدرسہ کے (تبلیغی) جلسوں میں شرکت کریں وہ بھی، مُلحِد وبےدین ہیں۔" (ص ۴۷۵۔ حَکِیمُ الْاُمَّۃ۔ مرتّبہ مولانا عبدالماجد، دریابادی)

مولانا اشرف علی، تھانوی کے مُرید وخلیفہ، مولانا عبدالماجد، دریابادی (متوفی ۱۹۷۷ء) نے، مولانا شبلی نعمانی ومولانا فراہی کے علم وفضل، عبادت وریاضت اور دینی وعلمی خدمات پر مشتمل ایک مفصّل خط، لکھ کر، **مولانا تھانوی کی بارگاہ میں، صفائی پیش کی۔**

تو، مولانا تھانوی صاحب نے، انھیں، جواب دیتے ہوئے، خط لکھا کہ:

"یہ سب، اَعمال واَحوال ہیں۔ عقائد، اِن سے، جُداگانہ چیز ہے۔
صحتِ عقائد کے ساتھ، فسادِ اَعمال واَحوال، اور فسادِ عقائد کے ساتھ، صحتِ اَعمال واَحوال جمع ہوسکتا ہے۔" (ص ۴۷۶۔ حکیم الامّۃ۔ از عبدالماجد، دریابادی)

قارئینِ کرام، اِس موضوع پر، بنیادی معلومات، اور مزید تحقیق کے لئے کتابُ الشِّفَاء از قاضی عیاض، مالکی، اندلسی وغیرہ کے علاوہ، یہ کتابیں، ملاحظہ فرمائیں:

(۱) اَلصَّارِمُ الْمَسْلُوْل، از شیخ ابن تیمیہ (۲) اِکْفَارُ الْمُلْحِدِیْن، از مولانا انور شاہ کشمیری، شیخُ الحدیث دارُ العلوم، دیو بند (۳) اَشَدُّ الْعَذَاب، از مولانا مرتضیٰ حسن، دربھنگوی ناظمِ تعلیمات، دارُ العلوم، دیو بند۔

دو، نئی کتابوں "**ناموسِ رسول اور قانونِ توہینِ رسالت**" از جسٹس محمد اسمٰعیل، قریشی، مطبوعہ اَلفیصل، اردو بازار، لاہور۔ اور "**گستاخِ رسول کی شرعی حیثیت**"۔ مرتّبہ مفتی محمد گل رحمٰن، قادری مطبوعہ رضوی کتاب گھر، دہلی کا مطالعہ بھی، مفید، ثابت ہوگا۔

تقدُّسِ اُلُوْہِیَّت وناموسِ رسالت کا، بہت سے، اکابر عُلماے اہلِ سُنَّت وجماعت نے اپنے اپنے طور سے تحفظ کیا اور ان کے خلاف ہونے والے حملوں کا، فکری وقلمی ولسانی مقابلہ ودِفاع کرتے ہوئے، **اِحقاقِ حق اور اِبطالِ باطل کا عظیم فریضہ، انجام دیا۔**

انھیں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے، فقیہِ اسلام، ابوحنیفۂ ہند، مولانا احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی نے بھی، اپنے علم وقلم کے ذریعہ، مذہب ومسلکِ اہلِ سُنَّت کی حمایت وصیانت کا **گراں قدر وقابلِ فخر کارنامہ، انجام دیا۔**

كَنزُالاِيمَان فِى تَرجَمةِ الْقُرآن ،اَلْعَطَايَا النَّبوِيَّة فِى الْفَتَاوىٰ الرَّضَوِيَّه
جَدُّ الْمُمْتَار عَلٰى رَدِّ الْمُحْتَار ،تمہیدِ ایمان،اَلدَّوْلَةُ الْمَكِّيَّة ،اور دیگر سیکڑوں کتابیں
اِس حقیقت پر، شاہدِ عدل ہیں۔

اسی دینی خدمت کی ایک مضبوط کڑی ''فَتَاوىٰ الْحَرَمَين بِرَجْفِ نَدْوَةِ الْمَين'' (۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء) ''اَلْمُعْتَمَدُ الْمُسْتَنَد بِنَاء نِجَاةِ الْاَبد'' (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء)
اور ''حُسَامُ الْحَرَمَين عَلٰى مَنْحَرِ الْكُفْرِ وَالْمَين'' (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) بھی ہے۔
تفصیل و تحقیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں: ''فاضلِ بریلوی، عُلماے حجاز کی نظر میں'' مطبوعہ ہند و پاک۔ مرتَّبہ پروفیسر محمد مسعود احمد، (کراچی)

بہ حیثیت فقیہ و مفتی، ہزاروں فتاویٰ، آپ نے لکھے اور ہر طرح کے سوالات کے علمی و تحقیقی جوابات دیئے۔ یہ عظیم دینی و علمی خدمت، دوسرے بہت سے معاصِر عُلماے اہلِ سُنَّت نے بھی، انجام دی ہے۔ لیکن، امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی مسلسل و متواتر، ہمہ جہت عظیم الشان دینی و علمی و فقہی خدماتِ جلیلہ کی برکت و فیضان سے
سَوادِ اعظم اہلِ سنَّت کے، نمائندہ و ترجمان کی حیثیت سے، آپ کو، امتیازی مقام، حاصل ہو گیا۔

اَفکارِ فاسِدہ و خیالاتِ باطِلہ کی تردید و اِبطال کے میدان میں، آپ، چوں کہ صَف دَر و صَف شِکن تھے، اِس لئے وہابیت اور اس کی مختلف شاخوں کے اِستیصال میں آپ نے سرگرمی سے حصہ لیا۔ یہی، وہ بنیادی وجہ ہے کہ، آپ، مختلف اِتّہامات و اِلزامات کی زَد میں بھی آ گئے۔
جن میں سے چند مشہور اِلزامات و اِتّہامات کی تردید، مندرجہ ذیل تحریرات و فتاویٰ سے بخوبی و باَحسنِ وجوہ ہو جاتی ہے۔ اور ان کا مکمل، اِزالہ ہو جاتا ہے۔
جنھیں، حوالہ جات کے ساتھ، بِلا تبصرہ، یہاں، نقل کیا جا رہا ہے:

''**عورتوں کو، زیارتِ قبور، منع ہے۔**
حدیث میں ہے: **''لَعَنَ اللّٰهُ زَائِرَاتِ الْقُبور''**
اللہ کی لعنت، اُن عورتوں پر، جو، قبروں کی زیارت کو، جائیں۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔
(ص ۱۶۵۔ **فتاویٰ رضویہ**، جلد چہارم۔ مطبوعہ سنّی دار الاشاعت، مبارک پور۔ مطبوعہ اعظم گڑھ۔ اتر پردیش)

''**غُنیَہ** میں ہے: یہ، نہ پوچھو کہ، عورتوں کا مزارات پر جانا، جائز ہے، یا۔ نا جائز؟

بلکہ، یہ پوچھو کہ، اُس عورت پر کس قدر، لعنت ہوتی ہے، اللہ کی طرف سے اور کس قدر، صاحبِ قبر کی طرف سے؟
جس وقت، وہ، گھر سے ارادہ کرتی ہے، لعنت، شروع ہو جاتی ہے۔
اور جب تک، وہ، واپس آتی ہے، ملائکہ، لعنت کرتے رہتے ہیں۔
سِوَائے روضۂ انور کے، کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں۔
وہاں، حاضری، البتّہ، سنَّتِ جلیلہ عظیمہ، قریب بواجبات ہے۔ اور قرآنِ عظیم نے اسے مغفرتِ ذُنوب کا، تریاق بتایا۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔ (ص ۱۰۷۔ اَلْملفوظ، حصہ دوم۔ مطبوعہ میرٹھ و بریلی و بمبئی وغیرہ)

تفصیل و تحقیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں: مُرُوْجُ النّجالِخُرُوْجِ النِّسَا (۱۳۱۶ھ) حَسَنی پریس بریلی۔ و مشمولہ فتاویٰ رضویہ، مترجَم۔ جلد ۲۲۔ مطبوعہ پاک و ہند۔ هَادِی النَّاسِ فِی رُسُومِ الْاَعْرَاس (۱۳۱۲ھ) حَسَنی پریس، بریلی۔ و مشمولہ فتاویٰ رضویہ، مترجَم۔ جلد ۲۳۔ مطبوعہ پاک و ہند۔ جُمَلُ النُّور فِی نَهْیِ النِّساءِ عَنْ زِیارةِ الْقُبور (۱۳۳۹ھ) مطبوعہ بریلی۔ و مشمولہ فتاویٰ رضویہ، مترجَم۔ جلدِ نہم۔ مطبوعہ پاک و ہند۔

''**مزار کا طواف کہ، بہ نیتِ تعظیم کیا جائے، نا جائز ہے۔**
تعظیم بِالطَّواف، مخصوص، بہ خانۂ کعبہ ہے۔ مزار کو، بوسہ، نہ دینا چاہیے۔ عُلما اس میں مختلف ہیں۔
اور بہتر، بچنا ہے۔ اور اسی میں ادب، زیادہ ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالیٰ اَعلم۔
(ص ۸۔ **فتاویٰ رضویہ**، جلد چہارم۔ مطبوعہ سنّی دار الاشاعت، مبارک پور)

''اور قبر پر نماز پڑھنا، حرام۔ قبر کی طرف نماز پڑھنا، حرام۔ اور مسلمانوں کی قبر پر قدم رکھنا، حرام۔
قبروں پر مسجد بنانا، یا۔ زراعت وغیرہ، حرام۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔
(ص ۸۱۔ **عرفانِ شریعت**، حصہ سوم۔ کتب خانہ سمنانی، میرٹھ)

''**ایسی قوالی (مع مزامیر) حرام ہے۔ حاضرین، سب گنہگار ہیں۔**
اور، ان سب کا گناہ، ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے۔ اور قوالوں کا بھی گناہ، اس عرس کرنے والے پر۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔ (ص ۲۹۔ **اَحکامِ شریعت**، حصہ اول۔ کتب خانہ سمنانی، میرٹھ)

''مسلمان! اے مسلمان! اے شریعتِ مصطفوی کے تابعِ فرمان!
جان اور یقین جان کہ: **سجدہ، حضرتِ عِزَّت عَزَّ جَلَالُہٗ** کے سِوا، کسی کے لئے نہیں۔

اُس کے غیر کو، سجدۂ عبادت، تو، یقیناً اِجماعاً، شرکِ مہین وکفرِ مبین۔

اور سجدۂ تحیت، حرام وگناہ، بِالْیقین۔

اس کے کفر ہونے میں اختلافِ عُلماے دین۔ ایک جماعتِ فُقہا سے تکفیر منقول۔

اور عندالتَّحقیق، کفرِ صوری پرمَحمول۔ کَما سَیَاتِی بِتَوفِیقِ الْمَوْلیٰ سُبْحٰنہٗ وَ تَعالیٰ۔

ہاں! مثلِ صنم وصلیب وشمس وقمر کے سجدے پر، مطلقاً، اِکفار۔

کَمَا فِی شَرحِ الْمَوَاقِف وَ غیرِہٖ مِنَ الْاَسْفَار۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۵۔ اَلزُّبْدَۃُ الزَّکِیَّۃ لِتَحْرِیمِ سُجُودِ التَّحِیَّۃ۔ کتب خانہ سمنانی، میرٹھ۔

وشمولہ فتاویٰ رضویہ، مترجَم، جلد۲۲۔ مطبوعہ پاک وہند)

’’زید وعَمرو، کچھ کہیں، مگر، قرآنِ مجید واحادیثِ صحیحہ کا ارشاد، یہ ہے کہ:

حضورِ اقدس، عَلَیْہِ اَفضلُ الصَّلوٰۃِ وَالسَّلام کو

روزِ ازل سے، روزِ آخر تک کے، تمام غیوب کا علم، عطا فرمایا گیا۔

یہ بے شک، حق ہے کہ، انبیا، غیب اُسی قدر جانتے ہیں جتنا اُن کو، اُن کے رب نے بتایا۔

بلاشُبہ، بے اُس کے بتائے، کوئی نہیں جان سکتا۔

اور، یہ بھی حق ہے کہ اَحْیَاناً بتایا گیا۔ کہ، وحی، حِیناً بعدَ حِیْنٍ ہی اُترتی۔

نہ کہ، وقتِ بعثت سے وقتِ وفات تک، ہر آن عَلیٰ الْاِتِّصَال۔

مگر، اس سے، یہ سمجھ لینا کہ:

گنتی کی چند چیزیں، معلوم ہوئیں۔ اور ان کے علم کو، قلیل وذلیل قرار دینا، مسلمان کا، کام نہیں۔

اسی اَحْیَاناً تعلیم میں، شرق وغرب وعرش وفرش کے ذَرَّہ ذَرَّہ کا حال

روزِ ازل سے، روزِ آخر تک، تمام، منکشف کر دیا۔

آیۂ کریمہ میں، علمِ ذاتی کی نفی ہے۔ کہ:

کوئی شخص، بے خدا کے بتائے، غیب نہیں جانتا۔

یہ بے شک، حق ہے۔ اور اسی کے معارضہ کو، حنفیہ نے کفر کہا ہے۔ ورنہ، یہ کہ:

خدا کے بتائے سے بھی کوئی نہیں جانتا، اس کا انکار، صریح کفر اور بکثرت آیات کی تکذیب ہے۔

اس مسئلہ کی تفصیل، اِنْبَاءُ الْمُصْطَفیٰ اور خالِصُ الْاِعتقاد میں دیکھا چاہیے کہ

ایمان، درست ہو۔‘‘ وَ ھُوَ تَعالیٰ اَعلم۔ (ص ۴۰۹۔ فتاویٰ رضویہ، مترجَم۔ جلد۲۹۔ مطبوعہ پاک وہند)

’’علمِ ذاتی، اَللّٰہ عَزَّ وَ جَلَّ سے، خاص ہے۔

اس کے غیر کے لئے، مُحال ہے۔ جو، اس میں سے، ایک جُز، اگرچہ، ایک ذرہ سے کم کے لئے

مانے، وہ، یقیناً، کافر ومشرک ہے۔

ہم، نہ علمِ اِلٰہی سے، مساوات مانیں، نہ غیرِ خدا کے لئے علم بِالذَّات جانیں۔

اور، عطائے اِلٰہی سے بھی، بعض علم ہی ملنا، مانتے ہیں، نہ کہ جمیع۔

اس سے بڑھ کر، جس اَمر کا اعتقاد، میری طرف کوئی نسبت کرے، مُفتری کذَّاب ہے۔

اور اللہ کے یہاں، اُس کا حساب ہے۔‘‘ (ص ۲۵۔ خالِصُ الْاِعتقاد۔ مطبوعہ بریلی)

’’جو شخص، ذرّہ برابر، غیرِ خدا کے لئے علم بلا واسطہ مانے، کافر ہے۔‘‘

(ص ۷۔ اَلْمَلفوظ، حصہ سوم۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

’’علمِ اِلٰہی، ذاتی ہے اور علمِ خلق، عطائی۔ وہ، واجب، یہ ممکن۔ وہ، قدیم، یہ حادث۔ وہ، نامخلوق

یہ مخلوق۔ وہ، نامقدور، یہ مقدور۔ وہ، ضرورِیُّ الْبَقَا اور یہ جائزُ الْفَنَا۔ وہ، مُمْتَنِعُ التَّغیُّر

یہ مُمْکِنُ التَّبَدُّل۔‘‘ (ص ۱۷۔ اِنْبَاءُ الْمُصْطَفیٰ۔ مطبوعہ بریلی)

’’برابری تو، درکنار، میں نے اپنی کتابوں میں، تصریح کر دی ہے کہ:

اگر، تمام اوَّلین وآخرین کا علم، جمع کیا جائے تو، اُس علم کو:

علمِ اِلٰہی سے وہ نسبت، ہرگز نہیں ہو سکتی، جو، ایک قطرہ کے کروڑویں حصہ کو، سمندر سے ہے، کہ:

یہ نسبت، متناہی کی متناہی کے ساتھ ہے۔ اور، وہ، غیر متناہی۔

متناہی کو، غیر متناہی سے، کیا نسبت ہو سکتی ہے۔؟

(ص ۳۵۔ اَلْمَلفوظ، حصہ اول۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

’’بلاشُبہ، حق، یہی ہے کہ:

تمام اَنبیا ومرسلین وملائکۂ مقرَّبین وَ اوَّلین وآخرین کے مجموعۂ علوم، مِل کر بھی، علمِ باری سے

وہ نسبت، نہیں رکھ سکتے، جو، ایک بوند کے کروڑویں حصے کو، کروڑوں سمندروں سے ہے۔‘‘

(ص ۷۷۔ فتاویٰ رضویہ، جلد۶۔ سُنّی دارالاشاعت، مبارک پور۔ ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی)

’’جو، یہ کہے کہ: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

اللہ کے بندے، نہیں۔ وہ، قطعاً، کافر ہے۔

اَشْهَدُ اَنَّ مُحمَّداً عَبْدُہ، وَ رَسُولُہٗ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔

قالَ اللّٰہُ تَعالیٰ: وَ اَنَّہٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ یَدْعُوْہُ۔

وَقالَ تَعالیٰ: تَبٰرَکَ الَّذِی نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلیٰ عَبْدِہٖ لِیَکُونَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْراً۔

وَقالَ تَعالیٰ: سُبْحٰنَ الَّذِی اَسْریٰ بِعَبْدِہٖ۔

وَقالَ تَعالیٰ: وَاِنْ کُنْتُمْ فِی رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنا عَلیٰ عَبْدِنَا ۔

وَقالَ تَعالیٰ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ۔

وَقالَ تَعالیٰ: فَاَوْحیٰ اِلیٰ عَبْدِہٖ مَا اَوْحیٰ۔

اور جو، یہ کہے کہ: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صورتِ ظاہری، بشری ہے۔ حقیقتِ باطنی، بشریت سے، اَرفع و اَعلیٰ ہے۔

یا۔ یہ کہ: حضور عَلَیْہِ التَّحِیَّۃُ وَ الثَّنَاء اَوروں کی مثل، بشر نہیں، وہ، سچ کہتا ہے۔

اور جو، مطلقاً، حضور سے بشریت کی نفی کرتا ہے، وہ، کافر ہے۔

قالَ تعالیٰ : قُلْ سُبْحٰنَ رَبِّی هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَراً رَّسُولاً ۔ وَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اَعلم۔

(ص ۶۷۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۶۔ مطبوعہ سنّی دارالاشاعت، مبارک پور۔ ضلع اعظم گڑھ۔ یو پی)

ذرا ذرا سی بات پر، کافر کہہ دینے کا، مُعانِدین و مخالفین کی طرف سے عُلمائے اہلِ سنّت وجماعت، بِالخصوص امام احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے خلاف، بار بار الزام عائد کیا جانا، اور زور و شور کے ساتھ، اس کا پروپیگنڈہ کیا جانا، بالکل غلط اور خلافِ واقعہ ہے۔

چنانچہ، اہلِ سنّت و جماعت سے برسرِ پیکار، قدیم فرقۂ شیعہ کے بارے میں امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کا، یہ اصولی اور مبنی بر حقیقت موقف، ملاحظہ ہو:

''شیعہ، تین قسم کے ہیں: ایک، محض ''**تفضیلیہ**''۔ وہ، بالاتفاق، مسلمان ہیں۔

اگر چہ، اِس مسئلہ میں، گمراہ ہیں۔

دوسرے ''**تبرّائیہ**''۔ کہ، تبرّا سے زیادہ، ضروریاتِ دین سے کسی چیز کا انکار نہیں کرتے۔

ان کے بارے میں عُلمائے اہلِ سنّت و جماعت کا اختلاف ہے۔

متکلّمین کے نزدیک، یہ فرقہ، گمراہ ہے۔ مگر، کافر نہ کہا جائے گا۔ اور یہی، ہمارے نزدیک، صحیح ہے۔

تیسرے، وہ، جو، **بعض ضروریاتِ دین کے منکر ہیں**۔ مثلاً:

نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد، قرآن مجید سے کوئی سورت، یا آیت، یا حرف گھٹ جانا، یا بدل جانا، مانیں، یا اِحتمال، مانیں۔

یا۔ مولیٰ علی، یا۔ ائمۂ اَطہار، رَضِیَ اللّٰہُ عَنهُم میں سے کسی کو، نبی سے **افضل** جانیں۔

تو، یہ بالْاِجْمَاع، مُرتد ہیں۔ ایسے کہ، جو، انہیں، مُرتد، نہ کہے، وہ بھی، کافر مُرتد ہے۔

عُلمائے اہلِ سنّت کا، یہ مذہب ہے۔ عالمگیری، اور خُلاصہ، اور فتح القدیر اور فتاویٰ ظہیریہ اور حدیقۂ ندیّہ وغیرہا کُتبِ کثیرہ میں، اس کا بیان ہے۔

اور عُلمائے حرمین شریفین نے ''فَتَاویٰ الْحَرَمَین'' میں، اس کی تصریح، فرمائی۔

اور میرے رسالہ ''رَدُّ الرَّفَضَہ'' میں، جو، بارہ (۱۲) سال سے کئی بار، طبع ہو چکا ہے اس کا مشرّح بیان ہے۔''

(ص ۶۵۱۔ ص ۶۵۲۔ ''**حیاتِ اعلیٰ حضرت**'' (مکمل) مؤلّفہ مولانا محمد ظفر الدین، قادری رضوی، عظیم آبادی مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور)

طائفۂ وہابیہ اور قائلینِ کذبِ باری تعالیٰ کے بارے میں، رسالہ ''سَلُّ السُّیُوفِ الْهِندیة'' (۱۳۱۲ھ) کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں:

بِالْجُمْلَہ، اس میں شک نہیں کہ، اس گروہ ناحق پر، ہزاروں وجہ سے کفر، لازم۔

اور، جماہیر فُقہائے کرام کی تصریحیں، ان کے صریح کفر پر، حاکم۔

نَسْأَلُ اللّٰہَ تَعَالیٰ اَلْعَفْوَ فِی الدِّینِ وَ الدُّنْیَا وَ الْآخِرۃ۔

(ہم، اللہ تعالیٰ سے دین اور دنیا و آخرت میں، عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت)

''یہ حکمِ فقہی متعلق بکلماتِ سفہی تھا۔ مگر، اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں، بے حد برکتیں ہمارے عُلمائے کرام، عُظمائے اسلام، معظّمینِ کلمۂ خیر الانام، عَلَیہِ وَ عَلَیْهِم السَّلام پر، کہ: یہ کچھ، دیکھتے، وہ کچھ، سخت و شدید ایذائیں پاتے۔

اس طائفۂ تالِفہ کے پیرو سے ناحق، نارَوابات پر، سچے مسلمانوں، خالص سُنّیوں کی نسبت، حکمِ شرک و کفر سنتے، ایسی ناپاک وغلیظ گالیاں، کھاتے ہیں۔

بایں ہمہ، نہ شدتِ غضب، دامنِ احتیاط، ان کے ہاتھ سے چھڑاتی۔

نہ ان نالائق ولایعنی خباثتوں پر، قوتِ انتقام، حرکت میں آتی ہے۔

وہ، ابھی تک، یہی تحقیق فرما رہے ہیں کہ:

لزوم والتزام میں، فرق ہے۔

اَقوال کا، کلمۂ کفر ہونا، اور بات، اور قائل کو، کافر، مان لینا، اور بات۔

ہم، احتیاط برتیں گے۔ سکوت کریں گے۔

جب تک، ضعیف سے ضعیف اِحتمال ملے گا، حکمِ کفر، جاری کرتے، ڈریں گے۔

فقیر، غَفَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ نے، اِس مبحث کا قدرے بیان، آخرِ رسالہ " سُبْحٰنَ السُّبُّوح عَنْ عَیبِ کذبِ مَقْبوح" ۱۳۰۷ھ میں، کیا۔

اور، وہاں بھی، بآں کہ، اِس امام وطائفہ پر، صرف، ایک مسئلۂ اِمکانِ کذب میں **اَٹھہتّر (۷۸) وجوہ سے، لزومِ کفر کا ثبوت دیا، حکمِ کفر سے کفِّ لسان ہی کیا۔**

بِالْجُمْلَہ، اِس طائفۂ حائفہ، خصوصاً، ان کے پیشوا کا حال، مثل یزید پلید عَلَیْہِ مَا عَلَیْہِ ہے کہ، **محتاطین نے، اس کی تکفیر سے، سکوت، پسند کیا۔**

ہاں! یزیدِ مَرِید اور اِن کے امامِ عَنِید میں، اتنا فرق ہے کہ:

اُس خبیث سے ظلم وفسق وفجور، متواتر۔ مگر کفر، متواتر نہیں۔

اور، اِن حضرت سے، یہ سب کلماتِ کفر، اعلیٰ درجۂ تَواتُر پر ہے۔

پھر، اگرچہ، ہم، براہِ احتیاط، تکفیر سے زبان، روکیں، ان کے خسار وبَوار کو، یہ کیا کم ہے کہ **جماہیرِ ائمۂ کرام، فُقہائے اسلام کے نزدیک، ان پر، بوجُوہِ کثیرہ، کفر لازم۔**

وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْقَیُّومِ الدَّائِم۔

(ص ۲۵۶۔ فتاویٰ رضویہ، مترجَم۔ جلد ۱۵۔ مطبوعہ پاک وہند)

رسالہ " سُبْحٰنَ السُّبُّوح " (۱۳۰۷ھ) کے اندر، حکمِ قائل میں، خاتمۂ تحقیق، یہ ہے:

" جانِ برادر! یہ، پوچھتا ہے کہ:

ان کا، یہ عقیدہ کیسا ہے اور ان کے پیچھے نماز کا، کیا حکم ہے؟

یہ پوچھو کہ، امام وماموم پر، ایک جماعتِ ائمہ کے نزدیک، کتنی وجہ سے، کفر آتا ہے؟

حَاشَ لِلّٰہ، حَاشَ لِلّٰہ۔ ہزار بار حَاشَ لِلّٰہ۔

مَیں، ہرگز، ان کی تکفیر، پسند نہیں کرتا۔

اِن مُقتدیوں، یعنی مُدَّعیانِ جدید کو، تو، ابھی تک، مسلمان ہی جانتا ہوں۔

اگرچہ، ان کی بدعت وضلالت میں، شک نہیں۔

اور امامُ الطَّائفہ کے کفر پر بھی، حکم، نہیں کرتا کہ:

ہمیں، ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے، اہلِ لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہ کی تکفیر سے، منع فرمایا ہے۔

جب تک، وجہِ تکفیر، آفتاب سے زیادہ، روشن وجلی، نہ ہو جائے۔

اور حکمِ اسلام کے لئے، اَصلاً کوئی ضعیف سے ضعیف محمل بھی، نہ رہے۔

فَاِنَّ الاِسلامِ یَعْلُوْ وَ لَا یُعْلٰی۔ (اسلام، غالب ہے۔ مغلوب نہیں۔ ت)

مگر، یہ کہتا ہوں۔ اور بے شک کہتا ہوں کہ:

بِلا رَیب، ان تابع ومتبوع، سب پر، ایک گروہِ عُلَما کے مذہب میں، بوجوہِ کثیرہ، کفر، لازم۔

وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ ذِی الْفَضْلِ الدَّائِم۔" (ص ۴۲۹، ۴۳۰۔ فتاویٰ رضویہ۔ مترجَم۔ جلد ۱۵۔ مطبوعہ پاک وہند)

رسالہ " **تمہیدِ ایمان**" میں، ایک جگہ، تحریر فرماتے ہیں:

" ناچار، عوامِ مسلمین کو، بھڑکانے اور دِن دَہاڑے، اُن پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ، عُلمائے اہلِ سُنّت کے فَتوائے تکفیر کا، کیا اِعتبار؟

یہ لوگ، ذرا ذرا سی بات پر، کافر کہہ دیتے ہیں۔

ان کی مشین میں ہمیشہ، کفر ہی کے فتوے، چھپا کرتے ہیں۔

اسمٰعیل دہلوی کو، کافر، کہہ دیا۔ مولوی اسحٰق صاحب کو، کہہ دیا۔ مولوی عبدالحئی صاحب کو، کہہ دیا۔

پھر، جن کی حیا، اور بڑھی ہوتی ہے، وہ، اتنا اور مِلا دیتے ہیں کہ:

مَعَاذَاللّٰہ، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو، کہہ دیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب کو، کہہ دیا۔

حاجی اِمدادُ اللہ صاحب کو، کہہ دیا۔ مولانا شاہ فضلِ رحمان صاحب کو، کہہ دیا۔

پھر، جو، پورے ہی حدِ حیا سے، اونچے گذر گئے ہوں، وہ، یہاں تک، بڑھتے ہیں کہ:

عیَاذاً بِاللّٰہ، عیَاذاً بِاللّٰہ، حضرت شیخ مجدِّدِ اَلفِ ثانی، رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کو، کہہ دیا۔

غرض! جسے، جس کا، زیادہ معتقد پایا، اُس کے سامنے، اُسی کا نام لے دیا کہ:

انھوں نے، اسے، کافر کہہ دیا۔

یہاں تک کہ، ان میں کے بعض بزرگواروں نے، مولانا مولوی شاہ محمد حسین صاحب
الہ آبادی، مرحوم مغفور سے جا کر، جَڑ، دی کہ:
مَعَاذَاللّٰہِ، مَعَاذَاللّٰہِ، مَعَاذَاللّٰہ۔ حضرت سیدنا شیخِ اکبر محی الدین بن عربی قُدِّسَ سِرُّہٗ
کو، کافر، کہہ دیا۔
مولانا کو، اللہ تعالیٰ، جنّتِ عالیہ، عطا فرمائے۔ انھوں نے
آیۂ کریمہ، اِنْ جَآءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا، پر عمل فرمایا۔ خط لکھ کر، دریافت کیا۔
جس کے بعد، یہاں سے رسالہ "اِنْجَاءُ الْبَرِی عَنْ وَسْوَاسِ الْمُفْتَرِی" لکھ کر، اِرسال ہوا۔
اور مولانا نے، مُفتری کذّاب پر، لَاحَوْلَ شریف کا تحفہ بھیجا۔"

(ص ۴۵۔۴۶۔ تمہید ایمان، از امام احمد رضا بریلوی، مطبوعہ ادارہ معارفِ نعمانیہ، لاہور)

ضروریاتِ دین وضروریاتِ مذہبِ اہلِ سنّت وغیرہ کے ثبوت وانکار، اسی طرح، اِحتمالِ کفر
ولزومِ کفر واِلتزامِ کفر، وغیرہ کی تحقیق وتفصیل، کتب ورسائلِ اکابر واسلافِ اہلِ سنّت میں
موجود ہے، جن کا علم ومطالعہ، ہر عالم ومفتی کے لئے، ضروری ہے۔
یہاں، صرف چند اصولی باتیں مع حوالہ، قارئینِ کرام کی خدمت میں، پیش کی جارہی ہیں۔
مفتی محمد خلیل خاں، قادری برکاتی، مارہروی (دارالعلوم اَحسنُ البَرکات، حیدرآباد، سندھ۔
متوفی رمضان ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء) تلمیذ صدرُ الشّریعہ، مولانا محمد امجد علی، اعظمی، رضوی، وتلمیذ
وخلیفۂ مفتیِ اعظم، مولانا محمد مصطفیٰ رضا، نوری، بریلوی ومُرید وخلیفۂ تاجُ العُلما، مولانا سید محمد میاں
قادری برکاتی، مارہروی، عَلَیْھِمُ الرَّحمۃُ وَالرِّضْوَان
ضروریاتِ دین اور ضرویاتِ مذہبِ اہلِ سنّت کے بارے میں، تحریر فرماتے ہیں:
"ضروریات، دو قسم پر ہیں:
(۱) **ضروریاتِ دین:** جن کا مُنکر، کافر، خارج از اسلام اور اسلامی برادری سے باہر، جانا جاتا ہے۔
ان کا ثبوت، قرآنِ عظیم، یا۔ حدیثِ مُتواتر، یا۔ اِجماعِ قطعی سے ہوتا ہے۔
ان میں، نہ کسی شبہے کی گنجائش ہے، نہ کسی تاویل کو راہ، نہ کسی شک کا شائبہ۔
انہیں کو ماننا، انہیں کی تصدیق کرنا، ایمان ہے۔
اور ان میں شک وتردُّد، یا۔ تذبذب، ایمان کی ضد۔

(۲) ضروریاتِ مذہبِ اہلِ سنّت وجماعت:
ان کا مُنکر، گمراہ، بدمذہب، اہلِ سنّت وجماعت سے خارج۔
اور سُنّی برادری سے باہر جانا جاتا ہے۔
ان کا ثبوت بھی، دلیلِ قطعی سے ہوتا ہے۔ مگر، ان دلائلِ قطعیہ میں، چوں کہ، تاویل کا بھی
اِحتمال ہوتا ہے، **اِس لئے، ان ضروریات کے مُنکر کی، تکفیر کا باب، مَسدود ہے۔**
اسے، بلا تردُّد، کافر، نہ کہیں گے کہ، ابھی اس نے، ایمان کے حُدود کو نہیں پھلانگا۔" اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۴۷۔ عقائد الاسلام۔ مکتبہ جام نور، مٹیا محل، دہلی)

حجّۃُ الاسلام، مولانا محمد حامد رضا، قادری برکاتی، بریلوی (وصال ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) تحریر فرماتے ہیں:
"مقدمۂ ثانیہ: مانی ہوئی باتیں، چار قسم ہوتی ہیں:
اول: ضروریاتِ دین۔ جن کا مُنکر، کافر۔
ان کا ثبوت، قرآنِ عظیم، یا۔ حدیثِ مُتواتر، یا۔ اِجماعِ قطعی، قطعیاتُ الدَّلالات وَاضِحۃُ الْاِفادات
سے ہوتا ہے۔ **جن میں، نہ شبہے کو، گنجائش، نہ تاویل کو، راہ۔**
دوم: ضروریاتِ مذہبِ اہلِ سنّت وجماعت۔ جن کا مُنکر، گمراہ، بدمذہب۔
ان کا ثبوت بھی، دلیلِ قطعی سے ہوتا ہے۔ اگر چہ، بااحتمالِ تاویل، بابِ تکفیر، مَسدود ہو۔
سوم: ثابتاتِ محکمہ، جن کا مُنکر، بعدِ وضوحِ اَمر، خاطی وآثم، قرار پاتا ہے۔
ان کے ثبوت کو، دلیلِ ظنّی، کافی۔ جب کہ، اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ:
جانبِ خلاف کو، مَطروح ومُضمحل کر دے۔
یہاں، حدیثِ آحاد، یا۔ حَسَن، کافی۔ یہاں، سوادِ اعظم وجمہور عُلما، سَندِ وافی۔
فَاِنَّ یَدَ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ۔
چہارم: ظنّیاتِ محتملہ، جس کے مُنکر کو، صرف مخطی کہا جائے گا۔
ان کے لئے، ایسی دلیلِ ظنّی بھی، کافی، جس نے، جانبِ خلاف کے لئے بھی، گنجائش، رکھی ہو۔
ہر بات، اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے۔
جو، فرقِ مَراتب، نہ کرے اور ایک مرتبے کی بات کو، اس سے اعلیٰ درجہ کی دلیل مانگے
جاہل، بیوقوف ہے، یا۔ مکّار فیلسوف۔ ہر سخن، وقتے وہر نکتہ، مقامے دارد۔

(ص ۱۱۔ " اَلصَّارِمُ الرَّبَّانِی عَلٰی اِسرافِ الْقَادِیَانِی "۔(۱۳۱۵ھ) مؤلَّفہ حضرت مولانا حامد رضا، بریلوی۔
مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

اور، فقیہِ اسلام، ابوحنیفۂ ہند، امام احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی
اپنے ایک فتویٰ کے آغاز میں، یہ اصولی شرعی موقف، تحریر فرماتے ہیں کہ:

"ہمارے ائمہ نے، ہمیں، حکم دیا ہے کہ:
اگر، کسی کلام میں، ننانوے (۹۹) احتمال، کفر کے ہوں۔ اور ایک اسلام کا
تو، واجب ہے کہ:
احتمالِ اسلام پر، کلام، محمول کیا جائے۔ جب تک، اس کا خلاف، ثابت نہ ہو" اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۱۴۲۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ششم، سنّی دارُالاشاعت، مبارک پور ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی)

عقائد و ضروریات اور ان کے درجات و اَحکام کے بارے میں

فقیہِ اسلام، ابوحنیفۂ ہند، امام احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ، تحریر فرماتے ہیں:

"مانی ہوئی باتیں، چار قسم، ہوتی ہیں:

(۱) ضروریاتِ دین: ان کا ثبوت، قرآنِ عظیم، یا۔ حدیثِ مُتَواتِر، یا۔ اجماعِ قطعی
قطعیاتُ الدَّلالات، وَاضِحۃُ الْاِفادات سے ہوتا ہے۔ جن میں، نہ شُبہے کو، گنجائش، نہ تاویل کو، راہ۔
اور، ان کا منکِر، یا۔ ان میں باطل تاویلات کا، مُرتکِب، کافر ہوتا ہے۔

(۲) ضروریاتِ مذہبِ اہلِ سنّت و جماعت:
ان کا ثبوت بھی، دلیلِ قطعی سے ہوتا ہے۔ مگر، ان کے قطعیُّ الثبوت ہونے میں
ایک نوعِ شُبہ اور تاویل کا، اِحتمال ہوتا ہے۔
اِسی لئے، ان کا منکِر، کافر نہیں۔ بلکہ، گمراہ، بدمذہب، بددین کہلاتا ہے۔

(۳) ثابتاتِ مُحکمہ: ان کے ثبوت کو، دلیلِ ظنّی کافی۔
جب کہ، اس کا مفاد، اکبرِ رائے ہو کہ:
جانبِ خلاف کو، مَطروح و مُضمحل اور اِلتفاتِ خاص کے، ناقابل بنادے۔
اس کے ثبوت کے لئے حدیثِ آحاد، صحیح، یا۔ حَسَن، کافی۔
اور قول، سَوادِ اعظم و جمہور علما کا، سَنَدِ وَافی۔

فَاِنَّ یَدَ اللہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ (اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت، جماعت پر ہوتا ہے۔ ت)
ان کا منکِر، وُضوحِ حق کے بعد، خاطی و آثم، خطاکار و گنہ گار، قرار پاتا ہے۔
نہ (کہ) بددین و گمراہ، نہ کافر و خارج از اسلام۔

(۴) ظنّیاتِ مُحتملہ: ان کے ثبوت کے لئے، ایسی دلیلِ ظنّی بھی، کافی
جس نے، جانبِ خلاف کے لئے بھی، گنجائش، رکھی ہو۔
ان کے منکِر کو، صرف، مُخطی و قصوروار کہا جائے گا۔
نہ (کہ) گنہگار۔ چہ جائے کہ، گمراہ، چہ جائے کہ، کافر۔
ان میں سے، ہر بات، اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے۔
جو، فرقِ مَراتب نہ کرے اور ایک مرتبے کی بات کو، اس سے اعلیٰ درجہ کی دلیل مانگے
وہ، جاہل بے وقوف ہے۔ یا۔ مَکّار فیلسوف۔" الخ۔

(ص ۳۸۵۔ فتاویٰ رضویہ مترجَم، جلد ۲۹۔ مطبوعہ پاک و ہند)

"مسلمانو! مسائل، تین قسم کے ہوتے ہیں:
ایک، ضروریاتِ دین: ان کا منکِر، بلکہ، ان میں ادنیٰ شک کرنے والا
بالیقین، کافر ہوتا ہے۔
ایسا کہ، جو، اس کے کفر میں، شک کرے، وہ بھی، کافر۔
دوم، ضروریاتِ عقائدِ اہلِ سنّت: ان کا منکِر، بدمذہب، گمراہ ہوتا ہے۔
سوم، وہ مسائل کہ، عُلمائے اہلِ سنّت میں، مختَلَف فیہ ہوں۔
ان میں، کسی طرف، تکفیر و تضلیل، ممکن نہیں۔
یہ، دوسری بات ہے کہ، کوئی شخص، اپنے خیال میں، کسی قول کو، راجح، جانے۔
خواہ تحقیقاً، دلیل سے، اسے، وہی، مرجَّح، نظر آیا۔
خواہ تقلیداً کہ، اسے اپنے نزدیک، اکثر علما، یا۔ اپنے مُعتمَد عَلَیہِم کا قول پایا۔
کبھی، ایک ہی مسئلہ کی صورتوں میں، یہ تینوں قسمیں، موجود ہو جاتی ہیں۔ مثلاً:
اللہ عَزَّ وَ جَلَّ کے لئے یَدٌ، وَ عَینٌ کا مسئلہ۔
قَالَ اللہُ تَعَالیٰ: یَدُ اللہِ فَوقَ اَیدِیھِم۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے ہاتھوں پر

اللہ کا، ہاتھ ہے۔ت)

وَ قَالَ تَعَالٰی : وَ لِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ ۔(اوراللہ تعالیٰ نے فرمایا: اوراس کے لئے تو، میری نگاہ کے سامنے، تیار ہو۔ت)

یَدٌ، ہاتھ کو، کہتے ہیں، عَیْنٌ، آنکھ کو۔

اب، جو، یہ کہے کہ: جیسے، ہمارے ہاتھ، آنکھ ہیں، ایسے ہی، جسم کے ٹکڑے اللہ عَزَّ وَ جَلَّ کے لئے ہیں، وہ، **قطعاً، کافر ہے۔**

اللہ عَزَّ وَ جَلَّ کا، ایسے یَدٌ وَ عَیْنٌ سے پاک ہونا، ضروریاتِ دین سے ہے۔

اورجو، کہے کہ: اس کے یَدٌ وَ عَیْنٌ بھی، ہیں، تو، جسم ہی۔ مگر، نہ مثلِ اَجسام، بلکہ، مشابہتِ اَجسام سے، پاک ومُنَزَّہ ہیں۔ **وہ، گمراہ، بددین۔ کہ:**

اللہ عَزَّ وَ جَلَّ کا، جسم وجسمانیات سے، مطلقاً، پاک ومُنَزَّہ، ہونا
ضروریاتِ عقائدِ اہلِ سنّت وجماعت سے ہے۔

اورجو، کہے کہ: اللہ عَزَّ وَ جَلَّ کے لئے، یَدٌ وَ عَیْنٌ ہیں، کہ:
مطلقاً، جسمیت سے، بری ومُبَرَّا ہیں۔ وہ، اس کی صفاتِ قدیمہ ہیں
جن کی حقیقت، ہم نہیں جانتے، نہ ان میں، تاویل کریں، وہ، **قطعاً، مسلم سُنّی صحیحُ العقیدہ ہے۔**

اگرچہ، یہ عدمِ تاویل کا مسئلہ، اہلِ سنّت کا، خِلافیہ ہے۔

متأخّرین نے تاویل، اختیار کی۔ پھر، اس سے، نہ یہ گمراہ ہوئے، نہ وہ۔

کہ، اِجْرَا عَلیٰ الْمَظاھِر بمعنی مذکور کرتے ہیں۔ جس کا حاصل، صرف اتنا کہ:

اٰمَنَّا بِہٖ کُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۔(ہم، اس پرایمان لائے۔ سب، ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ت) (ص ۴۱۳ و ص ۴۱۴۔ فتاویٰ رضویہ مترجَم، جلد ۲۹۔ مطبوعہ پاک وہند)

اہلِ قبلہ واصحابِ کلمۂ طیبہ کی تکفیر سے، سخت تنبیہ وتحذیر فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''بِالْجُمْلَہ، تکفیرِ اہلِ قبلہ واَصحابِ کلمۂ طیبہ میں، جرأت وجسارت، محض جہالت بلکہ سخت آفت، جس میں، وَبالِ عظیم ونَکالِ صریح کا، اندیشہ۔ **وَالْعِیاذُ بِاللّٰہِ رَبِّ الْعٰالَمِین۔**

فرضِ قطعی ہے کہ:

اہلِ کلمہ کے، ہرقول وفعل کو، اگرچہ، بظاہر، کیسا ہی، شنیع وفظیع ہو

حَتَّی الْاِمکان، کفر سے بچائیں۔

اگر، کوئی ضعیف سے ضعیف، نحیف سے نحیف، تاویل پیدا ہو۔

جس کی رُو سے حکمِ اسلام، نکل سکتا ہو، تو، اس کی طرف جائیں۔

اوراس کے سِوَا، اگر، ہزار اِحتمال، جانبِ کفر جاتے ہوں، خیال میں، نہ لائیں۔

(تین چار سطروں کے بعد) اِحتمالِ اسلام، چھوڑکر، اِحتمالاتِ کفر کی طرف جانے والے اسلام کو، مغلوب اور کفر کو، غالب کرتے ہیں۔'' وَالْعِیاذُ بِاللّٰہِ رَبِّ الْعٰالَمِین۔

(ص ۳۱۷۔ فتاویٰ رضویہ مترجَم، جلد ۲۱۔ مطبوعہ پاک وہند)

''اہلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پر، بدگمانی، حرام۔

اوران کے کلام کو، جس کے صحیح معنی، بے تکلّف درست ہوں، خواہی نخواہی، **مَعَاذَ اللہ**
معنیٔ کفر کی طرف، ڈھال لے جانا، قطعاً، گناہِ کبیرہ ہے۔''

(ص ۳۲۹۔ فتاویٰ رضویہ، مترجَم، جلد ۲۱۔ مطبوعہ پاک وہند)

''اگر، یہ ثبوتِ مُعتمد، ثابت ہو۔ اور گنجائشِ تاویل رکھتا ہو، تاویل، واجب۔ اور مخالفت، مندفع۔ اولیا کی شان، تو، اَرفَع، ہرمسلمان سُنّی کے کلام میں، **تاحدِّ اِمکان، تاویل، لازم۔''**

(ص ۵۱۶۔ فتاویٰ رضویہ مترجَم، جلد ۲۲۔ مطبوعہ پاک وہند)

ایسی کسی بات کا اِنکار، کفر ہے، جسے پیغمبرِ اسلام صلّی اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَ سَلَّم
اپنے رب کے پاس سے لائے۔

اور یہ کفر، لزومی ہوتا ہے، یا۔ اِلتزامی۔

اِس کفر لزومی واِلتزامی کے بارے میں، آپ، تحریر فرماتے ہیں:

''اِلتزامی، یہ کہ، ضروریاتِ دین سے، کسی شَی کا، تصریحاً، خلاف کرے۔

یہ قطعاً اِجماعاً، کفر ہے۔ اگرچہ، نامِ کفر سے چڑھے اور کمالِ اسلام کا دعویٰ کرے۔

کفرِ اِلتزامی کے، یہی معنی نہیں کہ:

صاف صاف، اپنے کافر ہونے کا اِقرار کرتا ہو۔ جیسا کہ بعض جُہّال، سمجھتے ہیں۔

یہ اقرار، تو، بہت طوائفِ کُفّار میں بھی، نہ پایا جائے گا۔

ہم نے دیکھا ہے، بہتیرے ہندو، ''کافر'' کہنے سے، چڑھتے ہیں۔

بلکہ، اس کا، یہ معنی کہ، جو، انکار، اس سے، صادر ہوا۔

یا۔ جس بات کا، اس نے دعویٰ کیا، وہ، بعَیْنِہٖ کفر ومخالفِ ضروریاتِ دین ہو۔ جیسے:

طائفۂ تالفِہ نیاچرہ کا، وجودِ ملک وجن وشیطان وآسمان ونار وجنان

ومُعجزاتِ انبیاے کرام عَلَیْهِمُ اَفْضَلُ الصَّلٰوتُ وَ السَّلام سے، اُن معانی پر کہ:

اہلِ اسلام کے نزدیک، حضور ہادیِ برحق، صَلٰوتُ اللهِ وَ سَلامُهٗ عَلَيْهِ سے

متواتر ہیں، اِنکار کرنا، اوراپنی تاویلاتِ باطِلہ وتوھُّماتِ عاطِلہ کولے کر مرنا۔

نہ، ہرگز ہرگز، ان تاویلوں کے شوشے، انھیں، کفر سے بچائیں گے

نہ محبتِ اسلام وہم دردیِ قوم کے جھوٹے دعوے، کام آئیں گے۔

قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ۔ (اللہ، انھیں مارے۔ کہاں، اوندھے جاتے ہیں۔ت)

اورلزومی، یہ کہ، جو بات، اس نے کہی، عینِ کفر نہیں۔ مگر، منجر بکفر ہوتی ہے۔

یعنی، مآلِ سخن ولازمِ حکم کو، ترتیبِ مقدّمات وتتمیمِ تقریبات

کرتے لے چلیے، تو، انجامِ کار، اس سے کسی ضروریِ دین کا انکار، لازم آئے۔ جیسے:

رَوافِض کا، خلافتِ حقّہ راشدہ خلیفۂ رسول صلّی اللهُ تعالیٰ عَلَیْهِ وَ سَلَّم، حضرت

جنابِ ابوبکر صدیق وامیرُ الْمؤمنین، حضرت جناب فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا سے انکار کرنا

کہ، تضلیلِ جمیع صحابہ رِضْوَانُ اللهِ تَعالیٰ عَلَیْهِم اَجمَعِین کی طرف، مؤدّی۔ اور، وہ

قطعاً کفر۔ مگر، انھوں نے، صراحۃً، اِس لازم کا اقرار، نہ کیا تھا۔ بلکہ، اس سے صاف، تحاشی کرتے۔

اوربعض صحابہ، یعنی حضراتِ اہلِ بیتِ عِظام وغیرھُم، چند اکابرِ کرام عَلٰی مَوْلاھُم

وَعَلَيْهِم الصَّلوٰۃُ وَ السَّلام کو، زبانی دعووں سے اپنا، پیشوا بتاتے۔

اورخلافتِ صدیقی وفاروقی کے توافقِ باطنی سے انکار، رکھتے تھے۔

اِس قسم کے کفر میں، علماے اہلِ سنّت، مختلف ہوگئے۔

جنھوں نے، مآلِ مقال ولازمِ سخن کی طرف نظر کی، حکمِ کفر، فرمایا۔

اور تحقیق، یہ ہے کہ، کفر نہیں، بدعت، بدمذہبی وضلالت وگمراہی ہے۔

وَالْعِیاذُ باللهِ رَبِّ الْعَالَمِین۔''

(ص ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ **فتاویٰ رضویہ مترجَم**، جلد ۱۵ مطبوعہ پاک وہند)

محرَّماتِ قطعِیّہ (مثلاً: شراب، سود، مُردار، زنا وغیرہ) میں سے کسی کے حرامِ قطعی ہونے کا اِنکار

واِستحلال، یا۔ ضروریاتِ دین میں سے کسی ضرورتِ دینی کا انکار، جمہور عُلماے اہلِ سنّت کے نزدیک

اِس کا، کیا حکمِ شرعی ہے؟ اِس مسئلہ پر گفتگو فرماتے ہوئے امام احمد رضا، بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

''بِالْجُملَه، مذہبِ مُعتمد ومحقَّق میں، اِستحلال بھی، عَلیٰ اِطْلاقِہٖ، کفر نہیں۔

جب تک، زنا، یا شُربِ خَمر، یا ترکِ صلوٰۃ کی طرح، اس کی حُرمت، ضروریاتِ دین سے، نہ ہو۔

غرض، ضروریات کے سِوا، کسی شے کا انکار، کفر نہیں۔ اگرچہ، ثابت بِالْقواطع ہو۔ کہ:

عندالتحقیق، آدمی کو، اسلام سے خارج نہیں کرتا، مگر، انکار، اُس کا

جس کی تصدیق نے، اُسے دائرۂ اسلام میں داخل کیا تھا۔ اور وہ، نہیں مگر، ضروریاتِ دین۔

کَمَا حَقَّقَهٗ الْعُلَمَاءُ الْمُحَقِّقُون مِنَ الْاَئِمَّةِ الْمُتَکَلِّمِین۔

(جیسا کہ، متکلمین کے محقق عُلما نے، تحقیق کی ہے۔ت)

وَ لِهٰذا، خلافتِ خُلفاے راشدین، رِضْوانُ اللهِ تَعالیٰ عَلَیْهِم اَجْمَعِین کا

مُنکِر، مذہبِ تحقیق میں، کافر نہیں۔ حالاں کہ، اس کی حقانیت، بِالْیقین قطعیات سے ثابت۔

وَقَدْ فَصَّلَ الْقولَ فِی ذٰلِکَ سَیِّدُنا الْعَلَّامةُ الْوَالِدُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعالیٰ عَنْهُ

فِی بَعضِ فَتَاوَاہ۔

(اِس موضوع پر، سیدنا علاّمہ والد ماجد رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ نے، اپنے فتاویٰ میں

مفصَّل گفتگو کی ہے۔ت)

بِالْجُملَه، اِس قدر پر، تو، اِجماعِ اہلِ سنّت ہے کہ:

اِرتکابِ کبیرہ، کفر نہیں۔ بایں ہمہ، تارکُ الصَّلوٰۃ کا

کفر واسلام، ہمارے ائمۂ کرام میں، مختلف فیہ۔

اَقولُ وَ بِاللهِ التَّوفیق۔ (مَیں، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔)

اگرچہ، کفر، تکْذِیبُ النَّبِی صلَّی اللّٰهُ تَعالیٰ عَلَیْهِ وَ سلَّم فِی بَعضِ مَا جَاءَ بِهٖ

مِنْ عِنْدِ رَبِّهٖ جَلَّ وَ عَلا کا نام ہے۔ **اور تکذیب، صفتِ قلب۔**

مگر، جس طرح، اَقوالِ مُکفِّرہ، اس تکذیب پر علامت ہوتے ہیں اور اُن کی بِنا پر

حکمِ کفر، دیا جاتا ہے، یوں ہی، بعض افعال بھی، اس کی اَمارت اور حکمِ تکفیر کے، باعث ہوتے ہیں۔

كَالْقَاءِ الْمُصْحَفِ فِي الْقَاذُوْرَاتِ وَ السُّجُودِ لِلصَّنَمِ وَ قَتلِ النَّبِيِّ وَ الزِّنا
بِحَضْرَتِهٖ وَ كَشْفِ الْعَورَةِ عِندَ الْاَذَانِ وَ قِرَأةِ الْقُرآنِ عَلیٰ جِهَةِ الْاِسْتِخْفَافِ ۔
وَ كُلُّ ما دَلَّ عَلیٰ الْاِسْتِهْزَاءِ بِالشَّرْعِ اَوِ الْاِزْدِرَاءِ بِهٖ۔

(جیسا کہ،قرآنِ کریم کو،گندگی میں پھینکنا،بُت کے لئے سجدہ،نبی کو قتل کرنا،اس کے روبرو
زنا کرنا،اذان سُن کر،شرم گاہ کو ننگا کرنا،قرآن کو،تحقیر کے انداز میں پڑھنا۔
اس کے علاوہ،ہر،وہ عمل،جو،شریعت کے ساتھ،اِستہزا و اِہانت پر،دلالت کرے۔ت)

یہ حکم،اس اجماع کا،منافی نہیں ہوسکتا کہ:
نفسِ فعل،مِنْ حَیثُ ھُوَ،مَبْنائے تکفیر نہیں،بلکہ،مِنْ حَیثُ ھُوَ کو نہ عَلماً عَلیٰ
الْجُحودِ الْباطِنی وَ التَّکذیبِ الْقَلْبی۔وَ الْعِیاذُ بِاللّٰهِ تَعَالیٰ مِنْهُ۔
(اس لحاظ سے کہ،یہ،باطنی انکار اور قلبی تکذیب کی علامت ہے۔وَالْعِیاذُ بِاللّٰهِ۔ت)
(ص۱۰۱و۱۰۲۔فتاویٰ رضویہ مترجَم،جلد پنجم۔مطبوعہ ہندو پاک۔وفتاویٰ رضویہ،دوم(قدیم)مطبوعہ،میرٹھ۔)

مسئلۂ تکفیر میں،ایک نہایت معلومات افزا اور جامع و مفید تحریر،ذیل میں،ملاحظہ فرمائیں۔
اپنے ایک طویل فتویٰ میں،امام احمد رضا،بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

''فِی الْوَاقِع،جو بدعتی،ضروریاتِ دین میں سے،کسی شے کا منکر ہو
باِجماعِ مسلمین،یقیناً،قطعاً،کافر ہے۔اگرچہ،کروڑ بار کلمہ پڑھے۔
پیشانی اس کی،سجدے میں ایک ورق ہوجائے،بدن اس کا،روزوں میں ایک خاکہ رہ جائے
عمر میں،ہزار حج کرے،لاکھ پہاڑ،سونے کے،راہِ خدا پر دے۔
وَاللّٰه،ہرگز ہرگز،کچھ مقبول نہیں۔
جب تک،حضور پُرنور صَلَّی اللّٰهُ تعالیٰ عَلَیهِ و سلَّم کی
اُن تمام ضروری باتوں میں جو،وہ،اپنے رب کے پاس سے لائے،تصدیق،نہ کرے۔
ضروریاتِ اسلام،اگر،مثلاً ہزار ہیں۔
تو،ان میں سے ایک کا بھی انکار،ایسا ہے،جیسا،نوسو،ننانوے(۹۹۹) کا ہے۔
آج کل،جس طرح،بعض بددینوں نے،یہ رَوِش نکالی ہے کہ:
بات بات پر،کفر و شرک کا اِطلاق کرتے ہیں اور مسلمانوں کو،دائرۂ اسلام سے خارج کہتے

ہوئے،مطلق نہیں ڈرتے ہیں۔حالاں کہ،مصطفیٰ عَلَیهِ افضلُ الصَّلوۃ وَ الثَّناء،ارشاد فرماتے ہیں:
فقد بَاءَ بِهٖ اَحد هُمَا۔(ص۹۰۱۔جلدِ دوم،صحیح بخاری۔کتابُ الادب۔بابُ مَنْ اَکفر
اَخاہ بِغَیرِ تاویلٍ ۔الخ۔قدیمی کتب خانہ،کراچی۔)
(ترجمہ:ان دونوں میں،سے ایک نے،یہ حکم،اپنے اوپر،لاگو،کرلیا۔مترجم)

یوں ہی،بعض مُدَاہنُوں پر،یہ بَلا،ٹوٹی ہے کہ:
ایک دشمنِ خدا سے صریح،کلماتِ توہین،آقائے عالَمِیّاں،حضور پُرنور،سیدالمُرسلین الکِرام
صلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیهِ وَ سلَّم،یا۔اور ضروریاتِ دین کا انکار،سنتے جائیں۔
اور،اسے سچا پکّا مسلمان،بلکہ،ان میں کسی کو،افضلُ العُلما،کسی کو،امامُ الاولیا،جانتے جائیں۔
یہ نہیں جانتے،یا۔جانتے ہیں اور نہیں مانتے کہ،اگر،انکارِ ضروریاتِ دین بھی،کفر نہیں
تو،عزیزو!بُت پرستی میں،کیا زہر گُھل گیا ہے؟وہ بھی،آخر،اِسی لئے کفر ٹھہری کہ:
اوّلِ ضروریاتِ دین،یعنی توحیدِ اِلٰہی جَلَّ وَ عَلَا کے،خلاف ہے؟
کہتے ہیں:وہ،کلمہ گو ہے،نماز پڑھتا ہے،روزے رکھتا ہے۔
ایسے ایسے مجاہدے کرتا ہے۔ہم،کیوں کر،اسے کافر کہیں؟
ان لوگوں کے سامنے،اگر،کوئی کلمہ پڑھے،افعالِ اسلام،ادا کرے۔
بایں ہمہ،دو خدا مانے،شاید،جب بھی کافر،نہ کہیں گے۔
مگر،اِس قدر نہیں جانتے کہ،اعمال،تو،تابعِ ایمان ہیں۔
پہلے،ایمان تو،ثابت کرلو۔پھر،اعمال سے،اِحتجاج کرو۔
ابلیس کے برابر،تو،یہ مجاہدے،کاہے،کو،ہوئے؟
پھر،اُس کے کیا کام آئے،جو،اِن کے کام آئیں گے؟
آخر،حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعالیٰ عَلَیهِ وَ سَلَّم نے،ایک قوم کی
کثرتِ اَعمال،اِس درجہ بیان فرمائی کہ:
تُحَقِّرُوْنَ صَلٰوتَکُم مَعَ صَلٰوتِهِمْ وَ صِیامَکُم مَعَ صِیامِهِم۔
اَوْ کَمَا قَالَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیهِ وَسَلَّم۔
(ص۷۵۶۔صحیح بخاری،جلد دوم۔کتابُ فضائلِ الْقُرآن،بابُ مَنْ رَایا بِقِراءةِ الْقُرآن)

(ترجمہ:۔ان کی نمازوں کے مقابلے میں، تم، اپنی نمازوں کو، اوران کے روزوں کے مقابلے میں، تم، اپنے روزوں کو، حقیر سمجھو گے۔
جیسا کہ، رسول اللہ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلّم نے فرمایا۔مترجم)

پھر، ان کے دین کا بیان فرمایا کہ:

یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ کَمَا یَمْرُقُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ۔

(ص ۷۵۶۔صحیح بخاری، جلدِ دوم، کتاب فضائل القرآن، مطبوعہ کراچی۔)

(ترجمہ: دین سے، اِس طرح، نکل جائیں گے، جیسے تیر، شکار سے،، پار نکل جاتا ہے۔)

رہی کلمہ گوئی، تو، مجرّد زبان سے کہنا، ایمان کے لئے، کافی نہیں۔

منافقین تو، خوب زوروشور سے کلمہ پڑھتے ہیں۔حالاں کہ، اُن کے لئے

فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ (سورۂ آلِ عمران۴۔آیت ۱۴۵)

(ترجمہ:۔جہنّم کی نچلی تہ میں۔مترجم) **کا، فرمان ہے۔وَالْعَیَاذُ بِاللّٰہِ۔**

اَلْحَاصِل، ایمان، تصدیقِ قلبی کا نام ہے۔اور، وہ، بعد اِنکارِ ضروریاتِ دین، کہاں؟ مثلاً:

(۱) جو رافضی، اِس قرآن مجید کو، جو، بفضلِ اِلٰہی، ہمارے ہاتھوں میں موجود، ہمارے دلوں میں محفوظ، عیاذاً باللّٰہِ **''بیاضِ عثمانی''** بتائے۔

اس کے ایک حرف، یا۔ایک نقطہ کی نسبت، صحابہ، یا۔اہلِ بیت، یا۔کسی شخص کے گھٹانے، یا۔بڑھانے کا، دعویٰ کرے۔

(۲) یا۔اِحتمالاً، کہے: شاید، ایسا ہو۔

(۳) یا۔کہے: مولا علی، یا۔باقی اَئمہ، یا۔کوئی غیرِ نبی، اَنبیاےسابقین علیہم الصّلوٰۃُ وَ السَّلام سے، افضل ہیں۔

(۴) یا۔مسئلۂ خبیثۂ ''بدء'' کا، قائل ہو۔یعنی کہے:
باری تعالیٰ، کبھی ایک حکم سے پریشان ہوکر، اُسے بدل دیتا ہے۔

(۵) یا۔کہے: ایک وقت تک، مصلحت پر، اطلاع، نہ تھی۔جب، اسے اطلاع ہوئی، حکم، بدل دیا۔
تَعَالیٰ اللّٰہُ عَمَّا یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْراً۔

(۶) یا۔دامنِ عِفّت، ماٰمنِ طیب، اَطیب اَعطر اَطہر کنیزانِ بارگاہِ طہارت پناہ

حضرت اُمُّ الْمُؤمِنِیْنَ، صدیقہ بنت الصّدیق صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ زَوْجِھَا الْکَرِیْمِ وَ اَبِیْھَا وَ عَلَیْھَا بارک و سلّم کے بارے میں
اُس اِفکِ مبغوض، مغضوب، ملعون کے ساتھ، اپنی زبان، آلودہ کرے۔

(۷) یا۔کہے: احکامِ شریعت، حضراتِ اَئمۂ طاہرین کے سپرد تھے۔
جو، چاہتے، راہ نکالتے۔جو، چاہتے، بدل ڈالتے۔

(۸) یا۔کہے: مصطفیٰ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلّم کے بعد
اَئمۂ طاہرین پر، وحیِ شریعت آتی تھی۔

(۹) یا۔کہے: اَئمہ میں سے کوئی شخص، حضور پُرنور مصطفیٰ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلّم کا، ہم پلّہ تھا۔

(۱۰) یا۔کہے: حضراتِ کریمَیْن اِمامَیْن شہیدَین، رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْھُمَا
حضور پُرنور، صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلّم سے افضل ہیں۔کہ:
ان کی سی ماں، حضور کی والدہ، کب تھیں؟ اور اُن کے سے باپ، حضور کے والد، کہاں تھے؟
اوران کے سے نانا، حضور کے نانا، کب تھے؟

(۱۱) یا۔کہے: حضرت جنابِ شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے، نوح کی کشتی بچائی، ابراہیم پر، آگ بجھائی، یوسف کو، بادشاہی دی، سلیمٰن کو، عالم پناہی دی۔عَلَیْھِمُ الصَّلوٰۃُ وَ السَّلامُ اَجْمَعِین۔

(۱۲) یا۔کہے: مصطفیٰ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلّم نے، کبھی، کسی وقت، کسی جگہ:
حکمِ اِلٰہی کی تبلیغ میں، معاذَ اللّٰہ، تقیّہ فرمایا۔اِلیٰ غیرِ ذٰلِک مِنَ الْاَقْوَالِ الْخَبِیْثَۃ۔

(۱) یا۔جو نجدی وہابی، حضور پُرنور، سَیِّدُ الْاَوَّلِین وَ الْآخِرِین صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَ سلّم کے لئے، کوئی مثل، آسمان، یا۔زمین، طبقاتِ بالا میں، یا۔زیریں میں، موجود مانے۔
یا۔کہے: کبھی موجود تھا۔یا۔کبھی ہوگا۔یا۔شاید ہو۔
یا۔ہے، تو، نہیں، مگر، ہوجائے، تو، کچھ حرج بھی نہیں۔

(۲) یا۔حضور خاتمُ النَّبِیّٖن صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و سلّم کے ختمِ نبوت کا انکار کرے۔

(۳) یا۔کہے: آج تک، جو صحابہ و تابعین، خاتَمُ النَّبِیّٖن کے معنی، آخرُ النَّبِیّٖن سمجھتے رہے، خطا پر تھے۔نہ، پچھلا نبی ہونا کوئی کمال، بلکہ، اس کا معنی، یہ ہے، جو، میں نے سمجھا۔

(۴) یا۔ کہے: مَیں، ذِمّہ کرتا ہوں کہ، اگر:

حضورِاقدس، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَ سلَّم کے بعد، کوئی نبوت پائے، تو، کوئی مضائقہ نہیں۔

(۵) یا۔ دو، ایک بُرے نام، ذِکر کرکے، کہے:

نماز میں، جنابِ رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَ سَلَّم کی طرف، خیال لے جانا فلاں وفلاں کے تصور میں، ڈوب جانے سے، بدتر ہے۔ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلیٰ مَقالَتِہِ الْخَبِیْثَہ ۔

(۶) یا۔ بوجہِ تبلیغِ رسالت، حضورِ پُرنور، مَحبوب رَبِّ الْعَالَمِین ، مَلِکُ الْاَوَّلِین وَالْآخِرِینَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو، اُس چپراسی سے تشبیہ دے

جو، فرمانِ شاہی، رعایا کے پاس لایا۔

(۷) یا۔ حضورِ اَقدس، مالک و مُعطیِ جنت، عَلَیْہِ افضلُ الصَّلوٰۃُ وَ التَّحِیَّۃ اورحضرت سیدنا مولانا علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ، وحضرت سیدنا غوثِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنْہُ کے اَسمائے کریمہ طیبہ، لکھ کر کہے (خاک بدہنِ گستاخاں) یہ سب، جہنم کی راہیں، ہیں۔

(۸) یا۔ حضور، فریادرَسِ بے کساں، حاجت رَوَائے دوجہاں، صَلَوٰتُ اللّٰہِ تَعَالیٰ وَسَلامُہٗ عَلَیْہِ سے، اِستعانت کو، بُرا کہہ کر، یوں، ملعون مثال دے کہ:

جو غلام، ایک بادشاہ کا، ہورَہا، اُسے، دوسرے بادشاہ سے کام بھی، نہیں رہتا۔ پھر کیسے ....
کا کیا ذکر ہے؟ اور یہاں، دو ناپاک قوموں کے نام لکھے۔

(۹) یا۔ اُن کے مزارِ پُرانوار کو۔ فائدۂ زیارت میں۔ کسی پادری کافر کی گور کے برابر ٹھہرائے۔

اَشَدُّ مُقْتِ اللّٰہِ عَلیٰ قَولِہٖ۔

(۱۰) یا۔ اُس کی خباثتِ قلبی، توہینِ شانِ رفیعُ المُکان، وَاجِبُ الْاِعْظام، حضور سَیِّدُ الْاَنَامِ عَلَیْہِ اَفضلُ الصَّلوٰۃِ وَ السَّلام پر، باعث ہوکر، **اپنا بڑا بھائی بتائے۔**

(۱۱) یا۔ کہے: (اُن کے بدگو) **مَر کر، مٹی میں، مل گئے۔**

(۱۲) یا۔ کہے: اُن کی تعریف، ایسی ہی، کرو، جیسے آپس میں ایک دوسرے کی، کرتے ہو۔

بلکہ، اُس سے بھی کم۔ اِلیٰ غَیرِ ذٰلِکَ مِنَ الْخُرَافاتِ الْمَلْعُوْنَہ ۔

(۱) یا۔ کوئی نیچری، نئی روشنی کا، مُدَّعی، کہے:

باندی غلام بنانا، ظلمِ صریح اور بہائم کا سا کام ہے۔

جس شریعت میں کبھی، یہ فعل جائز رہا ہو، وہ شریعت، مِنْ جانبِ اللّٰہ، نہیں۔

(۲) یا۔ مُعجزاتِ انبیا عَلَیْہِمُ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام سے، انکار کرے۔

نیل کے شق ہونے کو، جوار بھاٹا بتائے، (حضرت موسیٰ کے) عَصا کے اژدہا، بن کر حرکت کرنے کو، سیماب وغیرہ کا، شُعبدہ ٹھہرائے۔

(۳) یا۔ مسلمانوں کی جنت کو، معاذَ اللّٰہ، رنڈیوں کا، چکلہ، کہے۔

(۴) یا۔ نارِجہنم کو، اَلمِ نفسانی سے، تاویل کرے۔

(۵) یا۔ وجودِ ملائکہ عَلَیْہِمُ السَّلام کا، مُنکر ہو۔

(۶) یا۔ کہے: آسمان، ہر بلندی کا نام ہے۔ وہ جسم، جسے مسلمان، آسمان کہتے ہیں، محض باطل ہے۔

(۷) یا۔ کہے: شیطان (کہ، اس کا معلِّم شفیق ہے) کوئی چیز نہیں۔ فقط، قوتِ بدی کا نام ہے۔

اور قرآنِ عظیم میں، جو قصے، آدم وحوا وغیرہُما کے موجود ہیں، جن سے شیطان کا وجودِ جسمانی سمجھا جاتا ہے، تمثیلی کہانیاں ہیں۔

(۸) یا۔ کہے: ہم، بانیِ اسلام کو، بُرا کہے بغیر، نہیں رہ سکتے۔

(۹) یا۔ نُصوصِ قرآنیہ کو، عقل کا، تابع بتائے، کہ:

جو بات، قرآنِ عظیم کی، قانونِ نیچر کے مطابق ہوگی، مانی جائے گی۔

ورنہ، کفرِ جلی کی رُوے زِشت پر، پردہ ڈھکنے کو، ناپاک تاویلیں کی جائیں گی۔

(۱۰) یا۔ کہے: نماز میں اِستقبالِ قبلہ، ضروری نہیں۔ جدھر منہ کرو، اُسی طرف، خدا ہے۔

(۱۱) یا۔ کہے: آج کل کے یہود ونصاریٰ، کافر نہیں۔ کہ:

انہوں نے، نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا زمانہ، نہ پایا، نہ حضور کے معجزات دیکھے۔

(۱۲) یا۔ ہاتھ سے کھانا، کھانے وغیرہ بعض سُنَن کے ذکر پر، کہے:

تہذیب، نصاریٰ نے، ایجاد کی۔

نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانہ میں، بعض افعال، نامہذّب تھے۔

اور، یہ دونوں کلمے، بعض اَشْقِیَا سے، فقیر نے خود سُنے۔ اِلیٰ غَیرِ ذٰلِکَ مِنَ الْاَباطِیلِ۔

(۱) یا۔ کوئی جھوٹا صوفی کہے:

جب بندہ، عارِف بِاللّٰہ ہوجاتا ہے، تکالیفِ شرعیہ، اُس سے، ساقط ہوجاتی ہیں۔

یہ باتیں،تو،خداتک پہنچنے کی راہ ہیں۔جو،مقصودتک،وَاصِل ہوگیا،اُسے راستہ سے کیا کام؟

(۲)یا۔کہے:یہ رکوع وسجدہ،تو،مجوبوں کی نماز ہے۔محبوبوں کو،اِس نماز کی،کیا ضرورت؟

ہماری نماز،ترکِ وجود ہے۔

(۳)یا۔یہ نمازروزہ،تو،عالموں نے،انتظام کے لئے بنالیا ہے۔

(۴)یا۔جتنے عالم ہیں،سب،پنڈت ہیں۔

عالم وہی ہے جو،انبیاے بنی اسرائیل کے مثل معجزہ دکھائے۔یہ بات،حسنین کریمین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا کو،حاصل ہوئی۔وہ بھی،ایک مدت کے بعد،مَولیٰ علی کے سکھانے سے۔

کَمَا سَمِعْتُہٗ مِن بَعضِ الْمُتَھَوِّرِین عَلیٰ اللهِ تَعَالیٰ۔

(ترجمہ:جیسا کہ میں نے خود،ایسےلوگوں سے سنا ہے،جو،اللہ تعالیٰ پر،جُرات کرتے ہیں۔مترجم)

(۵)یا۔خداتک پہنچنے کے لئے اسلام،شرط نہیں۔

بیعت،بِک جانے کا نام ہے۔اگر،کافر،ہمارے ہاتھ پر،بِک جائے،ہم،اُسے خداتک پہنچادیں گے۔گو،وہ،اپنے دینِ خبیث پر،رہے۔

(۶)یا۔رنڈیوں کا ناچ،عَلانیہ دیکھے۔

جب،اس پر،اعتراض ہو،تو،کہے کہ:

یہ،تو،نبی صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی سُنَّت ہے۔

کَمَا بَلَغَنِی عَنْ بَعْضِهِم ۔وَاعْترف بِهٖ بعضُ خُلَّصِ مُرِيدِيهٖ۔(ترجمہ:جیسا کہ،ان کے بعض سے،مجھے اِطلاع ملی اوراس کے مخلص مرید نے،اس کا اِعتراف کیا۔مترجم)

(۷)یا۔شبانہ روز،طَبلہ سارنگی میں،مشغول،رہے۔

جب،تحریم مزامیر کی احادیث سنائیں،تو،کہے:

یہ مذمّتیں تو،اُن کثیف،بےمزہ باجوں کے لئے،وارِد ہوئیں،جو،اُس وَقت،عرب میں رائج تھے۔یہ لطیف،نفیس،لذیذباجے،جو،اَب،ایجاد ہوئے،اُس زمانے میں ہوتے،تو:

نبی صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اورصحابۂ کرام،سِوَا،اُن کے سننے کے،ہرگز کوئی کام،نہ کرتے۔

(۸)یا۔کہے:

بمعنی خدا ہے، سَراپا گیا ہے — محمد، خدا ہے، خدا ہے محمد

یہ دونوں ہیں ایک،ان کو،دومت سمجھنا — خدا باطن و ظاہرا ہے محمد

(۹)یا۔کہے:

مسیحا سے،تری آنکھوں کے،سب بیمار،اچھے ہیں

اشاروں میں جِلا دیتے ہیں مُردہ،یارسولَ اللہ

(۱۰)یا۔کہے:

علی،مشکل کشا،شیرِ خدا تھا اور حیدر تھا — وہ بالا مرتبہ تھا،راکبِ دوشِ پیمبر تھا

بربِّ کعبہ،کبِ خیبر شکن،فرزندِ آزر تھا — بتوں کے توڑنے میں،اس سے ابراہیم،ہمسر تھا

اگر،ہوتا نہ زیرِ پا،کفِ،شاہِ رسولاں کا

(۱۱)یا۔کہے:مولیٰ علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْهَهٗ،اللّٰہ تعالیٰ کے محبوب تھے۔

اورانبیاے سابقین عَلَيْهِمُ الصَّلوٰةُ وَ السَّلام میں،کوئی خدا کا محبوب،نہ تھا۔

(۱۲)یا......اس کے جلسہ میں،لااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ فُلَانٌ رَسُولُ اللهِ،اُسی مغرور کا نام لے کر کہا جائے۔اور،وہ،اُس پر،راضی ہوجائے۔

یہ سب فرقے،بِالْقَطْعِ وَالْيَقِين،کافرِ مطلق ہیں۔

هَدَاهُمُ اللّٰہُ تَعَالیٰ اِلیٰ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيم۔

وَ اِلَّا لَعَنَهٗ لَعنَةً تُبِيْدُ صِغَارَهُم وَ كِبَارَهُم وَ تُزِيْلُ عَنِ الْاِسلامِ وَالْمُسْلِمِين عَارَهُم وَ عَوَارَهُم۔ آمِين۔ اِلیٰ آخِرِهٖ۔

(ص۱۲۳تاص۱۲۸۔فتاویٰ رضویہ مترجم،جلد۱۴۔مطبوعہ ہندوپاک)

اہلِ سُنَّت کے مُعتمد ومتبحرعالمِ دین،مولانا سید احمد سعید،کاظمی،امروہوی (انوارُالعلوم ملتان۔پنجاب،پاکستان) لکھتے ہیں:

''مسئلۂ تکفیر میں،ہمارا مسلک،ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ:

جو شخص بھی،کلمۂ کفر بول کر،اپنے قول،یا۔فعل سے،اِلتزامِ کفر کرے گا۔

ہم،اُس کی تکفیر میں،تامُّل نہیں کریں گے۔

خواہ،دیوبندی ہو،یا بریلوی۔لیگی ہو،یا کانگریسی۔نیچری ہو،یا ندوی۔

اِس میں،اپنے پرائے کا امتیاز کرنا،اہلِ حق کا شیوہ نہیں۔

اِس کا مطلب، یہ ہرگز نہیں کہ:

ایک لیگی نے، کلمۂ کفر بولا، تو، ساری لیگ، معَاذَ اللّٰہ، کافر ہو گئی۔

یا۔ ایک ندوی نے، اِلتزامِ کفر کیا، تو، معاذَ اللّٰہ، سارے ندوی، مُرتد ہو گئے۔

ہم، تو، بعض دیوبندیوں کی کفری عبارات کی بنا پر، ہر ساکنِ دیوبند کو بھی، کافر نہیں کہتے۔

ہم، اور ہمارے اکابر نے، بار بار، اعلان کیا ہے کہ:

ہم، کسی دیوبند، یا۔ لکھنؤ والے کو، کافر نہیں کہتے۔

ہمارے نزدیک، صرف، وہی، کافر ہیں، جنھوں نے، معَاذَ اللّٰہ:

اللّٰہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول اور محبوبِ ایزدی کی شان میں، گستاخیاں کیں۔

اور باوجود تنبیہِ شدید کے، اپنی گستاخیوں سے، توبہ نہیں کی۔

نیز، وہ لوگ، جو، اِن گستاخیوں پر مطّلع ہو کر، اور اِن کے صریح مفہوم کو، جان کر:

گستاخیوں کو، حق سمجھتے ہیں۔ اور گستاخوں کو، مومن، اہلِ حق، اپنا مقتدا، اور پیشوا مانتے ہیں۔

اور بَس! ان کے علاوہ، ہم نے، کسی مُدّعیِ اسلام کی تکفیر نہیں کی۔

ایسے لوگ، جن کی ہم نے تکفیر کی ہے، اگر، ان کو، ٹٹولا جائے، تو، وہ، بہت قلیل ہیں اور محدود۔

ان کے علاوہ، نہ کوئی دیوبند کا رہنے والا کافر ہے، نہ بریلی کا۔ نہ لیگی، نہ ندوی۔

ہم، سب مسلمانوں کو، مسلمان سمجھتے ہیں۔''

(ص ۲۴۔۲۵۔ **اَلْحَقُّ الْمُبِین**، از مولانا احمد سعید، کاظمی۔ مطبوعہ ملتان، پنجاب۔ پاکستان)

شارحِ بخاری، حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی، سابق صدر شعبۂ اِفتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ (متوفی ۶ رصفر ۱۴۲۱ھ/۱۱ رمئی ۲۰۰۰ء) لکھتے ہیں:

''کلمات اور افعال، دو قسم کے ہیں:

ایک، وہ، جو، کفر میں، متعیّن ہیں۔

جن میں، کوئی پہلو، قریب، یا۔ بعید، اسلام کا نہیں۔

دوسرے، جن کا ظاہر، کفر۔ اگر چہ، کسی تاویلِ بعید سے، وہ کفر، نہ ہوں۔

جمہور فُقہا، ثانی صورت پر، حکمِ کفر، دیتے ہیں۔

محققین فُقہا اور متکلّمین، ایسی صورت میں، کفِّ لِسان کرتے ہیں۔

پہلی صورت میں، دونوں فریق، کافر کہتے ہیں۔

اسی طرح، بعض افعال کے کفر ہونے، نہ ہونے میں، عُلما کا اختلاف ہے۔

ایسی صورت میں، اِحتیاطاً، توبہ وتجدیدِ ایمان ونکاح کا حکم، دِیا جاتا ہے۔

اسی طرح، جو افعال یا۔ اقوال، جمہور فُقہا کے نزدیک، کفر ہیں، اُن کے قائل اور مُرتکب پر بھی، توبہ وتجدیدِ ایمان ونکاح کا، حکم ہے۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔''

(ص ۵۴۰۔ فتاویٰ شارحِ بخاری۔ جلدِ دوم)

''عوام کا عُرف، مدارِ حکم نہیں۔ حکم کا مدار، حقیقی معنی پر ہے۔

اِس لئے، ایسا شخص، جو، اپنے آپ کو، دیوبندی کہتا ہو، لوگ بھی، اس کو، دیوبندی کہتے ہوں۔

وہ، ان چاروں عُلمائے دیوبند کو، اپنا مقتدا اور پیشوا مانتا ہو۔

حتیٰ کہ، اہلِ سُنّت کو، بدعتی بھی، کہتا ہو۔

مگر، ان چاروں کی مذکورہ بالا کفریات پر، مطّلع نہیں۔

تو، وہ، حقیقت میں، دیوبندی نہیں۔

اس کا، یہ حکم نہیں کہ، یہ شخص، کافر ہو۔

یا۔ اس کی نمازِ جنازہ پڑھنی، کفر ہو۔ وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعلم۔''

(ص ۹۱۴۔ معارفِ شارحِ بخاری۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی)

کسی مُدّعیِ اسلام کی نامزد تکفیر کے لئے، عُلما وفُقہائے اہلِ سُنّت نے یہ ضابطہ اور اصول، متعیّن ومقرّر فرمایا دیا ہے کہ:

(۱) کلام (۲) تکلُّم (۳) مُتکلِّم۔ اِن تینوں کا، قطعی ویقینی تحقُّق ہو جائے۔

یعنی، ان میں سے، کسی ایک میں بھی، شک وشبہ کی کوئی گنجائش، باقی، نہ رہے۔

اور کسی بھی اِحتمال، یا۔ قابلِ قبول تاویل کی، ان میں سے کسی ایک میں بھی کوئی گنجائش، نہ پائی جا سکے۔

یہ اِلتزامِ کفر، قولاً ہو، یا۔ عملاً، دونوں صورتوں میں، تکفیر کا حکم، یکساں ہے۔

اِس شرعی اصول وضابطہ کو، ایک مثال کے ذریعہ، آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے کہ:

زید، اگر، مُدّعیِ اسلام ہے۔ اور، وہ، کسی ایسے فرقے کا، فرد نہیں، جس کی عُلما وفُقہائے اہلِ سُنّت

نے بحیثیتِ مجموعی، تکفیر کی ہو۔ تو، **اس کی تکفیر، صرف، اِس صورت میں ہوسکتی ہے کہ:**

وہ، اپنے کسی قول، یا۔ فعل سے ضروریاتِ دین، یا۔ ان میں سے، کسی ایک کا، انکار کرے۔

اور، اس کے، اس مُنافیِ اسلام قول، یا۔ عمل کی (یا۔ کسی موجبِ تکفیر استہزا وَ استخفاف کی)

شرعی تحقیق ہوجائے کہ:

(۱) کفری قول، یا۔ عمل کا، صُدُور و اِلتزام ہوا ہے۔

(۲) یہ قول، یا عمل، موجبِ تکفیر ہے۔

(۳) یہ قول، یا۔ عمل، زید ہی کا ہے۔

اِن تینوں اُمور کے تحقُّق و ثبوتِ شرعی کے بعد ہی، زید کی تکفیر، جائز ہوگی۔

اور کسی شخص کی نامزد تکفیر کرنا، صرف مستند و معتمد اور ماہر و تجربہ کار فقیہ و مفتی کا، فریضہ ہے۔

عام مفتیوں اور مولویوں کو، کسی کی نامزد تکفیر سے، سخت اِجتناب و احتراز، لازم ہے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں، حضرت عبداللہ بن عمر، رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُمَا سے
مَروی، ایک حدیث ہے کہ، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسَلَّم نے ارشاد فرمایا:
(ترجمہ) یعنی، جو مسلمان، کسی مسلمان کی طرف، کسی کفر کی نسبت کرے، اسے کافر کہے۔
اور، وہ، درحقیقت، ایسا نہ ہو، تو کفر، اس قائل کی طرف، پلٹ آئے گا۔ اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ۔

یہ وعیدِ شدید، ایسے لوگوں کی آنکھیں، کھولنے، بلکہ، انہیں، لرزہ براندام کر دینے کے لئے
کافی ہے، جو، کسی تحقیق و ثبوتِ شرعی کے بغیر، بے بنیاد طور سے
کسی مسلمان کی تکفیر کرنے، اسے کافر کہنے کی، جرأت و جسارت اور ایمان سوز حرکت، کر بیٹھتے ہیں۔
یا۔ کسی مسلمان پر، بے بنیاد طور سے، یہ الزام، عائد کر دیتے ہیں کہ:
اس نے، فلاں فرد، یا۔ طبقہ کی تکفیر کی ہے، اسے کافر کہا ہے۔ نَعُوذُ بِاللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِین۔

ایسے، ہر شخص کو، مؤاخذۂ شرعی و غضبِ خداوندی سے، ڈرنا چاہیے۔

اور، اسے ہر مرحلہ میں، ہر لحہ اور ہمہ وقت، یاد رکھنا چاہیے کہ:

اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ۔ (اَلآیہ)

یقیناً، ربِّ کائنات، خدائے قہّار و جبّار کی گرفت، بڑی ہی سخت ہے۔

سابقُ الذِّکر کفری عبارات کے سلسلے میں، عُلما و فُقَہاے اہلِ سُنَّت کا واضح موقف، یہ ہے کہ:

بعدِ اِطلاعِ تام و فہمِ کامل، جو شخص، اِن عباراتِ کفریہ کے قائلین و مُصَدِّقین کی تکفیر، نہ کرے
وہ بھی، انھیں قائلین و مُصَدِّقین کے حکم میں ہے۔

یہی مطلب ہے اِس ضابطۂ شرعی کا، جو، دُرِّ مختار (ص ۳۵٦، بابُ الْمُرتد، جلدِ اول۔
مطبع مجتبائی، دہلی) میں، منقول ہے کہ: **مَنْ شَکَّ فِی کُفْرِہٖ وَعَذَابِہٖ فقد کفر۔**
یعنی، جو شخص، کسی کے قول و فعل میں، کسی صریح اور قطعی کفر کے صُدور و وُضوح اور ثبوتِ شرعی کے
بعد، اُس کے قائل و فاعل کے کافر ہونے اور اس کے کفرِ صریح کے سبب، اُس پر ہونے والے عذاب
کے بارے میں، کچھ بھی، شک و شُبہ میں مبتلا ہو، وہ، خود، کافر ہوجائے گا۔ اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ۔

کفرِ صریح و ارتکابِ کفر و التزامِ کفر اور اس کے قائل و فاعل کے بارے میں
اِطلاعِ تام و فہمِ کامل، ایک لازمی شرط ہے۔

اس کے بغیر، کسی مدعیِ اسلام کے بارے میں، نامزد طور سے، تکفیرِ شرعی کا حکم
جاری اور نافذ نہیں کیا جاسکتا۔

بعض اکابر عُلماے دیوبند (مولانا محمد قاسم، نانوتوی و مولانا رشید احمد، گنگوہی و مولانا
اشرف علی، تھانوی و مولانا خلیل احمد، انبیٹھوی، سہارن پوری) کی تحریرات و عبارات، وعقائد
وخیالات و تصدیقات و توثیقات، گذشتہ صفحات میں، قارئینِ کرام، مطالعہ کر چکے ہیں۔

ان سب کے خلاف، شرعی مؤاخذات اور فتاویٰ پر مشتمل کتابِ مُستطاب
''حُسَامُ الْحَرَمین عَلیٰ مَنْحَرِ الْکُفرِ وَ الْمَیْن'' کا، اپنے ایک فتویٰ میں ذکر
کرتے ہوئے امام اہلِ سنّت، مولانا الشاہ، محمد احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ
تحریر فرماتے ہیں:

....''عُلماے حَرمین نے، بِالاتفاق، نام بنام، ان سب کی تکفیر کی۔ اور صاف فرمایا:
مَنْ شَکَّ فِی کُفْرِہٖ و عَذابِہٖ فقد کفر۔ (ص ٦٧٧۔ بابُ اَحْکامِ الْجِزْیۃ۔
مَجمعُ الْاَنہر شرح مُلْتقیٰ الْاَبحر۔ دارُ اِحیاء التُّراثِ العربی۔ بیروت۔ لبنان)
(جس نے، ان کے کفر و عذاب میں، شک کیا، وہ بھی، کافر ہے۔ ت)
جو، ان کے اقوال پر مطّلع ہو کر، ان کے کافر ہونے میں، شک کرے، وہ خود، کافر'' الخ۔
(ص ۱۷۳۔ فتاویٰ رضویہ، مترجَم، جلد چودہ (۱۴) مطبوعہ پاک و ہند)

........"عُلماے حرمین شریفین نے،ان کی نسبت،تصریح فرمائی کہ:

مَنْ شَکَّ فِی کُفرِہٖ فقد کفر۔(ص۳۱۔حُسَامُ الْحَرَمَین۔مکتبہ نبویہ،لاہور)

(جس نے ان کے کفر میں،شک کیا،اس نے کفر کیا۔ت)

جو،ان کے اَقوال پر،مطّلع ہوکر،انھیں،کافر نہ جانے

بلکہ،ان کے کفر میں،شک ہی کرے وہ بھی،کافر ہے۔" الخ۔

(ص۳۶۴۔فتاویٰ رضویہ۔مترجَم۔جلد چودہ (۱۴)۔مطبوعہ۔پاک وہند)

متوارِث طور سے، عہدِ رسالت ودَورِصحابہ وتابعین و تبعِ تابعین سے، منقول ومعمول جو،عقائد واعمال ، قدیم کتبِ تفسیر وحدیث وفقہ وتصوف وسیرت وتاریخ میں ،موجود ہیں وہی،آج بھی،**سَوادِاعظم اہلِ سُنَّت وجماعت کے،عقائدواعمال ہیں۔**

اکابر عُلماے سلسلۂ حقی ،دہلی وسلسلۂ عزیزی،دہلی اوراکابر علماے سلسلۂ فرنگی محل،لکھنؤ ومشائخِ مارہرہ مطہّرہ وکچھوچھہ مقدسہ وعُلماے خیرآباد وبدایوں وبریلی ومبارک پوروغیرہ نے **عہد بہ عہد،اپنی تحریر وتقریر کے ذریعہ،ہمیشہ،انھیں کی دعوت دی ہے۔**

حضرت شیخ عبدالحق،محدّث دہلوی وحضرت شاہ عبدالعزیز،محدّث دہلوی وبحرالعلوم،مولانا عبدالعلی،فرنگی محلی لکھنوی ومولانا فضلِ حق،خیرآبادی ومولانا فضلِ رسول،عثمانی،بدایونی وخاتم الاکابر مولانا سیدشاہ آل رسول،احمدی برکاتی،مارہروی ونورُ العارفین،سیدشاہ ابوالحسین احمد،مارہروی وشیخ المشائخ،سیدشاہ علی حسین اشرفی ،کچھوچھوی ،وتاجُ الفحول ،مولانا عبدالقادر،عثمانی ،بدایونی ومفتی ارشادحسین،مجدّدی،رام پوری اورامام اہلِ سنّت ،مولانا الشاہ احمدرضا،حنفی،قادری،برکاتی بریلوی وغیرھم رِضْوَانُ اللہ تَعَالیٰ عَلَیْہِم اَجْمَعِین ،کی تعلیمات ونظریات کے صحیح داعی وترجمان بھی،یہی حضرات ہیں۔جو،اسلام کے صحیح وارث وامین اوراس کے سچے مبلّغ وترجمان ہیں۔

جو،کسی دخیل فکر،جدید نظریہ اورغیراسلامی فکروخیال کو،ایک لمحہ کے لئے بھی،برداشت کرنے کے لئے،تیارنہیں۔**اپنی قدیم وراثت وامانت وروایت کو،سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔**

اور،اسے،ہی اپنے اوردیگر مسلمانانِ عالَم کے لئے سرمایۂ سعادت اورذریعۂ نجات سمجھتے ہیں۔

مسلمانوں کی اِعتقادی واخلاقی ومعاشرتی اِصلاح کے لئے اپنے فتاویٰ کے اندر اسلاف واکابر عُلماے اہلِ سُنَّت کی طرح،فقیہِ اِسلام،ابوحنیفۂ ہند،امام احمدرضا،قادری برکاتی

بریلوی نے بھی،جابجا،تنبیہ وتاکید کی۔جو،چھوٹے بڑے رسائل کی شکل میں،مطبوع ہیں۔

انھیں پڑھیے،تو،آپ کو معلوم ہوگا کہ:

(۱)غیرِ خدا کے لئے سجدۂ عبادت،شرک۔اورسجدۂ تعظیمی،حرام ہے۔

(۲)پیغمبرِ اسلام صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عبدیت وبشریت کا اِنکار،کفرِ صریح ہے۔

(۳)انبیاومُرسلین عَلَیْہِمُ الصَّلوٰۃُ وَ التَّسلیم میں سے جس کو،جو بھی علمِ غیب مِلا وہ عَطاے اِلٰہی سے،ہی،حاصل ہوا۔

(۴)بے علم صوفی اورشریعت پرعمل،نہ کرنے والاشخص،شیطان کا مَسخرہ ہے۔

(۵)شریعت ہی ،اصل ہے اور اِتبّاعِ شریعت ،ہر مسلمان پر،ہمہ وقت،لازم ہے۔

(۶)بدعات ومُنکرات سے اِجتناب،ضروری ہے۔

(۷)کفّار سے مشابہت،بدمذہبوں سے میل جول،میلۂ ہنود میں شرکت،ناجائز ہے۔

(۸)نَسب پرفخر کرتے ہوئے،کسی مسلمان کی تحقیر،ناجائز ہے۔

(۹)تعزیہ داری،بدعت وناجائز ہے۔

(۱۰)باجہ ومزامیر کے ساتھ،قوالی،ناجائز ہے۔

(۱۱)زیارتِ قبور کے لئے عورتوں کا سفر کرنا،ناجائز ہے۔

(۱۲)تصویر کشی،ناجائز ہے۔

(۱۳)صلعم" "ؑ"،وغیرہ لکھنا،ناجائز ہے۔

(۱۴)فرضی قبر کی زیارت،ناجائز ہے۔

(۱۵)میت کے لئے ایصالِ ثواب اوراس کے لئے مخصوص کھانے سے غُربا ومَساکین کو کھانا کھلانا،جائز،مگر،بہ طورِدعوت کسی کو بھی،شریکِ طعام کرنا،ناجائز ہے۔وغیرہ وغیرہ۔

تفصیل کے لئے دیکھیے میری کتاب**"امام احمدرضا اوررَدِّ بدعات ومنکرات"مطبوعہ ہند وپاک۔**

اسلاف واکابر سَوادِاعظم اہلِ سُنَّت وجماعت کی طرح،آج بھی مشائخِ مارہرہ مطہّرہ وکچھوچھہ مقدّسہ وغیرہ اورعُلماے بدایوں وخیرآباد وبریلی ومبارک پور، انبیاوصالحین سے توسُّل اورتبرکات وآثار کی زیارت،مزاراتِ مقدسہ کی زیارت،ممنوعات سے خالی اَعراس میلادوقیام وفاتحہ وایصالِ ثواب،وغیرہ کے جواز واِستحسان کے قائل اوراس پر،عامل ہیں۔

جو،اکابر صوفیہ ومشائخ وعُلما ومبلغینِ اسلام اوراسلافِ کرام کا،صدیوں قدیم طریقہ رہا ہے۔

اورآج بھی، عالَمِ اسلام کے ہر خِطّے اور ہر علاقے کی، اَسّی، نوے فی صد آبادی میں، اس کا دستور و رواج ہے۔

عصرِ حاضر کی نہایت اہم عربی کتاب، ''**مَفَاهِيمُ يَجِبُ اَنْ تُصَحَّح**'' (طبعِ اول ۱۹۸۵ء۔قاہرہ، مِصر) مولَّفہ حضرت سید محمد بن علوی مالکی، مکّی (متوفی ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء۔مکہ مکرَّمہ) میں، ان افکار و نظریات اور معمولات و مَراسِم اہلِ سُنَّت کی تفصیل و تحقیق، درج ہے۔

پچیسوں موجودہ عُلماے عرب و افریقہ کی تحریری تصدیقات بھی، اِس کتاب کے اندر، شامل ہیں۔جن میں کئی ایک عُلما، رابطۂ عالَمِ اسلامی۔مکّہ مکرَّمہ کے خصوصی اَرکان ہیں۔

''**اِصلاحِ فکر و اِعتقاد**'' کے نام سے، میں نے اس کا اردو ترجمہ کر دیا ہے۔

جو، ہند و پاک، دونوں جگہ، چھپ چکا ہے۔اور، بہ آسانی، دست یاب ہے۔

عزیزی، ولی اللّٰھی (دہلی) سلسلۂ تصوف کی مَعرکۃُ الآرا کتاب'' **اَنْفَاسُ الْعَارِفِين**'' (مؤلَّفہ شاہ ولی اللہ، محدِّث دہلوی) کے اردو مُترجِم، مولانا سید محمد فاروق القادری مذکورہ چند معمولاتِ اہلِ سُنَّت کا ذکر کرتے ہوئے، اپنے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ:

''ذرا سوچیے کہ، شاہ ولی اللہ، محدِّث دہلوی، شاہ عبدالرحیم، شیخ ابوالرِّضا سراجُ الہند، مولانا شاہ عبدالعزیز، کیا، یہ سارے کے سارے ''بریلوی'' تھے؟

ہند کی سرزمین میں، ابھی مولانا شاہ احمد رضا بریلوی

اور، دارُالعلوم دیوبند کا وجود بھی، نہیں تھا کہ، یہ بحثیں، چھِڑی ہیں۔

برِصغیر کی خاموش اور پُرسکون فضا میں، سب سے پہلے جس چیز نے لوگوں کو چونکا دیا سُوءِ اتفاق سے وہ، اسی خاندان (ولی اللّٰھی) کے ایک فرد، **شاہ محمد اسمٰعیل** کی ''**تقویۃ الایمان**'' تھی۔

جس کی فکر، نامانوس، دعوت میں، اَجنبیت، اور اندازِ بیان، جارِحانہ تھا۔

ڈھائی سو (۲۵۰) کتابوں کی ایک لِسٹ، میری نظر سے گذر چکی ہے، جو ''**تقویۃ الایمان**''، کے چھَپتے ہی، **مختلف زبانوں میں، مختلف علاقوں سے، اس کی تردید میں، لکھی گئی ہیں۔**

اس سے، بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ:

اُس وقت، عام مسلمانوں، عُلما و اہلِ خانقاہ نے، اِس کتاب کو، کس حیثیت سے دیکھا؟

ہمارے پاس، اِس اَمر کا، کوئی ثبوت اور جواز نہیں کہ:

ہم، بیک جنبشِ قلم، سارے برصغیر کے عُلما، صوفیہ، فُقَرا، اَور عوام کے متعلق، یہ کہہ دیں کہ وہ، **نَعُوذُ بِاللّٰہ، سارے کے سارے، شرک و بدعت میں، مبتلا ہوگئے تھے۔**

اور پہلی بار، شاہ محمد اسمٰعیل، ان کو، حقیقی توحید سے، آشنا کرا رہے تھے۔

آخر، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز اور شاہ محمد اسمٰعیل، میں، کتنا فاصلہ ہے؟

کیا، اِس درمیانی عرصہ میں، سارا برَّصغیر، کفر و شرک کی لپیٹ میں آگیا تھا؟

اور، اگر، پہلے سے تھا، تو، خود حکیمُ الامَّۃ، شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز نے یہ تشدُّد، اور، یہ زبان، کیوں استعمال، نہ فرمائی؟

حقیقت یہ ہے کہ، سَوادِ اعظم کے مَسلک سے ہَٹ کر، وہ پہلی آواز تھی جو، برِصغیر میں گونجی۔

جسے، شیخ محمد بن عبدالوَہاب نجدی کی تحریک کی صدَاے بازگشت، تو، یقیناً کہا جاسکتا ہے مگر، اسے، ولی اللّٰھی فکر اور معمولات کا ترجمان، ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔''

(ص ۱۸۔۱۹۔دیباچۂ مترجم۔مشمولہ'' **اَنْفَاسُ الْعَارِفِين**''، مکتبہ اَلفلاح، دیوبند)

دہلی و لاہور و لکھنؤ و خیرآباد و بدایوں و بریلی و مبارک پور وغیرہ کے

عُلما و مشائخِ اہلِ سُنَّت کا عقیدۂ تحفظِ ناموسِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کی قدیم امانت و وراثت کا تسلسل ہے۔

جس نے انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں، ایک نئی کروٹ لی۔ایک نیا رَنگ اختیار کیا۔اور مذکورہ عہد و عصر میں

مذہب و مسلکِ سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کے خلاف، برپا، جارِحانہ تحریکِ وہابیت کے نتیجے میں، اس کے اندر، نیا جوش و ولولہ پیدا ہوا، اَور اسے ایک تحریکی حیثیت، حاصل ہوگئی۔

اور، بے شمار عُلما و صوفیہ و مشائخِ متحدہ ہندوستان نے، اپنے عہد و عصر میں، اپنے اپنے انداز و طرز و طریق کے مطابق، تردید و تعاقب و اِنکار و اِبطالِ وہابیت کا فریضہ، انجام دیا۔

اور امتیازی حیثیت سے، اپنے عہد و عصر میں، محبّ رسول، تاجُ الفُحول، مولانا عبدالقادر عثمانی، قادری برکاتی، بدایونی (وصال ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) اور، ابوحنیفۂ ہند، امامِ اہلِ سُنَّت، مولانا احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) نے، نہایت عالمانہ و حکیمانہ و مدبِّرانہ قیادت کے ساتھ، مذہب و مسلکِ جمہور کی تائید و حمایت کا تاریخ ساز فریضہ، انجام دیتے ہوئے **اِصلاح و ہدایت کا، بے نظیر و قابلِ تقلید کارنامہ، انجام دیا۔**

ان حضرات کی تحریک اور تقدِیسِ اُلوہیَّت و تحفظِ ناموسِ رسالت کا جن اکابر شخصیات وعُلما و مشائخ اور تلامذہ و خُلفا نے، دینی و علمی اور اَخلاقی وعَملی تعاون کیا

اُن میں، مندرجہ ذیل اَسماے گرامی، ممتاز اور نمایاں ہیں:

حضرت مولانا سید شاہ عبد الصَّمد، چشتی، سَہْسَوانی، و حضرت سید شاہ ابو الْقَاسم، اسمٰعیل حَسَن عُرف شاہ جی میاں، قادری برکاتی، مارہروی و حضرت سید شاہ علی حسین، اشرفی، کچھوچھوی و حضرت مولانا وصی احمد، محدِّث سورتی و حضرت مولانا محمد امجد علی، اعظمی، رضوی و حضرت مولانا محمد نعیمُ الدِّین، مرادآبادی و حضرت سید جماعت علی شاہ، محدِّث علی پوری، سیالکوٹی، و حضرت مولانا سید دیدار علی، اَلوَرِی، لاہوری و حضرت مولانا سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں، قادری برکاتی مارہروی و حضرت مولانا عبد السلام، رضوی، جبل پوری و حضرت مولانا حامد رضا، قادری برکاتی بریلوی و حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضا، نوری، بریلوی و حضرت مولانا عبد المقتدر، عثمانی، بدایونی و حضرت مولانا عبد القدیر، عثمانی، بدایونی و حضرت مولانا ہدایت رسول، برکاتی لکھنوی و حضرت مولانا عبد العلیم، صدیقی، میرٹھی و حضرت مولانا سید محمد محدِّث اشرفی، کچھوچھوی و حضرت مولانا ظفر الدِّین، قادری، رضوی، عظیم آبادی و حضرت مفتی محمد عبد الباقی برہانُ الحق، رضوی، جبل پوری و حضرت مولانا سید مصباحُ الحسن، چشتی، پھپھوندوی و حضرت مولانا حَسنین رضا، بریلوی، وغیرھُم۔

رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالیٰ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْن۔

اِس سلسلے کے موجودہ عُلماے اہلِ سُنَّت و جماعت (در ۱۹۹۹ء) میں، چند نمایاں نام، یہ ہیں:

حضرت مفتی محمد اختر رضا، قادری، رضوی، ازہری، بریلوی و حضرت مولانا شاہ احمد، نورانی و حضرت مولانا تحسین رضا، بریلوی و حضرت مفتی محمد شریف الحق، امجدی و حضرت علاَّمہ ارشد القادری و حضرت مفتی عبد المنَّان، مبارک پوری و حضرت مفتی غلام محمد، رضوی، ناگ پوری و حضرت مفتی محمد عبد القیوم، ہزاروی و حضرت پروفیسر محمد مسعود احمد، مجدِّدی، مظہری و حضرت مفتی ظفر علی، نعمانی و حضرت مفتی جلالُ الدِّین احمد، امجدی و حضرت مولانا سید محمد مدنی، اشرفی، کچھوچھوی و حضرت مفتی محمد اشفاق حسین، نعیمی و حضرت علاَّمہ ضیاءُ المصطفیٰ، قادری و حضرت خواجہ مظفر حسین، رضوی و حضرت مولانا مجیب اشرف، رضوی، ناگ پوری، و حضرت مولانا عبد الحکیم، شرف قادری، لاہوری و حضرت مولانا شاہ تُرابُ الحق، قادری و حضرت مولانا سید حامد اشرف، کچھوچھوی و حضرت مولانا قمر الزماں، اعظمی و حضرت مفتی محمد ایوب، نعیمی و حضرت مولانا شبیر حسن، رضوی، بستوی و حضرت مولانا عبد المبین، نعمانی، قادری، مصباحی و حضرت مولانا محمد احمد، اعظمی، مصباحی اور حضرت مفتی محمد نظامُ الدِّین رضوی، مصباحی، وغیرھُم۔

(مذکورہ فہرست میں شامل، متعدد عُلماے کرام، اَب، مرحوم ہو چکے ہیں۔ مصباحی۔ مارچ ۲۰۱۴ء)

کچھ ممتاز مدارسِ اہلِ سُنَّت کے نام، یہ ہیں:

منظرِ اسلام، بریلی، مظہرِ اسلام، بریلی، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، مدرسہ قادریہ، بدایوں جامعہ نعیمیہ، مرادآباد، دارُ العلوم امجدیہ، کراچی، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، دارُ العلوم اسحاقیہ جودھ پور، مرکزُ الثَّقافۃِ السُّنِّیہ، کالی کٹ، کیرالا، جامعہ سَعدیہ، کاسَرکوڈ، کیرالا، جامعہ حضرت نظامُ الدِّین اولیا، نئی دہلی، جامع اشرف، کچھوچھہ مقدسہ، جامعۃُ الرَّضا، بریلی، جامعہ نوریہ رضویہ بریلی، دارُ العلوم امجدیہ، ناگ پور، دارُ العلوم فیض الرسول، براؤں شریف، جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس، جامعہ نعیمیہ، لاہور، جامعہ نعیمیہ، کراچی، الجامعۃُ الاسلامیہ، رَوناہی، فیض آباد، دارُ العلوم علیمیہ، جَمداشاہی، ضلع بستی، دارُ العلوم محمدیہ، بمبئی، فیض العلوم، جمشید پور، ضیاءُ الاسلام، ہوڑہ بنگال، انوارُ القرآن، بلرام پور، دارُ العلوم غریب نواز، الہ آباد، احسنُ المدارس، کان پور، دارُ العلوم وارثیہ، لکھنؤ، جامعہ امجدیہ، قصبہ گھوسی، ضلع مئو، دار العلوم اہلِ سنَّت قادریہ سراجُ العلوم، برگدہی مہراج گنج۔ مدرسہ اجملُ العلوم، سنبھل۔ وغیرہ وغیرہ۔

نشریاتی و اِشاعتی کام کرنے والے چند اِدارے، یہ ہیں:

سنّی دارُ الاشاعت مبارک پور، اَلمجمع الاسلامی مبارک پور، مرکزی مجلس رضا لاہور، رضا اکیڈمی لاہور، رضا کیڈمی بمبئی، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی، ادارۂ معارفِ نعمانیہ لاہور مکتبہ نبویہ، لاہور، دارُ القلم دہلی، امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی، مکتبہ جامِ نور دہلی فاروقیہ بک ڈپو دہلی، رضوی کتاب گھر دہلی، مکتبہ نعیمیہ دہلی، خواجہ بک ڈپو، دہلی، کتب خانہ امجدیہ دہلی، قادری کتاب گھر بریلی، قادری بک ڈپو بریلی۔ مکتبہ رحمانیہ رضویہ بریلی۔ برکاتِ رضا پور بندر، گجرات۔ وغیرہ وغیرہ۔

چند معروف رسائل و مجلاَّت کے نام، یہ ہیں:

ماہ نامہ ''کنز الایمان'' دہلی، ماہ نامہ ''اشرفیہ'' مبارک پور، ماہنامہ ''جامِ نور''، دہلی، ماہ نامہ ''جہانِ رضا'' لاہور، ماہ نامہ ''سنّی دنیا'' بریلی، ماہ نامہ ''اعلیٰ حضرت'' بریلی، ماہ نامہ ''طیبہ'' احمد آباد ماہ نامہ ''یٰسٓ '' کوٹہ، راجستھان، ماہ نامہ ''صراطِ مستقیم'' اُودے پور، راجستھان، سال نامہ ''معارفِ رضا'' کراچی، ماہ نامہ ''ضیاے حرم'' لاہور، ماہنامہ ''بَطحا''، حیدرآباد دَکن، ماہنامہ ''سنّی دعوتِ اسلامی''، بمبئی، سالنامہ ''اہلِ سُنَّت کی آواز''، مارہرہ مطھَّرہ، سالنامہ ''کاروانِ

رئیسُ القلم‘‘، نئی دہلی۔ وغیرہ۔

اِن سب کی تبلیغ ودعوت کا مرکز ومحور، یہ ہے:

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

(یااَللہ!) ہمیں، سیدھی راہ چلا۔ اُن کی راہ، جن پر تیرا، اِنعام ہے۔
اُن کی نہیں، جن پر تیرا غضب ہے۔ اور نہ، اُن کی، جو، بھٹکے ہوئے ہیں۔‘‘

برِصغیر میں، اِنعامِ اِلٰہی سے سرفراز، مندرجہ ذیل اکابر صوفیہ ومشائخ وعُلما واسلافِ کرام ہیں، جن کی راہ پر چل کر، آج کے مسلمان بھی، اِنعامِ اِلٰہی کے مستحق ہو سکتے ہیں:

حضرت داتا گنج بخش ہجویری، لاہوری وحضرت خواجہ معینُ الدّین، چشتی، اجمیری وحضرت شیخ بہاءُ الدّین زکریا، سہروردی، ملتانی حضرت خواجہ قطبُ الدّین، بختیار کاکی وحضرت خواجہ فریدُ الدّین مسعود، گنج شکرو، دہلوی وحضرت مخدوم علاءُ الدّین صابر، کلیری وحضرت محبوبِ اِلٰہی نظامُ الدّین اولیا، دہلوی ومخدومِ جہاں شرفُ الدّین یحیٰ منیری وحضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت، وامیر کبیر، سید علی، ہمدانی، کشمیری وحضرت مخدوم سید اشرف جہاں گیر، سمنانی، کچھوچھوی وحضرت شاہ محمد، مینا، چشتی لکھنوی وحضرت شاہ احمد عبدالحق، چشتی، ردولوی، وحضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی وحضرت مجدّدِ اَلفِ ثانی، شیخ احمد سرہندی وحضرت مولانا عبدالعلی، فرنگی محلی لکھنوی وحضرت مولانا نورُ الحق، فرنگی محلی، لکھنوی وحضرت سید شاہ آلِ احمد، اچھے میاں، مارہروی وحضرت شاہ عبدالعزیز، محدّث دہلوی وحضرت مولانا فضلِ حق، خیرآبادی، وحضرت مولانا فضلِ رسول، عثمانی، بدایونی وحضرت سید شاہ آلِ رسول، احمدی، مارہروی، وغیرھُم۔

رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن۔

یہی نفوسِ قدسیہ، وہ اَکابر واَعاظمِ اسلام ہیں، جنھوں نے، برِصغیر متحدہ ہندوستان کو نعمت ودولتِ اسلام وایمان سے مالا مال کر کے، اسے مخزنِ برکات ومطلعِ انوار بنایا۔

اِن کا سایہ اِک تجلّی، ان کا نقشِ پا چراغ
یہ جدھر گذرے، ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

(ہندوستانی مسلمان، حصہ دوم۔ سہ روزہ ’’دعوت‘‘ نئی دہلی۔ شمارہ اکتوبر ۱۹۹۹ء۔ وماہ نامہ ’’کنزالایمان‘‘ دہلی۔ شمارہ دسمبر ۱۹۹۹ء۔ کچھ اضافہ کے ساتھ۔)

’’اَنوارِ ساطِعہ‘‘ اور ’’تَقدیسُ الوَکیل‘‘: ایک تجزیاتی مطالعہ

حضرت مولانا عبدالسمیع، بیدلؔ، رام پوری، سہارن پوری (متوطّن، رام پور منیہاران ضلع سہارن پور۔ وصال، یکم محرمُ الحرام ۱۳۱۸ھ/یکم مئی ۱۹۰۰ء۔ میرٹھ) تلمیذِ رشید، مولانا رحمتُ اللہ عثمانی، کیرانوی، مہاجرِ مکی (ولادت، محلّہ دربارِ کلاں۔ قصبہ کیرانہ، ضلع سہارن پور ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء۔ وصال، رمضان ۱۳۰۸ھ/مئی ۱۸۹۱ء۔ جنّتُ المعلیٰ، مکہ مکرّمہ) وخلیفۂ مُعتمد حاجی اِمدادُ اللہ، فاروقی، چشتی صابری، مہاجرِ مکی (ولادت ۲۲/صفر ۱۲۳۳ھ/یکم جنوری ۱۸۱۸ء۔ وصال ۱۲/جمادیٰ الآخرہ ۱۳۱۷ھ/۱۸/اکتوبر ۱۸۹۹ء۔ جنّتُ المعلیٰ، مکہ مکرّمہ) وتلمیذِ مولانا احمد علی، محدّث سہارن پوری (وصال ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) وتلمیذِ مفتی صدرُ الدّین، آزردہ، دہلوی (وصال ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) اپنی کتاب ’’**انوارِ ساطعہ، در بیانِ مولود وفاتحہ**‘‘ میں، اپنے عہد وعصر کے بعض اِنحرافات وضلالات کا ذِکر، نہایت روحانی کرب واذیّت کے ساتھ، کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

.........کوئی، یہ کر رہا ہے کہ، **جنابِ باری عَزَّاِسْمُہٗ**، جس کی شانِ عالی، یہ ہے:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثاً۔ اُس کو ’’**اِمکانِ کذب**‘‘ کا، دَھبّہ لگاتا ہے۔

اور **حضرت فخرِ موجودات، سرورِ کائنات** (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم)

جنھوں نے خود، اپنی زبانِ مبارک سے فرمایا کہ:

اَیُّکُمْ مِثْلِی، یعنی، تم میں، میری مانند، کون ہے؟

لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ، ایک بھی تم میں کا، میری طرح نہیں۔

اور، وہ تو، وہی ہیں، ان کی بیبیوں کی، وہ شانِ عالی ہے کہ، خود، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ۔ (سورۂ اَحزاب۔ آیت ۳۲)

(ترجمہ: اے نبی کی بی بیو! تم، اور عورتوں کی طرح نہیں ہو)

پھر، اِس زمانے میں، ایک ادنیٰ سا آدمی ہے کہ، وہ، کہہ رہا ہے:

’’رسول اللہ، میرے بھائی ہیں۔‘‘

واضح ہو کہ، بھائی، جس قدر ہوتے ہیں، سب، اپنے باپ کے کُل ترکہ میں، برابر کے شریک

ہوتے ہیں۔ اِس لفظ سے معاذَ اللہ، ایہام دعویٰ برابری، حضرت فخر الانبیا کے ساتھ ہے۔

اب، کس کس اختلاف کو، بیان کیجیے؟ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۳۷۔ انوارِ ساطعہ۔ مؤلّفہ مولانا عبد السمیع، بیدلؔ، رام پوری۔ طبعِ جدید، ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء
از طلبۂ درجۂ فضیلت، اشرفیہ مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی۔ طبعِ اول ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء۔ وطبعِ دوم ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء)

اور "انوارِ ساطعہ" کی وجہِ تصنیف، بیان کرتے ہوئے، تحریر فرماتے ہیں:

"۱۳۰۲ھ میں، دہلی کے تین عُلمائے غیر مقلّد اور عُلمائے دیو بند و گنگوہ و سہارن پور کے حُسنِ توجہ اور مطبع ہاشمی، میرٹھ کی سَعی سے ایک فتویٰ، چار ورق پر چھپ کر، اکثر اَطراف میں تشہیر کیا گیا۔

اس کی لوحِ سرنوشت، یہ تھی: فتویٰ مولود و عرس وغیرہ۔

اِس فتوے کا ذکر، جہاں، اِس کتاب میں آوے گا، "فتویٰ اول انکاری" لکھا جاوے گا۔

خلاصۂ مضمون، اس کا، یہ ہے کہ:

محفلِ مولود شریف عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوۃُ وَ السَّلام، بدعتِ ضلالَت اور اِسی طرح اَموات کی فاتحہ و درود، جو، ہندوستان میں رائج ہے، یہ سب، حرام اور رسمِ بد اور معصیت ہے۔

کچھ دن، اِس پر، نہ گذرے تھے کہ:

فتویٰ دوسرا، چوبیس صفحہ کا، اِسی مطبع ہاشمی (میرٹھ) میں چھپ کر، مُشتہر ہوا۔

اِس فتوے کا، جس جگہ اِس کتاب میں، ذکر آوے گا، "فتویٰ انکاری ثانی" لکھا جاوے گا۔

اِس فتویٰ میں، زیادہ تر مذَّمت، میلاد شریف کی ہے۔

اور، وہ، چار ورقہ، جو، پہلے چھپا تھا، پھر، دوبارہ، اِس میں چھپا۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۳۸۔ انوارِ ساطعہ، مؤلّفہ مولانا عبد السمیع، بیدلؔ، رام پوری۔ طبعِ جدید مبارک پور۔ ۲۰۰۷ء)

"واضح ہو کہ، جب ۱۳۰۲ھ میں "انوارِ ساطعہ" مطبوع ہو کر، مطبوعِ خلائق ہوا، اکثر شائقینِ حق نے طلب، دور دور سے کی۔ کسی نے قیمتاً، کسی نے ہدیتاً، منگا کر مطالعہ کیا۔

اَقاصی بِلا دوا َماکنِ بِعاد سے، بہت شکریہ کا مضمون لکھا آیا کہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، اِس کتاب کے سبب، بہت مغالطات و اَوہام و تشکیکات سے، اَمانِ کلّی پایا۔

پھر، دو برس بعد، یعنی ۱۳۰۴ھ میں ایک کتاب "براہینِ قاطعہ بجوابِ انوارِ ساطعہ"، مطبع ہاشمی، میرٹھ میں، چھپی۔ اِس پتہ سے کہ:

"یہ کتاب، حسبُ الامر، مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، مطبوع ہوئی۔"

دیباچہ، مقام اظہارِ نامِ مؤلّف میں، ان کے مُرید، مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی کا نام ہے۔ اور ختمِ کتاب پر، مولوی رشید احمد صاحب موصوف کی تقریظ، واسطے جواب و تائید و تحسینِ کتاب کے، زیبِ اِرقام ہے۔

مجھ کو، میرے بعض اَحباب، نیز بعض عُلمائے دہلی و پنجاب وغیرہ نے خطوط لکھے کہ:

تم، بَراہینِ قاطِعہ کا جواب، کیوں نہیں لکھتے؟ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۴۷ و ص ۴۸۔ انوارِ ساطعہ۔ از مولانا عبد السمیع، بیدلؔ، رام پوری، سہارنپوری)

اِس طرح، طبعِ اول ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء کے بعد، نظرِ ثانی و اِضافہ از مؤلّف، اِضافۂ تقریظات و تصدیقات سے، مُزَیّن ہو کر ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء میں "انوارِ ساطعہ" کی دوبارہ طباعت و اِشاعت ہوئی۔ اس کے بعد، کب اور کہاں سے ہوئی، اِس کا علم نہیں۔

البتہ، ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء میں، طلبۂ درجۂ فضیلت، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور ضلع اعظم گڑھ (یوپی، انڈیا) نے، اسے کمپوزِنگ کرا کے، تقریب و تقدیم کے ساتھ، جو، نسخہ، شائع کیا وہ، اِس وقت، پیشِ نظر ہے۔

مؤلّفِ کتاب، مولانا عبد السمیع، بیدلؔ، رام پوری (رام پور مَنیہاران۔ ضلع سہارن پور) کے شائع کردہ نسخۂ ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء کی، سبھی تقریظات و تصدیقات، اِس نسخۂ جدیدہ ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء میں بھی، شامل ہیں۔ جن میں آپ کے پیر و مُرشد، حاجی اِمداد اللہ، فاروقی، چشتی صابری، مہاجرِ مکی (وصال، ۱۲/ جمادیٰ الآخرہ ۱۳۱۷ھ/ ۱۸/ اکتوبر ۱۸۹۹ء۔ مدفون جنّتُ الْمعلیٰ، مکہ مکرَّمہ) اور آپ کے استاذ، مولانا رحمتُ اللہ، عثمانی، کیرانوی مہاجرِ مکی (وصال، رمضان ۱۳۰۸ھ/ مئی ۱۸۹۱ء۔ مدفون جنّتُ الْمعلی، مکہ مکرَّمہ) کے علاوہ، مندرجہ ذیل عُلما و مشائخِ کرام کی بھی تقریظات و تصدیقات، شریکِ اشاعت ہیں جو، نسخۂ ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء سے، منقول ہیں:

مفتی محمد لطفُ اللہ، علی گڑھی (وصال ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء) مولانا فیضُ الحسن، سہارن پوری (وصال ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۷ء) مولانا غلام دستگیر، قصوری، لاہوری (وصال ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) مفتی ارشاد حسین فاروقی، مجدِّدی، رام پوری (وصال ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء) مولانا عبد القادر، عثمانی، بدایونی (وصال ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء) مولانا احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی (وصال صفر ۱۳۴۰ھ/ اکتوبر ۱۹۲۱ء) مولانا شاہ محمد

عُبیداللہ مکی، بدایونی (وصال ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) مولانا عبدالحیٔ، فرنگی محلی، لکھنوی (وصال، ربیعُ الاول ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء) مولانا شاہ محمد عادل، کان پوری (وصال، ذوالحجہ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) مولانا عبدالحق حقانی، دہلوی (وصال، جمادیٰ الاولیٰ ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء) مولانا وکیل احمد، سکندر پوری، حیدرآبادی (وصال ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) مولانا نذیر احمد، مجدّدی، رام پوری (وصال ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) مولانا محمد فاروق چِڑیّا کوٹی (وصال ۱۳۲۷ھ) مولانا محمد یعقوب، قادری برکاتی، دہلوی (وصال، ربیعُ الاوّل ۱۳۲۴ھ) مولانا مفتی عبدالمجید، فرنگی محلی، لکھنوی (وصال ۱۳۴۰ھ) وغیرھُم رِضوَانُ اللہِ علَیھِم اَجْمَعِین۔

براہینِ قاطعہ، مؤلّفہ مولانا خلیل احمد، انبیٹھوی، سہارن پوری و مصدَّقہ مولانا رشید احمد، گنگوہی کی ایک عبارت میں، ابلیس کی، وُسعتِ علم کی نَص کا ذکر کرکے، پیغمبرِ اسلام صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وسَلَّم کی وُسعتِ علم کے بارے میں، یہ گستاخانہ سوال ہے کہ: **آپ کی وُسعتِ علم کی، کون سی نَص ہے؟**

اِسی طرح محافلِ ذکرِ ولادتِ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ سَلَّم کو، **معاذَاللہِ رَبِّ الْعالَمِین** ''**کنھیّا کے جنم**'' سے تشبیہ دے کر، **اپنے ایمان واسلام پر، سوالیہ نشان لگانے کے ساتھ کروڑوں مسلمانوں کی، سخت دل آزاری کی گئی ہے۔**

چنانچہ، **براہینِ قاطعہ** کی مختلف عبارتیں، نقل کر کے، مولانا، عبدالسمیع، بیدلؔ، رام پوری نے اُن کا شدید، شرعی مؤاخذہ کیا ہے۔ جیسا کہ، وہ، اس کی ایک عبارت، اِس طرح، نقل کرتے ہیں:

قَالَ: یا۔ یہ کہ: ''اب، ہر روز، کون سی ولادت، مکرَّر ہوتی ہے؟

پس، یہ ہر روز، اِعادۂ ذکرِ ولادت، تو، مثل ہنود کے ہے، کہ:

ہر سال، سوانگ کنھیّا کی ولادت کا، کرتے ہیں۔

یا۔ مثل رَوَافض کے، کہ: نقلِ شہادتِ اہلِ بیت، ہر سال مناتے ہیں۔

معاذَ اللہ، سوانگ، آپ کی ولادت کا ٹھہرا، اور، یہ خود، حرکتِ قبیحہ، قابلِ لَوم و حرام و فسق ہے۔

بلکہ، یہ لوگ، اس قوم سے بڑھ کر ہوئے۔

وہ، تو، تاریخِ متعین پر کرتے ہیں۔ ان کے یہاں کوئی قید نہیں

جب چاہیں یہ خرافاتِ فرضی، مناتے ہیں۔''

یہ عبارت، فتویٰ ثانی انکاری، صفحہ ۱۴۔ براہینِ قاطعہ میں، مرقوم ہے۔''

(ص ۴۳۔ **انوارِ ساطعہ** از مولانا عبدالسمیع، بیدلؔ، رام پوری، سہارن پوری)

اس دَور کے مندرجہ ذیل، عام گمراہ کن خیال سے **جدید اسمٰعیلی وہابی فکر** اور اس کی عام ذہنیت اچھی طرح، آشکار ہو جاتی ہے۔ جیسے مولانا عبدالسمیع، بیدلؔ، رام پوری نے، آغازِ کتاب میں اِس طرح بیان کیا ہے اور زیرِ نظر تحریر کے پہلے صفحہ پر، اِسے آپ، ملاحظہ بھی، فرما چکے ہیں کہ:

''پھر، اِس زمانے میں، ایک ادنیٰ سا آدمی ہے کہ، وہ، کہہ رہا ہے:

رسولُ اللہ، میرے بھائی ہیں۔''

واضح ہو کہ، بھائی، جس قدر ہوتے ہیں، سب، اپنے باپ کے کُل تَرکہ میں، برابر کے شریک ہوتے ہیں۔

اِس جملہ سے، معاذَ اللہ، ایہام دعوی برابری، حضرت فخرالانبیا (صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ سَلَّم) کے ساتھ ہے۔ اب، کس کس اختلاف کو، بیان کیجئے؟ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۳۷۔ **انوارِ ساطعہ**، مؤلّفہ عبدالسمیع، بیدلؔ، رام پوری۔ مطبوعہ مبارک پور ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء)

براہینِ قاطعہ، مؤلّفہ مولانا خلیل احمد، انبیٹھوی، سہارن پوری و مصدَّقہ مولانا رشید احمد گنگوہی میں، مندرج خیالات و افکار و نظریاتِ قبیحہ شنیعہ کا خلاصہ، کچھ، اِس طرح ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا، ممکن ہے۔

(۲) شیطان کی وُسعتِ علم کے لئے، نَص ہے۔

اور، رسول (صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ سَلَّم) کے لئے کون سی، نَص ہے؟ (یعنی، کوئی نَص نہیں)

(۳) رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کو، دیوار کے پیچھے کا بھی، علم نہیں۔

(۴) عُلمائے دیو بند سے رابطہ کے بعد، رسول اللہ نے، اردو زبان سیکھی۔

(۵) آپ، عام انسانوں کی طرح، ایک بشر ہیں۔

(۶) محافلِ ذکرِ ولادتِ رسول (صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ سَلَّم) کو، کنھیّا کے جنم سے تشبیہ دی اور، بار بار، محافلِ میلاد، منعقد کرتے رہنے کو، اس سے بھی، بدتر قرار دیا۔ نَعُوذُ بِاللہِ رَبِّ الْعالَمِین۔

عالِمِ عِلْم الْاَوَّلِین وَالْآخِرین، اَعْلَمُ الْخَلق (صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم) کے علمِ مبارک اور اِبلیسِ لعین کے علمِ منحوس و مبغوض کے تقابل پر مشتمل، قبیح کفری عبارتِ براہینِ قاطعہ دیگر عبارات کی طرح، بعد کے دَور میں بھی، عَلیٰ حالِہٖ چھپتی اور شائع ہوتی رہی۔ جو، اِس طرح ہے:

''اَلْحَاصِل، غور کرنا چاہیے کہ:

شیطان وملکُ الْمَوت کا حال دیکھ کر، علمِ مُحیط زمین کا، فخرِ عالم کو، خلافِ نُصوصِ قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا، شرک نہیں، تو، کون سا ایمان کا حصہ ہے؟

شیطان وملکُ الْمَوت کو، یہ وُسعت نَص سے ثابت ہوئی۔

فخرِ عالم کی، وُسعتِ علم کی کون سی نَصِّ قطعی ہے کہ:

جس سے، تمام نُصوص کو، رَد کر کے، ایک شرک، ثابت کرتا ہے۔"

(ص ۵۵۔ اَلْبَرَاھِینُ الْقَاطِعَه عَلٰی ظَلامِ الْاَنوارِ السَّاطِعه۔ مؤلّفہ مولانا خلیل احمد، انبیٹھوی، سہارن پوری ومصدَّقہ مولانا رشید احمد، گنگوہی۔ کتب خانہ امدادیہ، دیوبند ضلع سہارن پور۔ یوپی)

اِس سے چند سطور پہلے کی ایک عبارت میں، معاذَ اللّٰہ

اَعلمُ المخلوقات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم کی مَزعومہ بے علمی و بے خبری، ثابت کرنے کے لئے ایک غلط روایت کا نہایت غلط اِنتساب، اِس طرح کیا گیا ہے:

"اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ: مجھ کو، دیوار کے پیچھے کا بھی، علم نہیں۔"

(ص ۵۵۔ براہینِ قاطعہ، مؤلّفہ مولانا خلیل احمد، انبیٹھوی، سہارن پوری)

جب کہ، حقیقتِ حال، یہ ہے کہ:

حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نے، یہ روایت نقل کر کے صراحت کے ساتھ فرمادیا ہے کہ، اِس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ چنانچہ، آپ تحریر فرماتے ہیں:

"واِیں جا، اِشکال می آرَند کہ، در بعضے روایات، آمدہ است کہ:

گفت، آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم کہ:

مَن بندہ اَم۔ نمی دانم آں چہ، در پسِ ایں دیوار است۔

جوابَش آنست کہ، ایں سخن، اصلے ندارد۔ و روایت بداں، صحیح، نہ شدہ است۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۷۔ مَدَارِجُ النُّبُوَّۃ۔ جلدِ اول۔ مؤلّفہ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی)

مؤلّفِ براہینِ قاطعہ، مولانا خلیل احمد، انبیٹھوی، سہارن پوری اور ان کے ہم مسلک و ہم خیال "شیخُ الھِند" مولانا محمود حَسَن، دیوبندی (متوفی نومبر ۱۹۲۰ء) کے نام، ایک مشترکہ مکتوب (تحریر شدہ، ذوالقعدہ ۱۳۰۷ھ) میں، حاجی اِمدادُ اللّٰہ، مہاجر مکی لکھتے ہیں:

.........تمام بلادِ ممالکِ ہند، مثلاً بنگال، و بہار، و مدراس، و دَکن، و گجرات، و بمبئی

وپنجاب، وراجپوتانہ، ورام پور، وبھاول پور وغیرہ سے متواتر اخبار حیرت انگیز وحسرت خیز اِس قدر آتے ہیں کہ، جن کو سُن کر، فقیر کی طبیعت، نہایت ملول ہوتی ہے۔

اس کی عِلّت، یہی براہینِ قاطعہ و دیگر ایسی ہی، تحریرات ہیں۔

یہ آتشِ فتنہ "انوارِ ساطعہ" کی تردید سے، مشتعل ہوئی کہ:

تمام عالَم، اس کی حمایت میں، کھڑا ہو گیا۔

اللّٰہ تعالیٰ نے، اِس (**انوارِ ساطعہ**) کو، ایسی مقبولیت عطا فرمائی کہ:

تمام ممالک کے عُلما و مُفاتی نے، ساری کتاب کو، تہِ دل سے پسند فرما کر، اس پر اتفاق کیا۔

دیکھو! ہندوستان میں، سیکڑوں مذاہبِ کفریہ وعقائدِ باطلہ، مخالفِ دین و بیخ کُنِ اسلام ظاہر ہوتے جا رہے ہیں۔

اور کیسے کیسے اِلزام و اعتراض وشبہات وشکوک، مذہبِ اسلام پر، وارِد کرتے جاتے ہیں۔

پس، ایسے وقت میں، آپس کے مجادلہ کی جگہ، اس کی تردید کرنی چاہیے۔

اور قرآن شریف کی خوبیاں وفضائل اور رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم کے محامد ومکارمِ اَخلاق ومحاسنِ اوصاف کو، ہر مقام اور ہر شہر وقریہ میں، نہایت زور وشور سے، مشتہر کرنا چاہیے۔

ایسے وقت میں، رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم کے محامدِ اوصاف ومکارمِ اخلاق کو مشتہر واِشاعتِ عام کرنے کے لئے

ہر مقام میں، مجلسِ مولود شریف کا چرچا، بڑا عمدہ ذریعہ اور مستحسن وسیلہ ہے۔"

(مرقومہ ذوالقعدہ ۱۳۰۷ھ)

(ص ۴۲۴۔ **انوارِ ساطعہ**۔ مؤلّفہ مولانا عبدالسمیع، بیدلؔ، رام پوری، سہارن پوری)

مولانا نذیر احمد خاں، مجدّدی، رام پوری ثُمَّ احمد آبادی (وصال ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) کے نام اپنے ایک مکتوب (تحریر شدہ، رمضان ۱۳۰۷ھ) میں، حاجی اِمدادُ اللّٰہ، مہاجر مکی لکھتے ہیں:

.......آپ کا نامہ، مؤرخہ ۲۱ / رجب ۱۳۰۷ھ مع ایک پرچہ، مطبوعہ مطبع محبوبُ الْمطابع شہر میرٹھ، جو، فقیر کے خط سے منسوب ہے، جناب مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کے ہاتھ پہنچا۔

فقیر کا، یہ مسلک، ضرور ہے کہ:

اہلِ اسلام کی تکفیر پر، جُرأت نہیں کرتا، بلکہ، اس سے تنفُّرِ قلبی رکھتا ہے۔

اور، اس میں صَرفِ اوقات کو، حماقت، بلکہ، خسران وخذلان کا، موجب سمجھتا ہے۔
جہاں تک ممکن ہو، تاویل کو، محبوب رکھتا ہے۔ بشرطے کہ، سَوادِ اعظم کے خلاف، نہ ہو۔
اور فقیر، صلح بینَ الُمسلمین کا، بہ دل، خواہاں ہے۔
اور اپنے احباب کو بھی، فقیر کی یہی نصیحت ہے کہ:
نِزاع سے کنارہ کش رہیں۔ اور مسائلِ مختلف فِیہا میں، سَوادِ اعظم کا اِتّباع کریں۔
اگر چہ، وہ مسئلہ، اپنی تحقیق کے مخالف ہو۔
کیوں کہ، سَوادِ اعظم علما ومشائخ کا خلاف
تنزّلِ مرتبۂ ایمانیہ کا، موجب اور اِنحطاطِ کمالات کا مُثمِر ہے۔
اِس خط میں، یعنی، خط، مطبوعہ محبوبُ الُمطابع (میرٹھ) میں، جو، فقیر کے خلاف ہے
اس کی تصریح کرتا ہوں:
جوابِ اول میں، اِمکان ووُقوع کا، فرق بتایا گیا ہے۔ فقیر کو، اس سے، اتنا معلوم ہوا کہ:
کذب کا نقائص میں ہونا، متّفق علَیہ ہے۔
پھر، ذاتِ مقدسۂ باری تعالیٰ کی طرف، نَقص کا اِستناد، کس طرح، جائز ہوسکتا ہے؟
گو، برسبیلِ اِمکان، ہی سہی؟
جوابِ ثانی میں، آیۂ اِنَّما اَنَا بَشرٌ مِّثْلُکُمْ۔ الخ۔ کا مُنکِر، کوئی اہلِ اِسلام نہیں۔
سب کا، یہی اعتقاد ہے کہ:
آنحضرت، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ سَلَّم، بشر ہیں۔
حضرت آدم عَلیٰ نبیِّنا وَ عَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام کی اولاد میں ہیں۔
اِنکار، اِس بات کا ہے کہ:
کوئی، بشر سمجھ کر، بڑا بھائی کہنے لگے۔ یا۔ مثل اس کے، اور کلمۂ گستاخی
زبان سے نکالے۔ یہ اَلبتہ، موجبِ خذلان ہے۔
فقیر کے اعتقاد میں، تو، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم، اَشرفُ الُمخلوقات ہیں
اور باعثِ ایجادِ کائنات۔ بعد از خدا بزرگ توئی، قصہ مختصر۔
جوابِ ثالث کی تصریح، یہ ہے کہ:

فقیر، مجلس شریف کا، مع ہیئتِ کذائیہ، معمولۂ عُلماے ثِقات وصُلَحا ومشائخِ کرام، بارہا اقرار کرچکا ہے کہ، اکثر، اس کا عامل ہے۔ جیسا کہ فقیر کی دیگر تقریرات وتحریرات سے، یہ مضمون، ظاہر ہے۔
فقیر کو، اِس مجلس شریف کے باعثِ حسنات وبرکات، معتقد ہونے کے علاوہ
یہ عینُ الُیقین ہے کہ، اِس مجلسِ مبارک میں، فیوض وانوار وبرکات ورحمتِ الٰہی کا
نزول ہوتا ہے۔
جوابِ رابع میں، فقیر کا، یہ عقیدہ ہے کہ:
عُلماے حرمین شریفین کی توہین، شَمَّہ بھر، جائز نہیں۔
اور، ان کا اتفاق، مسئلۂ شرعی میں، حجت سمجھتا ہوں۔ جیسا کہ، بزرگانِ سَلف، لکھتے آئے ہیں۔
جوابِ خامِس:۔ فقیر، ہمیشہ سے حنفی الُمذہب وصوفی الُمشرب ہونے کا، مُدَّعی ہے۔
اگر چہ، اپنے دعویٰ میں، کامل، نہ ہو۔
فقیر، تقلید کو، واجب، جانتا ہے اور اِس بات کو، اچھا نہیں جانتا ہے کہ:
کوئی حنفی الُمذہب ہوکر، ایسے مسئلہ کی تائید کرے جس میں حمایتِ لامذہبی، پائی جاوے
اور عوام، ضلالت میں پڑیں۔" (مکتوبِ حاجی صاحب، محرَّرہ، رمضان ۱۳۰۷ھ)

(ص ۴۲۴۔ **انوارِ ساطعہ**، مؤلّفہ مولانا عبدالسمیع، بیدلؔ، رام پوری، سہارن پوری)

مناظرِ اسلام، مولانا رحمتُ اللہ، عثمانی، کیرانوی، مہاجرِ مکی (وصال رمضانُ الُمبارک ۱۳۰۸ھ/ مئی ۱۸۹۱ء۔ مدفون جنّتُ الُمعلی، مکہ مکرَّمہ) بانیِ مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ، تلمیذِ مفتی سعدُ اللہ مرادآبادی (وصال ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء) وشاہ عبدالُغنی، مجدِّدی، دہلوی (وصال ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء) ومولانا عبدالرحمٰن چشتی وفیض یافتۂ مولانا مخصوصُ اللہ، دہلوی ومولانا محمد موسیٰ، دہلوی وشاہ ابوسعید مجدِّدی، رام پوری وشاہ احمد سعید مجدِّدی وشاہ عبدالرشید، مجدِّدی ومولانا قطبُ الدّین دہلوی ومولانا محمد قاسم، داناپوری وغلام امام شہیدؔ ومولانا محمد حیات دہلوی وامام بخش صہبائیؔ، دہلوی وغیرھُم، جامعِ منقول ومعقول عالمِ دین تھے۔
اپریل ۱۸۵۴ء میں، آگرہ کے اندر، مشہور عیسائی مناظر، پادری فنڈر کو، ایک مشہور مناظرے میں شکستِ فاش دی۔ علاوہ ازیں، جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں بھی، آپ نے حصہ لیا۔
جس کے بعد، آپ نے ہندوستان چھوڑ کر، مکہ مکرَّمہ میں، اِقامت، اختیار کرلی۔

اور وہیں، دینی و علمی خدمات انجام دینے میں، اپنی پوری زندگی بسر کی۔
مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرّمہ (قائم شدہ۔۱۲۹۰ھ) کے آپ ہی، بانی ہیں۔
اور شیخ زَینی دحلان مکی، شافعی (وصال ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۷ء) کی خواہش پر، رَدِّ عیسائیت میں
''اِظہارُ الحق'' کے نام سے عربی زبان میں، بے مثال، شہرۂ آفاق کتاب، تصنیف فرمائی۔
جس کا، ایک معیاری اور خوبصورت ایڈیشن، ابھی جلد ہی، قاہرہ، مصر سے منظرِ عام پر آیا ہے۔
مولانا عبدالسمیع، بیدلؔ، رام پوری، سہارن پوری، آپ کے شاگرد ہیں۔

پایۂ حرمین، مولانا رحمت اللہ، کیرانوی، مہاجرِ مکی (وصال ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۱ء)

''انوارِ ساطعہ'' کی تصدیق کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''رسالہ کو، میں نے، اول سے آخر تک، اچھی طرح، سنا۔
اسلوبِ عجیب اور طرزِ غریب، بہت ہی پسند آیا۔
اگر، اس کے وصف میں، کچھ لکھوں، تو، لوگ، اسے، مبالغہ پر حمل کریں گے۔
اس لئے اسے چھوڑ کر، دعا پر، اِکتفا کرتا ہوں کہ:
خدا تعالیٰ، اس کے مصنف کو، اَجرِ جمیل اور ثوابِ جزیل عطا فرمائے۔
اور، اس سے مُنکِروں کے تعصُّبِ بے جا کو، توڑ کر، ان کو، راہِ راست پر لاوے۔
اور مصنف کے علم اور فیض اور تندرستی میں برکت بخشے۔
اور میرے اساتذۂ کرام کا، اور میرا عقیدہ، مولد شریف کے باب میں، قدیم سے
یہی رہا تھا اور یہی ہے۔ اور، بہ حَلف، سچ سچ، ظاہر کرتا ہوں کہ، میرا اِرادہ، یہ ہے کہ:
بریں زیستم، ہم، بریں، بگذرم
اور عقیدہ، یہ ہے کہ، اِنعقادِ مجلسِ میلاد، بشرطے کہ، منکرات سے خالی ہو۔ جیسے تغنّی اور باجا
کثرت سے روشنی بے ہودہ، نہ ہو۔ بلکہ، روایاتِ صحیحہ کے موافق، ذکرِ مُعجزات اور ذکرِ ولادتِ حضرت
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم کیا جاوے۔
اور بعد اس کے، اگر، طعامِ پختہ، یا شیرینی بھی، تقسیم کی جاوے، تو، اس میں، کچھ حرج نہیں۔
بلکہ، اِس زمانے میں، جو، ہر طرف سے، پادریوں کا شور
اور بازاروں میں، حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم اور ان کے دین کی مذمّت کرتے ہیں۔

اور، دوسری طرف، آریہ لوگ -- خدا، ان کو، ہدایت کرے --
جو، پادریوں کی طرح، بلکہ، اس سے زیادہ، شور، مچا رہے ہیں۔
ایسی محفل کا انعقاد، اُن شروط کے ساتھ، جو، میں نے اوپر ذکر کیں، اِس وقت، فرضِ کفایہ ہے۔
میں، مسلمان بھائیوں کو، بہ طور نصیحت، کہتا ہوں کہ:
ایسی مجلس کرنے سے، نہ رُکیں۔
اور اقوالِ بے جا، مُنکِروں کی طرف سے، جو، تعصُّب سے کہتے ہیں، ہرگز اِلتفات، نہ کریں۔
اور تعیُّنِ یوم میں، اگر، یہ عقیدہ، نہ ہو کہ، اس دن کے سِوا، اَور دن، جائز نہیں۔
تو، کچھ بھی حرج نہیں۔ اور جواز اس کا، بخوبی، ثابت ہے۔
اور قیام، وقتِ ذکرِ میلاد کے، چھ سو برس سے جمہور علمائے صالحین نے، متکلّمین اور صوفیہ صافیہ
اور علمائے محدّثین نے، جائز رکھا ہے۔ اور صاحبِ رسالہ نے، اچھی طرح، ان اُمور کو ظاہر کیا ہے۔
اور تعجب ہے، ان مُنکِروں سے، ایسے بڑھے کہ:
فاکہانی مغربی کے مقلّد ہو کر، جمہور سَلفِ صالح کو، متکلّمین اور محدّثین اور صوفیہ سے
ایک ہی لڑی میں، پرو دیا۔ اور ان کو، ضال مُضِل بتایا۔
اور خدا سے، نہ ڈرے کہ، اس میں، ان لوگوں کے اُستاذ، اور پیر بھی تھے۔ مثلاً:
حضرت شاہ عبدالرحیم، دہلوی اور اُن کے صاحب زادے، شاہ ولی اللہ، دہلوی، اور ان کے
صاحب زادے، شاہ رفیع الدّین، دہلوی، اور ان کے بھائی، شاہ عبدالعزیز، دہلوی۔
اور ان کے نواسے، حضرت مولانا محمد اسحٰق، دہلوی، قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَھُم۔
یہ، سب کے سب، انہیں، ضال مُضِل میں، داخل ہوئے جاتے ہیں۔
اُف! ایسی تیزی پر کہ، جس کے موافق (مطابق)۔
جمہور متکلّمین اور محدّثین اور صوفیہ سے، حرمین اور مصر اور شام اور یمن اور دیارِ عجم میں
لاکھوں، گمراہی میں ہوں، اور یہ حضراتِ چند، ہدایت پر۔
یا اَللہ! ہمیں، اور ان کو ہدایت کر، اور سیدھے رستہ پر چلا۔ آمین ثُمَّ آمین۔
(چند سطروں کے بعد) مجھے، یقین ہے کہ:
جب، ان کے ہاتھ سے، امام تقی الدّین سُبکی اور جلال الدّین سیوطی اور ابنِ حَجر عَسقلانی اور

**ہزار ہا عُلمائے تقویٰ شِعار، خاص کر، ان کے استاذوں اور پیروں میں، شاہ ولی اللہ وغیرھُم
نہ چھوٹے، تو، میں غریب، نہ ان کے، سلسلۂ استاذوں میں شامل ہوں، نہ سلسلۂ پیروں میں
تو، کس طرح، چھوٹوں گا؟**

یہ تو، ہر طرح سے تفسیق، بلکہ، تکفیر میں، کوشش کریں گے۔

پَر، مَیں، ان کی، ان حرکات سے، نہیں ڈرتا۔

**اور جو، میرے ان اَقوال کی تائید اور سند، مؤلّفِ رسالہ نے، جا بجا تحریر فرمائی ہے
اسی پر، اِکتفا کرتا ہوں۔ وَاللّٰہُ تعالیٰ اَعلَمُ وَ عِلْمُہٗ اَتَمُّ ۔فقط۔**

**اَمَرَ بِرَقمِہٖ وَ قالَ بِفَمِہٖ اَلرَّاجِی رَحمةَ ربِّہِ الْمَنَّان ،محمد رَحمتُ اللّٰہ
بن خلیل الرَّحمٰن ،غَفَرَ لَھُمَا اللّٰہُ الْمَنَّان۔**

(ص ۲۲۰ وص ۲۲۱۔ انوارِ ساطعہ۔ مؤلّفہ مولانا عبدالسمیع، بیدلؔ، رام پوری۔ طبعِ مبارک پور)

براہینِ قاطعہ کی جس کفری عبارت کے سلسلے میں ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء میں، بھاول پور، پنجاب
میں، حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری، لاہوری (وصال ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) اور مولانا خلیل احمد
انبیٹھوی، سہارن پوری (متوفی ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء) کے درمیان
تاریخی **''سُنّی دیوبندی مناظرہ''** ہوا تھا، اُس کی روداد، ۱۳۰۷ھ میں لکھ کر، تقریظات
وتصدیقاتِ عُلَما و مشائخِ کرام کے ساتھ، اس کی طباعت و اِشاعت ''تَقْدِیسُ الْوَکِیل عَنْ
تَوهِینِ الرَّشیدِ وَ الْخَلیل'' کے نام سے، مولانا قصوری نے، اپنی حیات میں ہی، کرائی۔

ایک مدت کے بعد، نئی کتابت اور نئے طرز سے تعارفِ مؤلّف کے ساتھ، نوری کتب خانہ
بِالمقابل، دربار داتا صاحب، لاہور نے، اِس کی طباعت و اِشاعت کی۔

اور، اب، طلبۂ درجۂ فضیلت، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے ۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء میں
کمپوزنگ کرا کے، تصحیح و تخریج و تقدیم کے ساتھ، نسبتہً، بہتر انداز میں، حق جو و حق پسند قارئینِ کرام
کی خدمت میں، پیش کیا ہے۔

یہاں، یہ تاریخی حقیقت، ذہن نشین رہے کہ:

ابو حنیفۂ ہند، امامِ اہلِ سنّت، مولانا احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ/
۱۹۲۱ء) اپنے ایک مکتوب (محرَّرہ ذوالقعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء) بنام حضرت مولانا عبدالباری

فرنگی محلی، لکھنوی (وصال رجب ۱۳۴۴ھ/جنوری ۱۹۲۶ء) تحریر فرماتے ہیں:

**........''آپ کے اَب و جَد کو، دیوبندیوں کے کفروں پر اِطلاع، نہ ہوئی ہوگی
تو، ان کا برتاؤ، بعدِ ظہورِ اَمر، کیا حُجّت رہا؟**

**۱۳۰۷ھ تک کہ، میں نے ''سُبُحٰنَ السُّبُّوح'' لکھا، خود، مجھے، ان کے کفروں پر
اطلاع، نہ تھی۔ وَلِھٰذا، جب تک، ان پر، صرف لزومِ کفر لکھا۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔**

(**اَلطَّارِیُ الدَّارِی**۔ مطبوعہ حَسنی پریس، بریلی ۱۹۲۱ء)

تَقْدِیسُ الْوَکیل کی سابقہ طباعتوں کی تقریظات و تصدیقات، جو، زینتِ نسخۂ جدیدہ ہیں
اُن کی تعداد، ڈیڑھ درجن سے، متجاوز ہے۔

جن میں، مشاہیر عُلمائے عرب کے ساتھ، حضرت مولانا انوارُ اللہ فاروقی، حیدر آبادی و حضرت
حاجی اِمدادُ اللہ، مہاجر مکی و حضرت مولانا رحمتُ اللہ، کیرانوی اور شیخُ الدّلائل، حضرت مولانا عبدالحق
الہ آبادی کی تائید و تصدیق بھی، شامل ہے۔

نمونہ کے طور پر، ایک عربی اور ایک عجمی تصدیق، حاضرِ خدمت ہے:

شیخ محمد صالح کمال بن صدیق کمال، حنفی، مفتیِ مکہ مکرمہ تحریر فرماتے ہیں:

(عربی سے ترجمہ)........ بعد اس کے، بے شک، یہ اعتراضات، مؤلّفِ **''براہینِ قاطعہ''**
اور اس کی تقریظ لکھنے والوں اور مؤیِّدین پر، وارِد ہیں، صحیح ہیں۔

جیسا کہ، یہ امر، صاف ظاہر ہے اُس پر، جو، اِن کا مطالعہ کرے، قبیح وَسوَاسوں سے خالی ہو کر۔

**اور یقیناً، حکم، صاحبِ بَراہینِ قاطعہ کا، مع مددگاروں اور تقریظ لکھنے والوں کے
حکم، زندیقوں کا ہے۔ چنانچہ، فُقہا اور محدِّثین کی کتابوں میں، اس پر، تصریح ہے۔**

ہم، حق تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں اُس سے جو، سبب ہو، نِدامت اور رُسوائی کا
اور موجب ہو، اَفسوس اور رُوسیاہی کا، قیامت کے دن۔

مَیں، اپنے رب کو، پاک جانتا ہوں، دروغ گو، ناشکرے کی گفتگو سے

جس نے، اپنی کتاب کا نام، **بَراہینِ قاطعہ** رکھا ہے۔

اور، اس کا حکم (اسلامی سلطنت میں) سِوائے اِس کے، اور کچھ نہیں کہ:

جَلاَّد، اس کے بدن سے گردن، کاٹ دے۔ تا کہ، کج رَو جاہلوں کے لئے عبرت ہو۔

اور حق تعالی، جزائے خیر عطا فرمائے اُس کو، جس نے اس کے رَد میں پیش قدمی کی۔

اور خدا، اسے حاسدوں اور دشمنوں کے شر سے محفوظ فرمادے۔ آمِین۔

اَمَرَ بِرَقمِہٖ خادمُ الشَّریعة، راجِی اللُّطفِ الُخَفِی، محمد صالح بن الُمَرحوم صدیق کمال، حنفی، مفتی مکَّة المُکرَّمة حالاً۔

کانَ اللہُ لَھُمَا۔ حامِداً مُصَلِّیاً مَسَلِّماً۔ محمد صالح کمال۔ ۳/ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ۔

(ص ۲۹۱ و ص ۲۹۲۔ تَقدیسُ الُوَکیل عَنُ توُہِینِ الرَّشیدِ و الُخَلِیل۔ مؤلّفہ مولانا غلام دستگیر قصوری۔

مطبوعہ از طلبۂ درجۂ فضیلت (۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء) الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ (یو پی، انڈیا)

طبعِ سوم، یکم جمادیٰ الآخرہ ۱۴۳۳ھ/۲۲/اپریل ۲۰۱۲ء)

''بعد، حمد و نعت کے کہتا ہے، راجِی رَحمةَ ربِّہٖ الُمَنَّان، رحمتُ اللہ بن خلیل الرَّحمٰن، غَفَرَ لَھُمَا الُحَنَّان کہ:

مدت سے، بعض باتیں، جناب مولوی رشید احمد صاحب (گنگوہی) کی، سنتا تھا۔

جو، میرے نزدیک، وہ، اچھی نہیں تھیں، اِعتبار، نہ کرتا تھا کہ، انہوں نے، ایسا کہا ہوگا۔

اور مولوی عبدالسَّمیع صاحب کو، جو، اُن کو، میرے سے رابطہ، شاگردی کا ہے، جب تک، مکہ معظّمہ میں، نہیں آئے تھے، تحریراً، منع کرتا تھا۔

اور مکہ معظّمہ میں آنے کے بعد، تقریباً بہت تاکید سے بِالمشافہ، منع کرتا تھا کہ آپس میں مختلف، نہ ہوں۔ اور عُلمائے مدرسہ دیو بند کو، اپنا بڑا سمجھو۔

پَر، وہ مسکین، کہاں تک، صبر کرتا؟

اور میرا اِعتبار نہ کرنا، کس طرح، مُمتد رہتا؟ کہ:

حضرات عُلمائے مدرسہ دیو بند کی تحریر اور تقریر، بطریقِ تَواتُر، مجھ تک پہنچی کہ تمام افسوس سے کچھ کہنا پڑا۔ اور چپ رہنا، خلافِ دیانت سمجھا گیا۔

سو، کہتا ہوں کہ:

مَیں، مولوی رشید احمد کو، رشید سمجھتا تھا۔ مگر، میرے گمان کے خلاف، کچھ اور ہی نکلے۔

جس طرف آئے، اُس طرف، ایسا تعصُّب برتا کہ:

اس میں، ان کی تقریر اور تحریر دیکھنے سے، رونگٹا، کھڑا ہوتا ہے۔

حضرت (گنگوہی) نے اوّل قلم، اِس پر اٹھایا کہ:

جس مسجد میں ایک دفعہ، جماعت ہوئی ہو، اس میں دوسری جماعت، گو، بغیر اذان اور تکبیر کے ہو، اور دوسری جگہ ہو، جائز نہیں۔

آپ کا اور آپ کے متبعین کا، وہ حکم تو، نہ تھا، جو، نجدیوں کا، وقت حکومت مکہ معظّمہ کے تھا کہ، جو، جماعتِ اوّل میں، حاضر، نہ ہوتا، اُسے سزا دیتے۔

سو، آپ کا، اور آپ کے متبعین کا، ایسا حکم، جاہلوں کے واسطے ''مَنّ وسَلویٰ'' ہو گیا کہ سب موسموں میں، خاص کر، شدتِ گرمی میں، عُذر، ہاتھ آ گیا کہ:

عُذر کے سبب، اب تو، جماعت، فوت ہو گئی ہے، دوسری جماعت، جائز نہیں۔

دوکان اور گھر چھوڑ کر، مسجد میں، کس واسطے جاویں؟

اور عُلما نے خلاف، اُن کے لکھا۔

کب سنتے تھے؟ اور اپنی ہٹ پر، روز روز بڑھتے تھے۔

(چند سطروں کے بعد) **پھر، حضرت مولوی رشید احمد**

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیُہِ وَ سَلَّم کے نواسے کی طرف، متوجہ ہوئے اور ان کی شہادت کے بیان کو، بڑی شدت سے، محرم کے دنوں میں، گو، کیسا ہی روایتِ صحیحہ سے ہو، منع فرمایا۔

حالاں کہ، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے جناب مولانا اسحاق مرحوم تک، عادت تھی کہ عاشورہ کے دن، بادشاہِ دہلی کے پاس جا کر، روایاتِ صحیحہ سے، بیانِ حالِ شہادت کرتے تھے۔

یہ سب، اُن کے مشائخِ کرام و اساتذۂ عِظام میں ہیں۔

سو، آپ کے تشدُّد کے موافق، ان مشائخِ کرام و اساتذۂ عِظام کا، جو، حال ہے، وہ، ظاہر ہے۔

اور میرے نزدیک، اگر، روایاتِ صحیحہ سے حالِ شہادت کا بیان ہو، تو، فائدہ سے خالی نہیں۔

(چند سطروں کے بعد) پھر، حضرت رشید نے جو، نواسے کی طرف توجہ کی تھی اُس پر بھی، اِکتفا نہ کر کے

خود، ذاتِ نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیُہِ وَعَلیٰ اِخُوَانِہٖ وَ آلِہٖ وَ اَصحابِہٖ وَسَلَّم کی طرف، توجہ کی۔

پہلے، مولود کو ''کنھیّا کا جنم اشٹمی'' ٹھہرایا۔

اور، اس (مولود) کے بیان کو، حرام بتلایا۔

اور (سلام کے وقت) کھڑے ہونے کو، گو، کوئی کیسے ذوق وشوق میں ہو، بہت بڑا منکر فرمایا۔

اِس ٹھہرانے، بتلانے، فرمانے سے، لکھوکھا عُلماے صالحین اور مشائخِ مقبولِ ربِّ الْعالَمین

ان کے نزدیک، بڑے نفرتی ٹھہر گئے۔

پھر، ذاتِ نبوی میں، اس پر بھی، اِکتفا، نہ کر کے، اور اِمکانِ ذاتی سے، تجاوُز کر کے

چھ خاتم النَّبِیّٖن بِالْفِعل، ثابت کر بیٹھے۔

اور اِمکانِ ذاتی کے باعتبار تو، کچھ حد ہی، نہ رہی۔

اور، ان کا مرتبہ، کچھ بڑے بھائی سے، بڑا، نہ رہا۔

اور بڑی کوشش، اِس میں کی کہ:

حضرت (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم)، کا علم، شیطانِ لَعِین کے علم سے، کہیں کم تر ہے۔

اور اس کے خلاف کو، شرک فرمایا۔

پھر، اس توجہ پر، جو، ذاتِ اَقدسِ نبوی کی طرف تھی، اِکتفا، نہ کیا۔

اور ذاتِ اقدسِ اِلٰہی کی طرف بھی، متوجہ ہوئے، اور جناب باری تعالیٰ کے حق میں

دعویٰ کیا کہ:

اللہ کا جھوٹ بولنا، ممتنع بِالذّات نہیں۔ بلکہ، اِمکان، جھوٹ بولنے کو

اللہ کا بڑا وصف کمال کا فرمایا۔ نَعوذُ بِاللّٰہِ مِنْ ھٰذِہِ الْخُرَافات۔

میں، تو، اِن اُمور کو، ظاہر اور باطن میں، بہت بُرا سمجھتا ہوں۔

اور اپنے مُحِبّین کو، منع کرتا ہوں کہ:

حضرت مولوی رشید کے، اور ان کے چیلے چانٹوں کے، ایسے ارشادات، نہ سنیں۔

اور، میں، جانتا ہوں کہ مجھ پر، کُھلا تبرّا ہوگا۔ لیکن! جب:

جمہور عُلماے صالحین اور اَولیاے کاملین اور رسولِ ربِّ الْعالَمین اور جناب باری

جہاں آفرین، ان کی زبان اور قلم سے، نہ چھوٹے، تو، مجھے کیا شکایت ہوگی؟ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

اَلْعَبْد محمد رَحمۃُ اللہ بن خلیل الرَّحمٰن غَفَرَ لَھُمَا الْحَنَّان۔

۱۵ر ذو القعدہ ۱۳۰۷ھ۔ از مکہ معظّمہ۔

(ص ۴۴۷ تا ص ۴۵۱۔ ’’تَقْدِیسُ الْوَکِیل عَنْ تَوْھِینِ الرَّشِیدِ و الْخَلیلِ ‘‘۔ مؤلّفہ مولانا غلام دستگیر، قصوری لاہوری۔ مطبوعہ از طلبۂ درجۂ فضلیت، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی۔ طبعِ سوم ۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء)

’’تَقْدِیسُ الْوَکِیل ‘‘ کے آخر میں، مولانا غلام دستگیر، قصوری لکھتے ہیں کہ:

میں نے، ایک مختصر تحریر، اِس مضمون کی تیار کی:

(۱) جاننا چاہیے کہ، شرعاً و عُرفاً اور عقلاً، اِمکانِ کذبِ حق سُبْحٰنَہٗ وتعالیٰ، محال اور ممتنع ہے۔

اور ایسا ہی امکانِ نظیرِ محمدی سرورِ عالم خاتم النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم، محال و ممتنع ہے۔ الخ۔

(۲) بشریّت وغیرہ میں، سرورِ کائنات عَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَ السَّلام سے

جُملہ بنی آدم کو، مُساوِی جاننا، محققین کی تصریح کے خلاف ہے۔ الخ۔

(۳) شیطانِ لَعین کی، وُسعتِ علم اور اِحاطۂ زمین کو، نُصوصِ قطعیہ سے ثابت جاننا۔

اور عالِمِ عِلْمِ الْاَوَّلین وَ الْآخِرین، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ عِتْرَتِہٖ اَجْمَعِین کی وُسعتِ علم کو، بلا دلیل محض قیاسِ فاسد سے ثابت کہنا، اور اس کو، شرک سے تعبیر کرنا۔

اور آپ کے علم شریف کو، معاذ اللہ، شیطان کے علم سے کم لکھ دینا، یہ آپ کی سخت توہین ہے۔

کیوں کہ، شرعاً، ثابت ہے کہ:

آنحضرت عَلَیْہِ الصّلوٰۃُ وَالسَّلام، اعلمِ مخلوقات ہیں۔ الخ۔

(۴) مجلسِ مولود شریف، مروّجۂ عرب وعجم کو ’’کنھیّا کے جنم‘‘ سے مشابہت دینی، اور بدعتِ سیئہ وحرام کہنا، اور اس مجلس کے قیام کو، کہ بنظرِ تعظیم ذکرِ خیر و رعایتِ ادب کے، مستحسن جانا گیا ہے، اسے حرام، بلکہ، شرک وکفر لکھ دینا۔

اور فاتحۂ اَرواحِ اَولیا وصُلَحا و سائرِ مومنین، کو، برہمنوں کے اشلوک پڑھنے کے مشابہ کہنا، سخت قبیح کلمات ہیں۔‘‘ الخ۔

(۵) عُلماے دینِ متین، خصوصاً مفتیانِ حرمین شریفین زَادَ ھُمَا اللّٰہُ شَرَفاً وَ تَعظِیماً کے شکوے اور معائب، تحریر کر کے، چھپوا کے تشہیر کرنی، نہایت مخالفتِ شرع از ہر ہے۔ الخ۔

بقلم محمد ابو عبد الرحمٰن، فقیر غلام دستگیر، قصوری، کانَ اللّٰہُ لَہٗ۔ در مکہ معظّمہ۔ ۱۸ر ربیعُ الاوّل ۱۳۰۸ھ۔

اپنی مندرجہ بالا تحریر، مولانا غلام دستگیر، قصوری نے، حضرت حاجی اِمداد اللہ، چشتی صابری مہاجرِ مکی کی خدمت میں، پیش کی۔

تو، ''حضرت حاجی صاحب موصوف نے، اِس تحریر کو ملاحظہ فرما کر

حضرت مولانا بالْفضلِ وَالکمالِ اَوْلَانا الحاج الحافظ محمد عبدالحق (شیخُ الدَّلائل) کی خدمت

میں بھیجا، تو، انہوں نے اس پر، یہ لکھا:

حامِداً وَ مُصَلِّیاً وَ مسَلِّماً ۔ما کُتِبَ فی هٰذا الْقِرطاسِ صَحیحٌ ،لارَیْبَ فِیْهِ۔

وَ اللّٰهُ سُبْحٰنه' وَ تَعَالیٰ اَعْلَم وَ عِلْمُه' اَتمُّ۔

حرَّرَهٗ محمد عبدُ الْحق عُفِیَ عَنْه'۔

پھر، حاجی صاحب نے، یہ تحریر فرمایا:

''تحریر بالا صحیح اور درست ہے۔ اور مطابق اِعتقاد فقیر کے، ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کے کاتب کو، جزائے خیر دے۔ آمِین۔

(ص ۷۷، ۷۸۔ ''تقدِیسُ الْوَکِیل عن توهِینِ الرَّشیدِ وَ الْخَلِیل''۔ مؤلّفہ مولانا غلام دستگیر، قصوری)

پایۂ حرمین، مولانا رحمتُ اللہ، عثمانی، کیرانوی و شیخُ الدَّلائل، مولانا محمد عبدالحق، الہ آبادی وحاجی اِمدادُ اللہ، مہاجرِ مکی اور دیگر عُلما و مشائخِ اہلِ سنَّت کی مسلسل تنبیہ و ہدایت کے باوجود مذکورہ عُلماے دیوبند کا، مسلسل اِنحراف، روزِ روشن کی طرح، واضح ہے۔

عقائد و افکارِ اہلِ سنَّت پر مشتمل ایک کتاب ''**اَنوارِ احمدی**'' مؤلّفہ، شیخُ الاسلام، مولانا انوارُ اللہ، فاروقی، حیدر آبادی (وصال ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء) تلمیذِ حضرت مولانا عبدالحلیم، فرنگی محلی لکھنوی وحضرت مولانا عبدالحیٔ، فرنگی محلی و خلیفۂ حاجی اِمدادُ اللہ، مہاجرِ مکی پر

حاجی صاحب کی تقریظ وتصدیق بھی، اِس ضمن میں، کافی اہمیت کی حامل اور شایانِ مطالعہ ہے۔

شیخُ الاسلام، حضرت مولانا انوارُ اللہ، فاروقی، حیدر آبادی (وصال ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء) نے اپنی کتاب ''**اَنوارِ احمدی**'' اپنے پیر و مُرشد، حضرت حاجی اِمدادُ اللہ، چشتی صابری، مہاجرِ مکی کو، مکمل سنایا۔ جس کی آپ نے تائید وتصویب فرمائی اور خود ہی آپ نے اس کتاب کا نام ''انوارِ احمدی'' رکھا۔

اس کے بعد، عربی و اردو زبان میں تحریری تصدیق و توثیق بھی فرمائی، جسے قارئینِ کرام، ملاحظہ فرمائیں:

.........وَجَدْتُهٗ مُوَافِقاً لِلسُّنَّةِ فَسَمَّیْتُهٗ بِالْاَنْوَارِ الْاَحمدِیة۔

وَ اِنَّمَا هٰذا مَذهَبِی وَ عَلَیْهِ مَدارُ مَشْرَبِی۔

یَقبَلُهٗ رَبُّ الْمَقبولِین وَ جَعَلَهٗ ذَخِیرةً لِیَومِ الدِّین۔ (انوارِ احمدی، مطبوعہ لاہور)

ترجمہ: میں نے، اس کتاب کو، سنَّتِ کریمہ کے مطابق پایا۔

اِس لئے میں نے، اِس کتاب کا نام، ''انوارِ احمدی''، رکھا۔

اور، یہی میرا مذہب ہے اور اس کے مشتملات پر ہی، میرے مسلک و مشرب کا، مدار ہے۔

مقبول بندوں کا پروردگار، اسے قبول فرمائے اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔''

(ص ۱۵ و ص ۱۶۔ **انوارِ احمدی**۔ فرید بک اسٹال، لاہور)

اپنی اردو تصدیق و تقریظ میں، حاجی اِمدادُ اللہ، مہاجرِ مکی، تحریر فرماتے ہیں:

''........اِن دِنوں، ایک عجیب و غریب کتابِ لاجواب، مسمّٰی بہ ''انوارِ احمدی'' مصنَّفہ حضرت علاّمۂ زَماں و فَریدِ دَوراں، عالمِ باعمل و فاضلِ بے بدل، جامعِ علومِ ظاہری و باطنی عارف بِاللہ، مولوی محمد انوارُ اللہ، حنفی و چشتی، سَلَّمَهُ اللّٰهُ تعالیٰ، فقیر کی نظر سے گذری۔

اور، بہ لسانِ حق ترجمانِ مصنِّف علاَّمہ، اوَّل سے آخر تک سنی۔

اِس کتاب کے، ہر ہر مسئلے کی تحقیقِ محققانہ میں، تائیدِ رَبَّانی پائی گئی کہ:

اس کا ایک ایک جُملہ اور فقرہ، اِمداد، مذہب اور مشربِ اہلِ حق کی، کر رہا ہے اور حق کی طرف بلاتا ہے۔'' (انوارِ احمدی۔ مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور)

''انوارِ احمدی'' کا ایک اِقتباس، یہاں پیش کیا جا رہا ہے جس سے، اِمتناعِ نظیرِ محمدی کا عقیدۂ اہلِ سنَّت، بقلمِ شیخ الاسلام حیدر آبادی و بتائیدِ حاجی صاحب، مزید روشن و واضح ہو جاتا ہے:

''بھلا، جس طرح، حق تعالیٰ کے نزدیک، صرف آنحضرت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَ سَلَّم خَاتَمُ النَّبِیّن ہیں، ویسا ہی، اگر، آپ کے نزدیک بھی رہتے، تو، اس میں آپ کا، کیا نقصان تھا؟

کیا، اِس میں بھی، کوئی شرک و بدعت، رکھی تھی، جو، طرح طرح کے شاخسانے، نکالے گئے؟

یہ، تو، بتائیے کہ:

ہمارے حضرت (صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَ سَلَّم) نے، آپ کے حق میں (مَعاذَ اللّٰه) ایسی کون سی بدسلوکی، کی تھی۔

جو، اس کا بدلہ، اِس طرح لیا گیا کہ، فضیلتِ خاصَّہ بھی مسلَّم ہونا، مطلقاً، ناگوار ہے؟

یہاں تک کہ، جب دیکھا کہ، خود، حق تعالیٰ فرما رہا ہے کہ:

آپ، سب نبیوں کے خاتم ہیں۔

تو، کمالِ تشویش ہوئی کہ، فضیلت خاصّہ، ثابت ہوئی جاتی ہے۔

جب، اس کے اِبطال کا، کوئی ذریعہ، دینِ اسلام میں، نہیں ملا۔

تو، فلاسفۂ مُعانِدین کی طرف، رُجوع کیا۔

اور امکانِ ذاتی کی شمشیرِ دودَم (دودھاری تلوار) اُن سے لے کر، میدان میں آ کھڑے ہوئے۔

افسوس ہے۔ اِس دُھن میں، یہ بھی، نہ سوچا کہ:

معتقدینِ سادہ لوح کو، اس خاتمِ فرضی کا انتظار، کتنے کنویں، جھنکائے گا؟

مقلّدینِ سادہ لوح کے دلوں پر، اتنا اثر، تو، ضرور ہوا کہ:

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّم کی خاتمیت میں، کسی قدر، شک پڑ گیا۔

چنانچہ، بعض اَتباع (متبعین) نے، اِس بنا پر، الف لام، خاتم النَّبِیّین سے بات بنائی کہ:

حضرت، اُن نبیوں کے خاتم ہیں، جو، گذر چکے ہیں۔"

جس کا مطلب، یہ ہوا کہ:

حضور کے بعد بھی، انبیا، پیدا ہوں گے۔ اور ان کا خاتم، کوئی اور ہوگا۔

معاذَ اللّٰہ! اِس تقریر نے، یہاں تک پہنچا دیا کہ، قرآن کا انکار، ہونے لگا۔

ذرا سوچیے تو، کہ، حضور کے خاتم النَّبِیّین ہونے کے سلسلے میں، یہ سارے اِحتمال
حضور کے روبرو، نکالے جاتے، تو، حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّم) پر، کتنا شاق، گذرتا؟

(ص ۷۰ و ص ۷۱۔ انوارِ احمدی۔ مؤلّفہ مولانا انوارُ اللّٰہ فاروقی، حیدر آبادی۔ مکتبہ فرید بک اسٹال، لاہور)

اپنے بعض خُلَفا کا اِنحراف اور بعض افکار و مسائلِ اہلِ سنّت سے ان کا اختلاف دیکھ کر
ان کی تنبیہ و تفہیم و ہدایت کے لئے، حاجی صاحب کا ایک رسالہ بنام "فیصلۂ ہفت مسئلہ" شائع ہوا۔

حاجی صاحب نے، اپنے اِس رسالے میں (۱) اِمتناعِ کذبِ باری تعالیٰ (۲) اِمتناعِ نظیرِ محمدی
(۳) ندائے غیرُ اللّٰہ (۴) جماعتِ ثانیہ (۵) میلادُ النّبی (۶) فاتحہ (۷) عرس۔

اِن سارے مسائل میں، مذہب و مسلکِ اہلِ سنّت کا، اِثبات اور ان کی تائید کی ہے۔

حضرت حاجی صاحب نے، اپنے ایک خلیفۂ خاص، مولانا صوفی محمد حسین، چشتی، الٰہ آبادی
(وصال ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) کے نام، مکہ مکرّمہ سے، ایک مکتوب (محرّرہ ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء)
کے ذریعہ معلوم کیا کہ:

ہماری تحریر سے، اِختلاف کا کچھ تصفیہ، ہوا، یا، نہیں؟

مولانا صوفی محمد حسین، چشتی، الٰہ آبادی نے تحقیقِ حال کر کے، حاجی صاحب کو، لکھا کہ:

عُلمائے دیو بند نے، آپ کی تحریر کو، نگاہِ غلط انداز سے بھی نہیں دیکھا۔

بلکہ "فیصلۂ ہفت مسئلہ" کو، نذرِ آتش کرا دیا۔

(ص ۴۷۔ صابری سلسلہ۔ مؤلّفہ وحید احمد مسعود۔ بدایوں۔ ۱۹۷۱ء)

حاجی صاحب کے "فیصلۂ ہفت مسئلہ" کو، نذرِ آتش کرانے کا حادثہ، خواجہ حسن ثانی نظامی
دہلوی (متوفی جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ/ مارچ ۲۰۱۵ء۔ درگاہِ محبوبِ اِلٰہی، نظام الدین اولیا، نئی دہلی)
کی زبانی سنیے:

"نذرِ آتش کرنے کی خدمت، والدی، حضرت، خواجہ حسن نظامی کے سپرد ہوئی۔

جو، اُس وقت گنگوہ میں، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے یہاں، زیرِ تعلیم تھے۔

لیکن! خواجہ صاحب نے، جلانے سے پہلے، اُس کو پڑھا۔

اور جب، ان کو، وہ کتاب اچھی معلوم ہوئی، تو، انھوں نے اپنے استاد کے حکم کی تعمیل میں
آدھی کتابیں تو، جلا دیں اور آدھی بچا کر، رکھ لیں۔" الخ۔ (ص ۲۲۔ ماہنامہ "مُنادی" دہلی۔ جلد ۳۹۔ شمارہ نمبر ۱۲)

اپنے شیخ و مُرشد، حاجی امداد اللّٰہ، مہاجرِ مکی (متوفی ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء) کے بارے میں
مولانا رشید احمد، گنگوہی کا، خیال تھا کہ:

"جن کے امام، حاجی صاحب ہیں، اس میں ہم، ان کے، مقلّد ہیں۔

باقی فرعیات کے امام، ہم، ہیں۔

حاجی صاحب کو، چاہیے کہ، ہم سے پوچھ کر، عمل کریں۔"

اور، مولوی قاسم، نانوتوی نے کہا:

ہماری معلومات، زائد۔ اور حاجی صاحب کا علم، زائد ہے۔"

اور، مولوی اشرف علی، تھانوی نے تو، اس اختلاف کو، جائز قرار دینے کے لئے
اپنی ساری قابلیت، صَرف کر دی۔ مگر، ساتھ ہی، از راہِ انصاف، یہ بھی کہا کہ، بقول شخصے:

تا نباشد چیزکے، مردم نگویند چیزہا۔

(ص ۴۹۔ صابری سلسلہ۔ مؤلّفہ وحید احمد مسعود۔ بدایوں۔ ۱۹۷۱ء)

ماضی قریب میں، دہلی کی ایک متحرک وفعّال شخصیت، مولانا امداد صابری، دہلوی کی تھی۔

وہ، لکھتے ہیں کہ:

''حضرت حاجی صاحب کے مریدین میں، ہر طبقہ اور ہر خیال کے دیوبندی اور بریلوی دونوں حضرات تھے۔

ایک طرف، حضرت مولانا قاسم، نانوتوی وحضرت مولانا محمد یعقوب، نانوتوی وحضرت مولانا رشید احمد، گنگوہی اور مولانا اشرف علی، تھانوی تھے۔

اور، دوسری طرف، بریلوی عقائد کے، حضرت حاجی عابد حسین صاحب، دیوبندی (!) حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب، بیدل، رام پوری، حضرت مولانا محمد حسین، الہ آبادی، حضرت مولانا افضل، بخاری، اکبر آبادی، حضرت مولانا کرامتُ اللہ صاحب، دہلوی اور حضرت مولانا سید محمد حمزہ، وغیرہ تھے۔''

(ص ۱۰۲ وص ۱۰۳۔ ''**داستانِ شرف**'' مؤلّفہ مولانا امداد صابری، دہلوی۔ ناشر: سعید خاں میونسپل کونسلر پہاڑی اِملی، دہلی۔ ۱۹۷۹ء)

''**اِمدادُ المُشتاق**'' میں، حاجی اِمدادُ اللہ، مہاجر مکی نے، اپنے خُلَفا کے بارے میں فرمایا:

''**میرے خُلفا، دو قسم کے ہیں۔** ایک، وہ، جنہیں، میں نے، از خود، خلافت دی ہے۔

دوسرے وہ، جن کو، تبلیغِ دین کے لئے، اُن کی درخواست پر، اجازت دی ہے۔''

جن خُلفا کو، از خود، خلافت دی ہے، انہوں نے، پوری طرح، حاجی صاحب کی اِتّباع کی۔ مثلاً:

مولوی لطف اللہ، علی گڑھی (متوفی ۱۳۳۴ھ) مولوی احمد حَسَن، کان پوری (م ۱۳۲۲ھ)

مولوی محمد حسین، الہ آبادی (م ۱۳۲۲ھ) اور مولوی عبدالسمیع، بیدل، رام پوری (م ۱۳۱۸ھ)

جن خُلفا نے، حاجی صاحب سے اختلاف کیا، اُن میں:

مولوی محمد قاسم، نانوتوی (م ۱۲۹۷ھ) مولوی رشید احمد، گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ) اور مولوی اشرف علی، تھانوی (م ۱۳۶۲ھ) کے اسمائے گرامی، سرِ فہرست ہیں۔''

(ص ۴۶۔ **صابری سلسلہ**۔ مؤلّفہ وحید احمد مسعود۔ بدایوں۔ ۱۹۷۱ء)

مولانا اشرف علی، تھانوی کے متعدد بیانات سے، اچھی طرح، واضح ہو جاتا ہے کہ:

مولانا رشید احمد، گنگوہی، اپنے پیر، حاجی اِمدادُ اللہ، چشتی صابری، مہاجرِ مکی کے

افکار وخیالات ومعمولات سے، کتنی دور، جا پڑے تھے۔

''مکہ معظّمہ میں، حضرت مولانا (رشید احمد) گنگوہی سے

حضرت حاجی (امدادُ اللہ) صاحب نے فرمایا کہ:

فلاں جگہ، مولود شریف ہے۔ تم، چلتے ہو؟

حضرت مولانا گنگوہی نے، صاف انکار کر دیا کہ:

نہیں، حضرت! میں نہیں جا سکتا۔ کیوں کہ مَیں، ہندوستان میں، اس کو منع کیا کرتا ہوں۔''

(ص ۳۸۔ **قصص الاکابر**، حصہ اول۔ از مولانا اشرف علی تھانوی۔ مطبوعہ ادارہ اشرفُ الامداد، لاہور)

(امیر شاہ صاحب نے فرمایا کہ) ''جب، مولوی صادقُ الیقین، حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں جانے لگے تو مولانا گنگوہی...... نے وصیت فرمائی...... کہ:

''میاں مولوی صادقُ الیقین!

جیسے جا رہے ہو، ویسے ہی چلے آئیو۔ اپنے اندر کوئی تغیُّر، نہ پیدا کیجیو۔''

ہمارے حضرت نے فرمایا کہ، اس سے، مولانا (گنگوہی) کا، یہ مطلب تھا کہ:

وہاں جا کر، حاجی صاحب رَحمۃُ اللہِ عَلَیْہِ کے افعال، میرے خلاف، دیکھو گے۔

اگر، مجھ سے عقیدت رہی، تو، حاجی صاحب کو، چھوڑ دو گے۔

اور، اگر، حاجی صاحب سے عقیدت رہی، تو، مجھے، چھوڑ دو گے۔

چنانچہ، انھوں نے مسلک، مولانا (گنگوہی) کا رکھا اور حضرت حاجی صاحب کے جاں نثار تھے۔

.... مجھ سے، مولوی صادقُ الیقین کہتے تھے کہ:

حضرت حاجی صاحب کے یہاں، اور مولانا (گنگوہی) کے یہاں

تو، زمین وآسمان کا فرق ہے۔ کوئی تطبیق، ہو ہی نہیں سکتی۔''

(ص ۳۱۸۔۳۱۹۔ اَرواحِ ثلثہ۔ واقعات وملفوظاتِ مولانا تھانوی)

خواجہ حسن ثانی نظامی (متوفی جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۳۶ھ/ مارچ ۲۰۱۵ء۔ درگاہِ محبوبِ الٰہی نظامُ الدّین اولیا، نئی دہلی) لکھتے ہیں:

'اِس حقیقت سے، کوئی انصاف پسند آدمی، انکار نہیں کر سکتا کہ:

برِّصغیر کے صوفی بزرگ، حضرت مولانا حاجی اِمدادُ اللہ، مہاجرِ مکی کے عقائد

اُن عقائد سے مختلف تھے، جو، اُن کے مُبیّنہ پَیروکاروں کا، طُرَّہ ٔاِمتیاز ہیں۔

اور جن کی وجہ سے ''چشتی صابری'' نسبت کے باوجود، ''دیوبندی اسکول'' کو

تصوف اور چشتیت کے لئے، ایک تہمت سمجھا جانے لگا ہے۔

پیر و مُرشد کے عقائد سے، ایسا اختلاف، حیرت انگیز بھی ہے۔

اور، تصوف کی تاریخ میں، اس کی کوئی مثال بھی، نہیں ملتی۔''

(ص ۷۔ ''**اِفتتاحِ سخن**''، بقلم خواجہ حسن ثانی نظامی، در کتاب ''**سید احمد شہید کی صحیح تصویر**'' مؤلّفہ وحید احمد مسعود، بدایونی۔

مکتبہ مسعود۔ رام گڑھ۔ لاہور۔ بارِ سوم، ۱۹۶۶ء)

مولانا اِمداد، صابری، دہلوی، اپنے والد، مولانا شرفُ الحق، دہلوی، مُریدِ حضرت حاجی اِمدادُ اللہ

، مہاجرِ مکی کے نام، مولانا رشید احمد، گنگوہی کا، ایک نہایت اہم خط، نقل کرتے ہیں۔

جس میں، حضرت حاجی اِمدادُ اللہ کے خیالات و افکار و مسائل اور آپ کے رسالہ

''**فیصلہ ٔ ہفت مسئلہ**'' کو، صراحۃً، مستر د کر دیا گیا ہے۔ مولانا امداد صابری، دہلوی لکھتے ہیں کہ:

''حضرت والد ماجد، مولانا شرفُ الحق صاحب، قادری، صابری، صدیقی

حضرت مولانا رشید احمد، گنگوہی کے تلامذہ میں سے تھے۔

ان کو، ۳۰/اپریل ۱۸۹۵ء کو، ایک خط، ہدایت نامہ کی صورت میں آیا، جس کی عبارت، یہ ہے:

از بندہ رشید احمد عُفِیَ عَنہ' بعد سلام مسنون!

اب، بندہ، تندرست ہے۔ مگر، ضعفِ طبعی، بہ سبب پیرانہ سالی کے، اور کچھ اثرِ مرض ہے۔

حضرت (حاجی اِمدادُ اللہ) سَلَّمَہُ اللہُ نے، اپنے آخری وقت میں

اپنے واسطے، سامان، بدنامی کا، پسند فرمایا۔

اگر چہ، تالیف و تحریر، مولانا اشرف علی صاحب کی ہے۔ مگر، حسبِ ارشاد، حضرت کے

انہوں نے جمع کیا۔ اگر، دو فقرہ، ہر مسئلہ پر لکھ دیتے، تو، کچھ خرابی، نہ ہوتی۔

اب، متبادِر معنیٰ سے، اِعانت، بدعات کی ہوتی ہے۔ اور بدعتی کو، تو، حجت ہوگئی۔

اور ہم لوگوں کو، مخالفت کرنا بھی، ضروری ہے کہ، عقائد کے مسائل ہیں۔

اگر چہ، حضرت نے فیصلہ کرنا چاہا۔ مگر، فیصلہ، ہرگز، نہیں ہوسکتا۔

ظاہر مضامین، جواب ِمسائل، اور فیصلہ، خلافِ شریعت ہے۔ اگر چہ، بہ تاویل، صحیح ہوسکتا ہے۔

اب، بہ مقابل اہلِ بدعت، یہی کہیے کہ:

اگر چہ، حضرت نے، یہ لکھا ہے، تاہم، غلط ہے۔

حضرت، نہ مُجتہد تھے، نہ عالم، نہ علمِ شریعت کے ماہر۔

اگر، کسی وجہ سے، ان کو غلط فہمی ہو، تو، ہم پر حجت نہیں۔

ہم، ان کے، علم میں، مقلّد نہیں۔ پس جواب دو۔ فقط والسَّلام۔

(ص ۱۰۳ و ۱۰۴۔ ''**داستانِ شرف**'' مؤلّفہ مولانا امداد صابری، دہلوی۔ ناشر: سعید خاں۔ میونسپل کونسلر۔

پہاڑی اِملی دہلی ۱۹۷۹ء)(۲)

---

(۱) یہ حقیقت، واضح رہے کہ ''مدرسہ عربی و فارسی و ریاضی''، دیوبند (قائم شدہ ۱۵/محرمُ الحُرام ۱۲۸۳ھ/۳۰/مئی

۱۸۶۶ء) کے مجوِّز و محرِّک و بانی، حضرت حاجی سید عابد حسین، قادری، چشتی، دیوبندی (وصال ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء) ہیں۔

مدرسۂ دیوبند اور اس کے بانی، حاجی عابد حسین کے بارے میں، مختصر طور سے، چند تاریخی حقائق، ملاحظہ فرمائیں:

''حاجی (عابد) صاحب نے، تین چِلّے کیے۔ پہلا، جنگل میں۔ دوسرا، چودھری صابر بخش کی مسجد میں۔

اور تیسرا، مسجد چَھتَّہ میں۔ جب آپ، تیسرے چلّے ہی میں تھے کہ، آپ کو، مدرسہ، قائم کرنے کا، اِلہام ہوا۔

جمعہ کی شب، خواب دیکھا کہ:

حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّم، تشریف فرما ہیں۔ اور حاجی صاحب قُدِّس سِرَّہ' کو، حکم فرما رہے ہیں کہ:

یہاں، ایک عربی مدرسہ، دینِ اسلام کی بقا اور ترویج کے لئے قائم کیا جائے۔''

صبح، حاجی صاحب نے، دیوبند کے سر برآوردہ حضرات کو، مسجد چھتّہ میں بلایا۔

مولانا مہتاب علی، مولانا ذوالفِقار علی، مولانا فضلُ الرحمٰن، مولانا فضلِ حق، مولانا نذیر احمد

اور دوسرے حضرات، شریک ہوئے۔

حضرت حاجی محمد عابد صاحب قبلہ نے، ان حضرات کے سامنے، اپنے، رات کے خواب کو، بیان کیا۔

اور ایک عربی مدرسہ کے قیام کی رائے، پیش فرمائی۔ اور فرمایا کہ:

''جب، پُرانے عالم، نہ رہیں گے، تو، کوئی مسئلہ بتانے والا بھی، نہیں ملے گا۔''

ان حضرات نے، مکمل طور پر تعاون کا یقین دلایا اور اِمداد کا وعدہ فرمایا۔

اِسی مجلس میں، حاجی صاحب، قُدِّس سِرَّہ' نے، اپنا سفید رومال، چندہ کے لئے بچھا دیا۔

اور ساتھ ہی، اپنی جیب سے تین روپے، اس رومال پر رکھے۔ اور ہمیشہ دینے کا وعدہ فرمایا۔

ان حضرات نے بھی، اپنا نام لکھوایا اور مجلس، ختم ہوگئی۔ یہ واقعہ ۲؍ذی الحجہ ۱۲۸۲ھ۔ بروز جمعہ کا ہے۔

صبح ہوئی۔ اِشراق کی نماز کے بعد، گلے میں جھولی ڈالی اور اپنے تین روپے، اس میں ڈالے۔

اور گھر گھر جا کر، چندہ کا عمل، شروع کر دیا۔ اور شام تک، چار سو ایک روپے آٹھ آنے، جمع ہو گئے۔

اور پھر، ڈیڑھ ماہ کی مدت میں، اتنے روپے جمع ہو گئے کہ ۱۵؍محرم الحرام ۱۲۸۳ھ کو، دارالعلوم کا قیام عمل میں آ گیا۔''

(ص ۳۔ روداد دارالعلوم، دیوبند، ۱۲۸۳ھ۔ خواب اور چندہ کا واقعہ، تذکرۃُ العابدین، مؤلّفہ مولانا نذیر احمد، دیوبندی۔ مطبوعہ دہلی ۱۳۱۷ھ میں بھی، درج ہے)

''بعد نمازِ مغرب، نوافل وختمِ خواجگان وغیرہ سے فراغ، حاصل کر کے، جو، کوئی مُرید، یا۔ مہمان ہوتا اُس سے باتیں کرتے۔ ہر جمعہ کو، بعد نمازِ مغرب، مولود شریف کی محفل کا، اِہتمام کرتے۔

اِس عمل میں، بہت زرِ کثیر، صَرف کرتے تھے۔ اور تازیست، ہمیشہ کراتے رہے۔''

(ص ۷۷۔ تذکرۃُ العابدین۔ مؤلّفہ مولانا نذیر احمد، دیوبندی۔ مطبوعہ دہلی۔ ۱۳۱۷ھ)

خانوادۂ حاجی سید عابد حسین کے ایک رُکن، سید افتخار حسین، محلّہ ضیاءُ الحق، دیوبند لکھتے ہیں:

''جس زمانے میں، مدرسہ قائم ہوا، اُس زمانے میں، مولانا محمد قاسم نانوتوی، میرٹھ کے مطبع مجتبائی میں تصحیح کا کام، انجام دیتے تھے۔ جس کا ذکر، مولانا یعقوب نے ''سوانحِ عمریِ مولانا محمد قاسم'' (مطبوعہ ۱۳۰۷ھ) میں، کیا ہے۔

دیوبند میں، مولانا محمد قاسم کا قیام، ۱۲۹۰ھ سے پہلے، ثابت نہیں۔

............۱۳۰۶ھ میں، شاہ رفیع الدّین صاحب کے، دیوبند سے ہجرت کر جانے کے بعد، مدرسہ سے ایک اِشتہار، شائع ہوا تھا (جو، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، ہمارے پاس، اب بھی محفوظ ہے)............ اس اشتہار کا ایک ٹکڑا، یہ ہے:

''جملہ خیر خواہانِ مدرسہ کو، بہ سبب روانگی مولوی موصوف کے، نہایت تشویش، پیش آئی۔

ناچار، بجُز اِس تدبیر کے، کوئی چارہ، نہ بن پڑا کہ سب مجتمع ہو کر:

بہ خدمتِ بابرکت، حضرت حاجی عابد صاحب

جو، بانیِ مدرسہ وجُزوِ اوّل، مدرسہ ھٰذا، وحامی وسرپرست وسرآمدِ اربابِ شوریٰ ہیں۔

حاضر ہو کر، مُلتجی ہوئے کہ، اب، جناب، اِس کارِ اہتمام کو، انجام دیں کہ، آخر، یہ مدرسہ، آپ ہی کا ہے۔

ابتدائی سالوں کی رودادوں میں، بار بار، حاجی محمد عابد صاحب کو، اصلِ اصولِ مدرسہ لکھا گیا۔''

ملاحظہ ہو: روداد ۱۲۸۶ھ۔ اِلیٰ آخِرہٖ۔ (روزنامہ، قومی آواز، نئی دہلی۔ شمارہ دسمبر ۱۹۹۷ء)

''سچی بات، یہی ہے۔ یہی واقعہ ہے۔ اور، اسی کو، واقعہ ہونا بھی چاہیے کہ:

جامعہ قاسمیہ، یا۔ دیوبند کے دارالعلوم کی جب، بنیاد پڑی تو، سیدنا الامامُ الکبیر (مولانا، نانوتوی) اُس وقت، دیوبند میں، موجود، نہ تھے۔'' الخ۔

(ص ۲۴۸۔ سوانحِ قاسمی، جلدِ دوم۔ مؤلّفہ مولانا مناظر احسن گیلانی)

''مولانا محمد قاسم نانوتوی، مدرسہ دیوبند کے اصل بانی، نہ تھے۔

لیکن! مدرسہ کو ایک شاندار دارالعلوم بنانے کا خیال، آپ کا تھا۔'' الخ۔

(ص ۲۰۰۔ موجِ کوثر۔ مؤلّفہ شیخ محمد اِکرام۔ مطبوعہ دہلی)

''دیوبند میں، حاجی صاحب کے سگے پوتے، سید شاداب، ہمارے ہم درس تھے۔

اُن کے پاس، بہت سے پرانے کاغذات ہیں، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ:

قیامِ دارالعلوم کے اوّل مُحرِّک وجُزو، حضرت حاجی صاحب ہی، تھے۔

البتّہ، حضرت مولانا محمد قاسم، نانوتوی سمیت، دوسرے اکابر سے، صلاح ومشورہ کیا جاتا رہا۔'' الخ۔

(روزنامہ، قومی آواز، نئی دہلی۔ ۲؍جنوری ۱۹۹۸ء۔ بقلم مولانا عبدالحمید نعمانی قاسمی، ناظمِ نشر واشاعت جمعیۃ العلماء ہند)

''مجھے یاد ہے۔ مَیں، اُس وقت، دارالعلوم دیوبند میں تعلیم، حاصل کر رہا تھا۔

شیخُ الاسلام، مولانا سید حسین احمد اور شیخُ الادب والفقہ، مولانا اعزاز علی، حیات تھے۔

مولانا مناظر احسن گیلانی کو، ''بانیِ دارالعلوم کون؟'' تحقیق، سپرد کی گئی۔

مولانا مناظر احسن گیلانی نے، اپنے قلم سے، حضرت حاجی صاحب کو، بانیِ دارالعلوم تحریر کیا۔

قاری طیب صاحب نے اعتراض کیا۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے فرمایا:

میری تحقیق، یہی ہے کہ، حضرت حاجی عابد، بانیِ دارالعلوم ہیں۔

اور میں، اپنے قلم سے اس کو قلم زَد نہیں کروں گا۔ آپ کی مرضی! آپ، اپنے قلم سے، اس کو قلم زَد کر دیجیے۔''

قاری صاحب نے، برہمی کا اظہار فرمایا۔ اور اپنے قلم سے، اس کو، قلم زَد کر دیا۔

حقیقت، یہی ہے کہ دارالعلوم کے بانی، حضرت حاجی عابد ہیں۔

حافظ محمد احمد، مہتمم رہے۔ پھر، ان کے بیٹے، مولانا محمد طیب، مہتمم رہے۔ اِس وجہ سے:

ان کے دادا، (مولانا محمد قاسم، نانوتوی) دارالعلوم کے بانی، بن گئے۔''

(روزنامہ، قومی آواز، نئی دہلی۔ شمارہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۹۷ء۔ بقلم مولانا محمد یونس، فاضلِ دارالعلوم، دیوبند)

''چوں کہ، لوگوں کے دلوں میں، خلوص نہیں رہا، اِس لئے اِختلافات، رونما ہوتے رہے۔

نتیجہ، یہ ہوا کہ، ایک وقت، وہ، آیا کہ:

آپ (حاجی عابد) مدرسہ کے کاروبار سے الگ ہوگئے اور فرمایا:

اب، لِلّٰہیت، نہ رہی، بلکہ نفسانیت آگئی۔ فقیر کو، اِن سب باتوں سے کیا غرض؟''

(ص ۶۷۔ **تذکرۃُ العابدین**۔ از مولانا نذیر احمد، دیوبندی۔ مطبوعہ دہلی۔ ۱۳۱۷ھ)

''مجھے، عرض کرنے دیجیے کہ:

یہ آویزش، ''خالص نظریاتی جنگ'' تھی۔ میں تفصیلات میں، تو، ہرگز نہ جاؤں گا۔

اِس لئے کہ، وہ، ایک دل خراش تاریخ کا باب ہے۔ لیکن، اپنے علم و مطالعہ کی روشنی میں، اتنا ضرور، عرض کروں گا کہ:

جو دیوبند، حضرت حاجی عابد حسین المغفور کی زیرِ تربیت بن رہا تھا، وہ، یقیناً، اُس دیوبند سے مختلف ہوتا

جس کا تعارف اور شہرت، عالَمِ اسلام سے گذر کر، اَقصائے عالَم تک پہنچ چکی ہے۔''

(ص ۴۹۔ ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی۔ ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ/ مارچ ۱۹۶۹ء۔ بقلم مولانا انظر شاہ کشمیری، شیخُ الحدیث
دارالعلوم، دیوبند، فرزندِ مولانا انور شاہ کشمیری، شیخُ الحدیث، دارالعلوم، دیوبند ضلع سہارن پور۔ یوپی)

''سمجھنے کے لئے، اتنا عرض کر سکتا ہوں کہ:

چھتّہ کی مسجد، جہاں سے دارالعلوم کی ابتدا ہوتی ہے، حضرت حاجی صاحب کی نشست گاہ، یہی مقدس عمارت تھی۔

اس مسجد میں، رمضانُ المبارک کے چاروں جمعوں میں

اب تک، میلاد، حضرت حاجی صاحب کی یاد میں، جاری ہے۔

میں نے کیا لکھا؟ بس! اِس اجمال میں، نکتہ سنج، اُن ساری تفصیلات کو پڑھ لیں، جسے میں نے

کم از کم، تاریخ نگاری کے تلخ فریضہ کے قطعاً خلاف، سنانے سے پہلو بچا لیا۔''

(حاشیہ ص ۵۰۔ ماہنامہ ''البلاغ''، کراچی۔ شمارہ مارچ ۱۹۶۹ء۔ بقلم مولانا انظر شاہ کشمیری)

(۲) جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد، جب، متحدہ ہندوستان کے حالات، انتہائی ناگفتہ بہ ہوئے تو حاجی امدادُ اللہ
چشتی صابری، مہاجرِ مکی، ۱۲۷۶ھ/ ۱۸۵۹ء میں، ہندوستان سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ چلے گئے اور ساری عمر، وہیں گذار دی
اور مکہ مکرمہ ہی میں، ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء میں، آپ کا انتقال بھی ہوگیا۔ جنتُ المعلیٰ، مکہ مکرمہ میں آپ کی، تدفین ہوئی۔

مولانا رحمتُ اللہ، عثمانی، کیرانوی (متوفی رمضان ۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۱ء) کا بھی، کچھ ایسا ہی معاملہ ہے کہ:

رجب ۱۲۷۰ھ/ اپریل ۱۸۵۴ء میں، آپ نے آگرہ میں، پادری فنڈر سے مناظرہ کر کے اُسے شکستِ فاش دی
اور جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں بھی، آپ نے حصہ لیا۔ یہی وجہ ہے کہ:

انگریز حُکّام، آپ کی ایذا رسانی کے درپے ہوئے۔

جس کے بعد، آپ نے، ہندوستان سے ہجرت کی اور مکہ مکرّمہ میں، مستقل طور سے قیام پذیر ہوگئے۔

مکہ مکرّمہ ہی میں ۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۱ء میں، آپ کا وصال ہوگیا۔ جنتُ المعلیٰ، مکہ مکرّمہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔

سہارن پور کے، یہی دونوں حضرات، ایسے تھے، جنہیں، اُس وقت کے عُلمائے سہارن پور، عام طور پر، اپنا بزرگ
اور مُربّی سمجھتے تھے۔ لیکن، جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد، ہندوستان سے، جب، یہ دونوں حضرات چلے گئے، تو:
ان عُلما کے لئے میدان، صاف ہوگیا۔ اور اپنے اسلاف و اکابر کی رَوِش سے تجاوُز و انحراف کا دروازہ، کُھل گیا۔

اِن دونوں حضرات نے، مکتوبات اور زبانی پیغامات کے ذریعہ، اصلاحِ حال کی کوشش کی۔ مگر، بے سود، رہی۔

اسی سلسلے کی اہم کڑی ہے: **فیصلۂ ہفت مسئلہ۔**

کہا جاتا ہے کہ، حاجی امدادُ اللہ، مہاجرِ مکی کے حکم سے، مولانا اشرف علی، تھانوی نے، اسے لکھا تھا اور اس کی اِشاعت
حاجی صاحب کے نام سے ہوئی تھی۔

مولانا اشرف علی، تھانوی، اُس وقت تک، اپنے اسلاف کی رَوِش اور ان کے مسلک سے منحرف نہیں ہوئے تھے۔

چنانچہ ''**فیصلۂ ہفت مسئلہ**'' کو، مولانا رشید احمد گنگوہی کے حکم سے، نذرِ آتش کیے جانے کا جو حادثہ ہوا تھا، اُسی کا ایک اہم
حصہ، خواجہ حسن ثانی نظامی، دہلوی (متوفی جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۳۶ھ/ مارچ ۲۰۱۵ء) کی مندرجہ ذیل تحریر کے آخر میں، درج ہے:

''نذرِ آتش کرنے کی، یہ خدمت، والدِی، حضرت خواجہ حسن، نظامی کے سپرد ہوئی۔

جو، اُس وقت گنگوہ میں، حضرت مولانا رشید احمد، گنگوہی کے یہاں، زیرِ تعلیم تھے۔

لیکن! خواجہ صاحب نے، جَلانے سے پہلے، اس کو پڑھا۔ اور:

جب، ان کو، وہ کتاب، اچھی معلوم ہوئی تو انہوں نے استاد کے حکم کی تعمیل میں، آدھی کتابیں تو جلا دیں اور آدھی بچا کر رکھ لیں۔

اس کے کچھ عرصہ بعد، مولانا اشرف علی، تھانوی، مولانا گنگوہی سے ملنے آئے۔ اور ان سے پوچھا کہ:

میں نے، کچھ کتابیں، تقسیم کرنے کے لئے آپ کے پاس بھیجی تھیں، ان کا کیا ہوا؟

مولانا گنگوہی نے اس کا جواب ''خاموشی'' سے دیا۔

لیکن! کسی حاضرُ الوقت نے کہا کہ:

علی حَسَن (خواجہ حسن نظامی) کو، حکم ہوا تھا کہ، انہیں، جلا دو۔

مولانا تھانوی نے، میاں علی حَسَن (خواجہ حَسَن نظامی) سے پوچھا کہ:

کیا واقعی، تم نے، کتابیں جلا دیں؟

انہوں نے جواب دیا کہ:

استاد کا حکم تھا، اِس لئے آدھی کتابیں، تو، میں نے، جلادیں اور آدھی، میرے پاس محفوظ ہیں۔"

حضرت خواجہ صاحب، بیان کرتے تھے کہ:

مولانا تھانوی، اس سے اتنے خوش ہوئے کہ: آم، کھا رہے تھے، فوراً دو آم اٹھا کر، مجھے، انعام میں دیے۔"

(ص ۲۲۔ ماہنامہ "منادِی" دہلی۔ جلد ۳۹۔ شمارہ ۱۲)

☆☆☆

سَوَادِ اعظم کے جُملہ طبقات ومسالک کی تائید وحمایت

"سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت وجماعت کے فقہی مذاہبِ اربعہ (حنفیت وشافعیت و مالکیت وحنبلیت) اور جُملہ طُرُق وسَلاسِلِ تصوف وطریقت، مثل قادریہ وچشتیہ ونقشبندیہ وسہروردیہ و رِفاعیہ وشاذلیہ اوران سے وابستہ جملہ قدیم وجدید عُلما وفُقَہا وفُضَلا وصوفیہ ومشائخِ کرام ومبلّغین وداعیانِ اسلام، جو، مذہب ومسلکِ سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت وجماعت پر، اِستقامت کے ساتھ حمایت وتائیدِ اسلام وخدمتِ دینِ حنیف ونشر واشاعت وترویجِ مذہب ومسلک ومشرب کے کسی بھی، شعبہ سے وابستہ اور کسی بھی خطہ اور علاقہ میں، اِخلاص ودیانت کے ساتھ مصالح ومفاداتِ مِلَّت وجماعتِ حق واہلِ حق ونُصرت واِعانتِ سَوَادِ اعظم میں مشغول ومصروف تھے اور آج بھی، سرگرم ہیں۔

اُن سب کے ساتھ، حُسنِ ظن، اُن سب کی تحسین وتشجیع، اُن سب کی ممکن نصرت وحمایت واِعانت واِمداد، اوران سب کے حق میں، جذبۂ خیر اور اُن کا ذِکرِ خَیر، سَوَادِ اعظم کے ہر فرد پر حسبِ صلاحیت ووسعت واِستطاعت، نہایت اہم مذہبی وملّی فریضہ، اِنفرادی واِجتماعی شعور واِدراک وعلم وعرفان کی واضح علامت، اور دینی ودنیوی فوز وفلاح وسعادت ونجات کی بہترین ضمانت ہے۔

وقتِ بَرہنہ گفتن ست، مَنۡ بہ کِنایہ گفتہ اَم
خود تو بگو کجا بُرم؟ ہم نفسانِ خام را

(ص ۲۰۵ وص ۲۰۶۔ "عرفانِ مذہب ومسلک"۔ طبعِ اَخیر، مارچ ۲۰۱۴ء)

دو سو سالہ جشنِ عزیزی ولی اللّٰھی

اُستَاذُ الْمُحَدِّثِین، سِرَاجُ الْھِند، **شاہ عبدالعزیز، مُحدِّث دہلوی** (وصال ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) خَلفِ اکبر، اِمامُ الْھِند، **شاہ ولی اللہ، مُحدِّث دہلوی** (وصال ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) کے، دوسوسالہ یادگاری سال (۱۴۳۹ھ) کی آمد کے موقع پر:

آپ کی دینی وعلمی اور تدریسی وتصنیفی خدماتِ جلیلہ کو، قلمی ولِسانی خِراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے ملک وبیرونِ ملک کے مختلف مقامات پر، یادگاری اِجتماعات وتقریبات کے اِنعقاد کی تاریخ ساز تحریک۔

سِرَاجُ الْھِند، شاہ عبد العَزیز، مُحدِّث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ)

متحدہ ہندوستان کے اندر، علمِ حدیثِ نبوی کے درس وتدریس وتشریح وتالیف اور تبلیغ واِشاعت کا، مقدس فریضہ انجام دینے والے اَکابر ومشاہیر مُحدِّثِینِ کرام اور اپنے جَدِّ امجد، شاہ عبدالرَّحیم، مُحدِّث دہلوی وَوالدِ مُکرَّم، شاہ ولی اللہ، مُحدِّث دہلوی کا سلسلۂ درسِ حدیث وخدمتِ حدیثِ نبوی، قائم رکھنے اور اسے اَوجِ کمال تک پہنچانے کے اِعتراف واِنعام میں، عُلمائے کرام ومشائخِ عِظام، آپ کو "اُستَاذُ الْمُحَدِّثِین" اور "سِرَاجُ الْھِند" کے معزَّز ومحترم ومکرَّم لقب سے، یاد کرتے ہیں۔

سِرَاجُ الْھِند، شاہ عبدالعزیز، مُحدِّث دہلوی اور خلیفۂ اعظم، شاہ محمد عاشق، پُھلَتی (شاہ ولی اللہ کے مَحرمِ اَسرار وخلیفۂ اعظم) متوارث ہدایات وتعلیمات ورِوایاتِ ولی اللّٰھی اور تصوف وطریقت کے سلاسِلِ ولی اللّٰھی کی تعلیم وترویج میں، اپنے اَسلاف واَکابر کے نقشِ قدم پر چلتے رہنے میں، تاحیات، دوش بدوش، رہے۔

درس گاہِ عزیزی، ولی اللّٰھی (دہلی) سے اِستفادہ واِکتسابِ فیض کرنے والی ممتاز ترین اسلامی شخصیات میں:

شاہ رفیعُ الدِّین، دہلوی وشاہ عبد القَادر، دہلوی اور شاہ محمد اسحٰق، دہلوی جیسے جلیلُ القَدر مُحدِّثین۔

شاہ غلام علی، نقشبندی، مُجدِّدی، دہلوی وشاہ احمد سعید، مُجدِّدی، دہلوی وسید شاہ آلِ رسول

احمدی، قادری برکاتی، مارہروی وشاہ فضلِ رحمان، گنج مرادآبادی اور شاہ رَؤف احمد، مُجدّدی رام پوری ثُمَّ بھوپالی جیسے عظیمُ المَرتبت مشائخِ تصوُّف وطریقت۔

مولانا رشیدُ الدّین خاں، دہلوی ومولانا حیدرعلی، فیض آبادی جیسے متکلّمین ومُناظِرین۔

مفتی صدرُ الدین آزردہ، دہلوی وعلاّمہ فضلِ حق، خیرآبادی جیسے اساتذۂ علوم وفنون۔

نیز، اِس طرح کے دیگر تلامذۂ عزیزی، ولی اللّٰھی (دہلی) رَشکِ اَماثل واَقران ہیں۔

ایک قابل ذکر پہلو، یہ بھی ہے کہ:

خاتمُ الاکابر، سیدشاہ آلِ رسول، احمدی، قادری برکاتی، مارہروی ومولانا شاہ سلامتُ اللہ قادری برکاتی، کشفی، بدایونی ثُمَّ کانپوری اور مولانا شیخ کریمُ اللہ، قادری برکاتی، مُحدَّث دہلوی۔

یہ تینوں حضرات، شمسِ مارہرہ، سیدشاہ آلِ احمد، اچھے میاں، قادری برکاتی، مارہروی کے خُلفائے کرام اور سراجُ الھِند، شاہ عبدالعزیز، مُحدّث دہلوی کے تلامذۂ عِظام ہیں۔

سِرَاجُ الْھِند، شاہ عبدالعزیز، مُحدّث دہلوی جیسی عظیم وجلیل شخصیت اور دیگر اَکابر وَاَسلافِ کرام کو، یاد رکھنا اور ان کی خِدماتِ جلیلہ کو، خراجِ تحسین پیش کرتے رہنا:

صرف تقاضائے اِحسان شناسی اور قدر دانی نہیں، بلکہ، مختلف حیثیتوں سے خود، مسلمانوں کے لئے باعثِ برکت وذریعۂ سعادت وسببِ رحمت اور ذَخیرۂ آخرت ہے۔

مُخلِصانہ درخواست: عُلما ومشائخِ کرام واساتذۂ مدارسِ دینیہ ومُورِّخین ومصنِّفین اور جُملہ اَربابِ علم ودانش سے، مخلصانہ درخواست ہے کہ:

''۱۴۳۹ھ'' کو، سِرَاجُ الْھِند، **شاہ عبدالعزیز، مُحدّث دہلوی** (وصال ۱۲۳۹ھ) کا، دوسوسالہ یادگاری سال، قرار، دے کر، شایانِ شان طریقہ سے

اپنے صوبوں، اپنے شہروں، اور اَضلاع وقصبات میں ''دوسوسالہ جشنِ عزیزی، ولی اللّٰھی'' کی تقریبات واِجتماعات، منعقد کرتے ہوئے اپنی بیداری واِحسان شناسی کا ثبوت دیں۔

اور اپنے بیانات وتحریرات ومضامین کے ذریعہ، دینی وعلمی خدماتِ عزیزی، ولی اللّٰھی اور خدماتِ اَکابر واَسلافِ کرام کو، زیادہ سے زیادہ، عام کرکے، اَجر وثوابِ دارَین حاصل کریں۔

عرض گذار: **یٰسٓ اختر مصباحی**، بانی وصدر دارُ القلم، ذاکرنگر، نئی دہلی۔ ۲۵

تذکرۂ اَسلاف واَکابرِ اہلِ سُنّت

ذِکرِ اَسلاف سے، محفل کو سجائے رکھیے
یادِ اَسلاف کو، سینے سے لگائے رکھیے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، سَوادِاعظم اہلِ سُنّت وجماعت کا ماضی، مسلسل ومربوط ہے اور تاریخِ ماضی کا، ہر نقش، تابندہ ودرخشندہ ہے۔

اس کی ہر وراثت وامانت، عہد بہ عہد، منتقل ہوئی حال تک پہنچی ہے اور نَسلِ نَو کے ذریعہ، یہی وراثت وامانت، منتقل ہوتی ہوئی، مستقبل کا ہر مرحلۂ شوق، طے کرے گی اور قیامِ قیامت تک، اپنا سفرِ حیات، سعادت وسلامتی کے ساتھ، جاری رکھ کر منزلِ تمام وکمال تک پہنچے گی۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ۔

صدیوں پر مُحیط، مسلم تاریخِ متحدہ ہند کی زینت، وہ، نفوسِ قدسیہ اور وہ، اَسلافِ کرام ہیں، جن کے اِخلاصِ فکر وعمل، سَعیِ دعوت وتبلیغ، اِظہارِ حق وصداقت، عظمتِ اَخلاق وکردار اور طَہارتِ نفس وطبع کی برکتوں سے، **برصغیر (ہندو پاک وبنگلہ دیش)** کا گوشہ گوشہ، فیض یاب اور ہر خطہ، نہال ومالا مال ہوتا رہا ہے۔

تقریباً، تین صدی کی دینی وعلمی تاریخ میں، دہلی ولکھنؤ کے دو خانوادے ایسے ہیں، جن کے سلسلۂ درس وتدریس واِفادہ واِفاضہ سے، ہندوپاک کے سبھی طبقات کے دینی وتعلیمی ادارے اور شخصیات، کسی نہ کسی شکل میں، منسلک، یا۔ اس کے مُدَّعی ہیں۔

یہی، وہ، دو عظیم خانوادے ہیں، جن کے درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور

اِصلاحِ فکر واعتقاد کی روشن یادگاریں، ہماری تاریخِ فضل وکمال کا بیش قیمت اَثاثہ اور ہمارے لئے، سرمایۂ فخر وسعادت ہیں۔

راقمِ سطور (یٰسٓ اختر مصباحی) نے، اِن دونوں خانوادوں کو، اپنا موضوعِ مطالعہ بنا کر، ان کی اِجمالی تاریخ اور حیات وخدمات پر کام کرنا اور لکھنا شروع کیا، اور:

بِحَمْدِہٖ تَعَالیٰ اِس مقصدِ خیر میں، خاطر خواہ کامیابی، حاصل ہوئی جس کا سلسلۂ سفر، اِس طرح، اپنی منزلِ مقصود سے قریب تر پہنچ چکا ہے:

(۱) ''سلسلۂ عزیزی، ولی اللّٰہی! دینی وعلمی اَحوال واَفکار''۔

دو جلدوں میں تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل، یہ کتاب ہوگی۔ آٹھ، نو سو صفحات کی کمپوزِنگ ہوچکی ہے۔ کمپوزِنگ وپروف ریڈنگ اور کرکشن کا کام، بِحَمْدِہٖ تَعَالیٰ، مسلسل، چل رہا ہے۔

(۲) ''عُلمائے فرنگی محل لکھنؤ! دینی وعلمی اَحوال واَفکار''

اِس تذکرہ میں ''**خیرآبادی سلسلہ**'' کے مشاہیر عُلما بھی، شامل ہیں۔

چھ، سات سو صفحات کی کمپوزِنگ ہوچکی ہے۔ کمپوزِنگ وپروف ریڈنگ اور کرکشن کا، کام، بِحَمْدِہٖ تعالیٰ، جاری ہے۔

(۳) ''صدرُ الافاضل مرادآبادی! حیات وخدمات''۔

سات، آٹھ سو صفحات کی، کمپوزِنگ ہوچکی ہے۔

قارئینِ کرام سے درخواست ہے کہ، وقت اور کام میں برکت کی دعا کریں کہ **مذکورہ کتابیں، جلد از جلد مکمل ہوکر منظرِ عام پر آجائیں۔**

دعا جو۔ **یٰسٓ اختر مصباحی**۔ بانی وصدر دارُ القلم، ذاکر نگر، نئی دہلی ۲۵۔

اَشْرَفِیَّہ، عہدِ ماضی کا حُدِی خواں، زندہ باد

نتیجۂ فکر

یٰسٓ اختر مصباحی

اشرفیہ، مَطلعِ ایمان واِیقاں، زندہ باد — اشرفیہ، مَصدرِ اِحسان وفیضاں، زندہ باد

اشرفیہ، حاملِ آیاتِ قرآں، زندہ باد — اشرفیہ، داعیِ پیغامِ فاراں، زندہ باد

اشرفیہ، وارثِ علمِ رسولاں، زندہ باد — اشرفیہ، قاسمِ کنزِ فراواں، زندہ باد

اشرفیہ، مَشْعَلِ وفانوسِ ایماں، زندہ باد — اشرفیہ، جادۂ منزل کا عنواں، زندہ باد

اشرفیہ، آیۂ ایمان وعرفاں، زندہ باد — اشرفیہ، مایۂ اصحابِ ایماں، زندہ باد

اشرفیہ، عظمتِ رفتہ پہ نازاں، زندہ باد — اشرفیہ، عہدِ ماضی کا حُدی خواں، زندہ باد

اشرفیہ، آشنائے رَمزِ دَوراں، زندہ باد — اشرفیہ، فکرِ مستقبل کا عنواں، زندہ باد

اشرفیہ، لہلہاتا باغ وبُستاں، زندہ باد — اشرفیہ، نَخلِ تازہ کا خیاباں، زندہ باد

اشرفیہ، علم وحکمت کا دَبِستاں، زندہ باد — اشرفیہ، شاخِ تازہ، گُل بَداماں، زندہ باد

اشرفیہ، رونقِ شہرِ نِگاراں، زندہ باد — اشرفیہ، آمدِ فصلِ بہاراں، زندہ باد

اشرفیہ، گوہرِ قَطراتِ نیساں، زندہ باد — اشرفیہ، خندۂ صبحِ گلستاں، زندہ باد

اشرفیہ، علم کا خورشیدِ تاباں، زندہ باد — اشرفیہ، فکر کا مہرِ درخشاں، زندہ باد

اشرفیہ، اہلِ سُنَّت کی رگِ جاں، زندہ باد — اشرفیہ، سَلْسَبِیلِ بحرِ عرفاں، زندہ باد

اشرفیہ، اخترِ آفاقِ ایماں، زندہ باد — اشرفیہ، شمعِ بزمِ عشق وعرفاں، زندہ باد

زندہ باد اے اشرفیہ! ''اَزہرِ ہندوستاں''
''چومتا ہے تیری پیشانی کو، جھک کر آسماں''

فروغِ اہلِ سنّت کے لئے امامِ اہلِ سنّت کا، دس نکاتی منصوبہ

- ⭐ عظیم الشان مدارس کھولے جائیں، باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔
- ⭐ طلبہ کو، وظائف ملیں کہ، خواہی نخواہی، گرویدہ ہوں۔
- ⭐ مدرسین کی بیش قرار تنخواہیں، اُن کی کارروائیوں پر، دی جائیں۔
- ⭐ طبائعِ طلبہ کی جانچ ہو۔ جو، جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر، اس میں لگایا جائے۔
- ⭐ ان میں جو، تیار ہوتے جائیں، تنخواہیں دے کر، ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً تقریراً وعظاً مناظرۃً، اِشاعتِ دین ومذہب کریں۔
- ⭐ حمایتِ مذہب و رَدِّ بدمذہباں میں، مفید کتب و رسائل، مصنفوں کو، نذرانے دے کر، تصنیف کرائے جائیں۔
- ⭐ تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل، عمدہ اور خوش خط چھاپ کر، ملک میں، مفت شائع کیے جائیں۔
- ⭐ شہروں شہروں، آپ کے سفیر، نگراں، رہیں۔ جہاں، جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو، آپ کو، اطلاع دیں۔ آپ، سرکوبیِ اعدا کے لئے اپنی فوجیں، میگزین، اور رسالے، بھیجتے رہیں۔
- ☆ جو، ہم میں، قابلِ کار، موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں، وظائف مقرّر کر کے فارغ البال بنائے جائیں۔ اور جس کام میں، انھیں مہارت ہو، لگائے جائیں۔
- ☆ آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً، ہر قسم کے، حمایتِ مذہب میں مضامین تمام ملک میں، بقیمت و بلاقیمت، روزانہ، یا کم سے کم، ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

حدیث کا ارشاد ہے کہ: ”آخر زمانہ میں، دین کا کام بھی، درم ودینار سے چلے گا۔“
کیوں، نہ صادق ہو کہ، صادق ومصدوق صلّی اللہ علیہ وسلّم کا، کلام ہے۔

(ص ۱۱۳۔ فتاویٰ رضویہ: جلد بارہ (۱۲) رضا اکیڈمی، بمبئی)

DARUL QALAM

Price: 125

Qadri Masjid Road, Zakir Nagar, Jamia Nagar
New Delhi-25 E-mail: misbahi.mk@gmail.com
Ph: 011-26986872